يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

للہ الحمد کافیاً وافیاً کہ عظم اقتنان سے اس آخر زمان میں جبکہ حیرتناک فتن کا جوش ہے شور زاغ و زغن سے بلبل چمن خاموش ہے
بندگان مقبولین کے واسطے علوم القرآن کا ہادی رسالہ نادرہ جامع براہین قاہرہ بدیع البیان حاوی مدارک تحقیق و ایقان اعنے

البرہان

مقدمہ تفسیر

مواہب الرحمن

المشتہر بجامع البیان مقدمہ تا تمہ باستفادہ علوم تفسیر جامع البیان رسالہ مستقل رافع اوہام اہل کفر و طغیان لمعۃ الحسنی والحجۃ المستحسنہ
رافع لوا اہل ایمان تالیف لطیف جناب مولانا السید امیر علی صاحب [illegible] مترجم الہندیہ عالمگیریہ [illegible] مع مدارک علمی و معارف

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن و خوبی چھپا
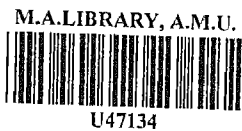
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم لا تاخذہ سنة و لا نوم سبحانہ و تعالی عما یشرکون و الصلوة و السلام علی صفوة اولیائہ
و خاتم انبیائہ الذی انزل علیہ الکتاب تبیانا لکل شیٔ و ہدی و رحمة لقوم یؤمنون و قال فیہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من
خلفہ و انا لہ لحافظون و علی الہ و اصحابہ خیر امة اخرجت للناس جعلہم ائمة یہدون بامرہ لما صبروا و کانوا بایاتنا یوقنون
الذین قال فیہم امة یہدون بالحق و بہ یعدلون و اولئک ہم المؤمنون حقا و رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ و اولئک ہم المفلحون ان
ربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لہم الخیرة الا لہ الخلق و الامر تبارک اللہ رب العالمین **اما بعد** علم تفسیر اشرف العلوم ہے
کیونکہ جب قرآن پاک علی الاطلاق افضل اور جمیع حکمت و خوبیون کا منبع و معدن ہے تو اسکی تفسیر بھی اشرف و احسن ہے اور عاقل کی غرض اصلی یہی کہ سعادت
حقیقیہ نصیب ہو تو وہ مراد اسی علم سے حاصل ہوتی ہے **فضائل القرآن** یہ امر بدیہی ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی عزوجل ہے پس اسکی فضیلت کا
اندازہ قلب بشری سے غیر ممکن ہے اور یہان صرف عام فہم فضائل جو احادیث مین وارد ہوئے فی الجملہ بیان ہونگے اور بوجہ کثرت اخبار کے سب کا احاطہ
دشوار ہے اور ایک جماعت علماء رحمہم اللہ تعالی نے اسمین مفرد کتابین تصنیف فرمائی ہین پھر مختصر فضائل دو قسم ہین ایک وہ کہ جملہ قرآن کے واسطے وارد ہین
اور دوم وہ کہ بعض سورتون کے بارہ مین ہین **قسم اول** حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرفوعا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپنے فرمایا
کہ عنقریب فتنے برپا ہونگے مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس سے محفوظ رہنے کی کیا سبیل ہے فرمایا کہ کتاب اللہ یعنی قرآن کو مضبوط پکڑ لینا اسمین تم سے
اگلون کے اخبار اور تم سے پچھلون کے انباء اور تمہارے درمیان کا حکم ہے یہ فصل ہے ہزل نہین ہے جو سرکش اسکو چھوڑے اللہ تعالی اسکی پیٹھ توڑیگا اور جس نے
آگاہی کے لیے خبر دینا ۱۲
اسکے سوا کہین سے ہدایت ڈھونڈی اسکو اللہ تعالی نے راہ راست سے دور فرما دیگا یہی حبل اللہ المتین ہے یہی ذکر حکیم ہے یہی صراط مستقیم ہے اسی سے اہواء کج نہونگی اور
یہی ہے کہ جسکے ساتھ زبانین مشتبہ نہین ہونگی اور یہی ہے کہ جسکے ساتھ علماء سیر نہین ہوتے ہین اور بار بار تلاوت سے پرانا نہین ہوتا اور اسکے عجائب کبھی ختم نہونگے
جسنے اسکے ساتھ قول کہا وہ سچا رہا اور جسنے اسکے ارشاد پر عمل کیا ثواب پایا اور جسنے اسکے موافق حکم دیا انصاف کیا اور جسنے اسکی دعوت مانی اسنے راہ راست
پائی - رواہ الترمذی والدارمی وغیرہما حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مرفوعا کہ اللہ تعالی کو آسمانون و زمین و انکے درمیانی چیزون مین سب سے قرآن

زیادہ محبوب ہے۔ رواہ الدارمی حدیث حضرت ابن اوس رضی اللہ عنہ مرفوعاً کہ جس کسی مسلمان نے بستر پر جاکر سوتے وقت قرآن کی کوئی سورت پڑھی
تو اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ ایک فرشتہ مؤکل فرماتا ہے کہ کوئی موذی اُسکے قریب نہین ہونے پاتا یہانتک کہ وہ جاگے جب جاگے۔ رواہ احمد والترمذی حدیث
عبداللہ بن عمرو مین ہے کہ جسکے سینہ مین قرآن ہے اُسکے اندر نبوت مندرج کی گئی سوائے اتنی بات کے کہ اُسکو وحی نہین کیجاتی ہے۔ رواہ الحاکم وغیرہ معنی یہ کہ نبوت
کے افضال مین سے یہ تھا کہ یہ قرآن نازل کیا گیا پس یہ تمام وحی پاک اس حافظ قرآن کے دل مین ہے پس ظاہری صورت کے لحاظ سے تشبیہ فرمائی
کہ فرق صرف یہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام جنکو اللہ تعالیٰ نے ازل مین برگزیدہ فرمایا ہے انپر دنیا مین وحی بھیجی جاتی ہے پس اُنکے قلب مین کتاب الٰہی عزوجل حاصل
ہوتی ہے پس حافظ قرآن مین وحی نہین مگر وہ چیز موجود ہے پس اسمین بڑی فضیلت ارشاد فرمائی ۵ حدیث انس رض مین ہے کہ جس گھر مین قرآن پڑھا جاوے
اسمین خیر کی کثرت ہوتی ہے اور جسمین نہ پڑھا جاوے اُسمین خیر کی قلت ہوتی ہے۔ رواہ البزار حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مین ہے کہ تین شخص ایسے ہین کہ جنکو
قیامت کے فزع اکبر کا ہول نہوگا اور نہ وہ حساب مین روکے جاوینگے بلکہ وہ مشک کے چبوترے پر ہونگے یہانتک کہ خلائق کو حساب سے فراغت ہو
ازانجملہ ایک وہ شخص جسنے خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے قرآن پڑھا اور اسکے ساتھ ایک قوم کی امامت کی کہ وہ لوگ اُس سے راضی رہے الحدیث رواہ الطبرانی
حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ قرآن ایسی تونگری ہے کہ اُسکے بعد محتاجی نہیں ہے اور بدون قرآن کے تونگری ہیچ ہے۔ رواہ ابو یعلی والطبرانی حدیث
عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مین ہے اگر کسی کھال مین قرآن ہو اسکو آگ نہین کھاویگی۔ رواہ احمد وغیرہ شیخ ابو عبید رح نے کہا کہ مراد یہ کہ جس مومن کے دل مین
قرآن ہے وہ آگ سے محفوظ ہے اور طبرانی رح نے اسی کے مانند حدیث عصمہ بن مالک و سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کی و ابن الانباری نے ذکر
کیا کہ حدیث دیگر مین ہے کہ مین نے تجھپر ایسی کتاب اتاری جسکو پانی نہین دھو سکتا معنی یہ کہ وہ قلوب مین محفوظ کردی کہ اوراق دھل جانے
سے کچھ خطرہ نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ اس سے مفہوم ہوا کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے بارہ مین فرمایا انا لہ لحافظون ہم خود اسکے محافظ ہین یعنی
اگلی کتابون توریت و انجیل کیطرح اسمین کوئی تحریف نہین کرنے پاویگا تو حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ منجملہ ادوات حفظ کے یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم
و تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ و مابعد طبقات مین آج تک برابر مومنین کے قلوب مین اسکو محفوظ فرمایا اور یہی معنی حدیث و اناجیلہم فی صدورہم الخ
مین ہین اپنی کتاب سابق مین صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل مین وارد ہے کہ اُنکی اناجیل اُنکے سینون مین ہونگی معنی یہ کہ وہ لوگ حافظ کتاب الٰہی عزوجل
ہونگے فاحفظہ ۵ حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے قرآن پڑھا کہ اُسکے ساتھ اوقات شب و روز مین قیام کرتا اسکے حلال کو حلال رکھتا اور اسکے
حرام کو حرام رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے خون و گوشت کو آگ پر حرام فرماویگا اور اُسکو سفرۃ الکرام البررۃ کا ساتھی فرماویگا حتی کہ جب قیامت کا دن ہوگا
تو قرآن اسکے لیے حجت ہوگا۔ رواہ الطبرانی فی الصغیر حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ قرآن شافع و مشفع و ماحل مصدق ہے جسنے قرآن کو آگے کر لیا اُسکو
قرآن جنت کو لیجاویگا اور جسنے اُسکو پیچھے کر لیا تو اُسکو جہنم کو لیجاویگا۔ رواہ ابو عبید حدیث انس رض مین ہے کہ حاملان قرآن عرفاء اہل الجنۃ ہین۔ رواہ الطبرانی
حدیث انس رض مین ہے کہ اہل القرآن ہی اہل اللہ و خاصان حق ہین۔ رواہ النسائی و ابن ماجہ والحاکم مراد یہ کہ قرآن مجید کے علم و عمل والے خاصان
حق ہین واللہ تعالیٰ اعلم ۵ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی آدمی بھلا یہ آرزو کرتا ہے
کہ جب اپنے گھر مین آوے تو وہان تین بچہ ناقہ توانا و فربہ پاوے یہ اُسوقت عرب کے واسطے نعمت غیر مترقبہ تھی ہمنے عرض کیا کہ جی ہان
پس ارشاد فرمایا کہ تم مین سے جو کوئی کسی نماز مین تین آیات قرآنی پڑھے تو یہ اُسکے واسطے تین بچہ ناقہ توانا و فربہ سے بہتر ہے۔ رواہ مسلم وغیرہ حدیث
جابر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ خیر الحدیث کتاب اللہ۔ رواہ مسلم یعنی کتاب الٰہی سب حدیث سے بہتر ہے کیونکہ وہ نور محض ہے اور سوائے اسکے ہر حدیث
اگر خیر و خوب ہو تو مستلزم ثواب ہے ۵ حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے فی سبیل اللہ قرآن کی تلاوت کی یعنی جہاد مین بھی تلاوت کی تو وہ

صدیقین وشہدا وصالحین کے ساتھ لکھا جائیگا وحسن اولئک رفیقا رواہ احمد حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین وارد ہے کہ جسنے اپنے فرزند کو
قرآن پڑھایا وہ بالضرور قیامت کے روز جنت مین تاج پہنایا جائیگا۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ مین وارد ہے کہ جس شخص نے
قرآن پڑھا اور اسکو کامل حاصل کیا (یعنی مع معنی وتفسیر کے سمجھ لیا) اور اسکے موافق عمل کیا تو قیامت کے روز اسکے باپ کو ایک تاج مکرمت پہنایا
جائیگا کہ اگر وہ دنیا مین ہوتا تو اسکی روشنی بہ نسبت نور آفتاب کے جو گھرون مین ہے بہتر ہوتی پس خود اس شخص کے مرتبہ کی نسبت تمھارا کیا گمان ہے
جسنے اسپر عمل کیا۔ رواہ ابوداود واحمد والحاکم یعنی دنیا مین آفتاب کی روشنی جیسے گھرون مین بے مثل چمکتی ہے وہ نور تاج اس سے زیادہ منور وبہتر ہوگا
اور یہ ظاہر ہے اسواسطے کہ نور آفتاب ہرچند بے نظیر ہو کسی ترکیب سے یہ خوبی میسر نہین آتی ہے پھر بھی اسمین ایک طرح کی تمازت ہوتی ہے اور نور تاج مزبور سراسر نور
وخوشگوار اور محض عالم روحانیت بغیر کدورت ہے واللہ سبحانہ تعالی اعلم م حدیث علی رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے قرآن پڑھا اور رتہ دل سے استظہار کیا پس اسکے حلال
کو حلال رکھا اور اسکے حرام کو حرام رکھا تو اللہ تعالی اسکو جنت مین داخل فرماویگا اور اسکی شفاعت اسکے خاندان کے ایسے دس آدمیون کے حق مین قبول
فرماویگا کہ جنکے سب کے حق مین آگ مستحق ہوچکی تھی۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ واحمد حدیث ابوامامہ رضی اللہ عنہ مین وارد ہے کہ جسنے کتاب الہی عز وجل
کی ایک آیت سیکھی تو یہ بھی قیامت کے روز اسکے روبرو ہنستی ہوئی سامنے آویگی۔ رواہ الطبرانی سبحان اللہ وبحمدہ اسوقت یاس واضطراب مین یہ مددگار
نسیم خالص اس سلسلہ رحمت سے قطعی دستگیری خندان بصورت عین حیات ہے اللھم ارزقنا ذلک یا رؤف بفضلک انت مولانا ارحم الراحمین م حدیث
عائشہ رضی اللہ عنہا مین وارد ہے کہ جو قرآن مین ماہر ہے وہ ملائکہ سفرۃ کرام البررۃ کے ہمراہ ہے اور جو قرآن پڑھتا اور اسمین تتبع کرتا حالانکہ اسپر دشوار
ہوتا ہے تو اسکے لیے دو ثواب ہین۔ رواہ البخاری ومسلم حدیث جابر مین ہے کہ جسنے قرآن جمع کیا تو اللہ تعالی کے نزدیک اسکے لیے ایک دعا مستجاب ہے چاہے دنیا مین
اسکو جلدی دے اور چاہے اسکو آخرت کے لیے ذخیرہ رکھے۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط اور مترجم کے نزدیک یہان جمع قرآن اسکے ظاہر شرعی احکام وتفاسیر کا علم ہے
اور ایسی حالت مین طالبہ کو چاہیے کہ اسی کی موافقت عمل تا موت چاہین یا کرام ابرار کی مرافقت مانگین کہ یہی مقصود ہے واللہ ذو الفضل العظیم م حدیث
ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ مین وارد ہے کہ جو مومن کہ قرآن پڑھتا ہے اسکی مثل مانند ترنج کے ہے کہ مزہ خوشگوار وخوشبو خوشگوار ہے اور جو مومن کہ قرآن تلاوت
نہین کرتا اسکی مثل مانند چھوہارے کے ہے کہ اسکا مزہ خوشگوار ہے مگر خوشبو نہین مہکتی ہے اور جو فاجر کہ قرآن پڑھتا ہے اسکی مثل مانند ریحانہ کے ہے کہ اسکی خوشبو
مہکتی ہے مگر مزہ تلخ ہے اور جو فاجر کہ قرآن تلاوت نہین کرتا اسکی مثل جیسے حنظلہ (اندراین یا تھوہڑ) کہ مزہ تلخ اور خوشبو بھی نہین ہے رواہ البخاری ومسلم اور
حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین افضل وہ کہ جسنے قرآن سیکھا اور سکھلایا۔ رواہ البخاری ومسلم اور کلام اللہ
کی فضیلت کل کلامون پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالی کی فضیلت اپنی خلق پر ہے رواہ البیہقی مین کہتا ہون کہ حضرت باری تعالی جل شانہ کو کمال الکل ہے اور مخلوق کو شان باری کے ساتھ
کوئی نسبت ہی نہین ایسی طرح کسی کلام کو قرآن پاک سے کوئی نسبت ہی نہین ہوسکتی ہے **التنبیہ** اس زمانہ مین بوجہ غلبہ جہل کے مسلمانون مین یہ دیکھا
کہ اکثر کفار انسے معارضہ کرتے اور کہتے ہین کہ فلان شخص کی عبارت عربیہ نہایت بلیغ ہین پس تمنے جو قرآن پاک کو معجزہ مانا وہ دعوی بلا دلیل ہے
اور یہ جہلا بیچارے سواے غصہ کرنے کے کچھ جواب نہین دے سکتے ہین حالانکہ ان کافرون کا معارضہ محض غلط مغالطہ ہے اور یہ کافر نصرانی یا
یہودی وغیرہ عربی فصیح سے محض بے بہرہ ہوکر ایسا مغالطہ دیتا ہے پس آسان جواب اور یقینی استدلال یہ ہے کہ ہر زبان کی بلاغت وکمال
بلاشبہ وہ جانتا ہے جسکی یہ زبان ہو جیسے سنسکرت کو پنڈت اور فارسی ایرانی اور انگریزی کو یورپی وغیرہ پس قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت کو عرب سے
بڑھکر کوئی نہین سمجھ سکتا اور خوب معلوم ہے کہ عرب کفار فصحا وبلغا مدتون لڑائیان لڑے حالانکہ انسے قرآن مین ادنی سورۃ کے مثل بنانے کا معارضہ
کیا گیا تھا بقولہ فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔ حتی کہ کہا گیا کہ فاتوا بآیۃ من مثلہ پھر یہانتک کہا گیا کہ فان لم

ولن تفعلوا یعنی ہرگز کبھی نہین لاوینگے لایاتون بمثلہ ولوکان بعضہم لبعض ظہیرا بلکہ کفار عرب باوجود اس طمطراق دعوی فصاحت وبلاغت
کے یہی کہتے رہے کہ ہذا سحر مبین یہ توکھلا ہوا جادو ہے اور شک نہین کہ ان کروڑون عرب مین یہودی ونصرانی واکثر بت پرست تھے پس اگر
لاسکتے یالائے ہوتے تو برملا تکذیب کرتے حالانکہ کہین نشان نہین ملا۔ بلکہ بہت سے اعراب جنکی فصاحت ابتک عام معروف ہے بارہا کوئی آیت
سنتے تو اسکو سجدہ کرتے اور انکے ہمقوم کفار کہتے کہ کیا تو صابی ہوگیا تو وہ کہتا کہ نہین قسم لات وعزی کی مگر مین اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کرتا ہون
پس ہم کہتے ہین کہ قطعی دلیل ہے کہ کروڑون عرب قرنا بعد قرن صریح مقر ہوے کہ یہ بشر کی طاقت نہین اور جبتک مسلمان نہین ہوئے تو کہتے کہ یہ خالص
جادو ہے۔ تو قطعاً معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی فصاحت وبلاغت کا معجزہ قطعی بشہادت کروڑون عرب العرباء ہے پھر یہ بیچارہ جو خالی زبان عرب ہی
کی فصاحت نہین جانتا اسکی جہالت خود اسپر ہنستی ہے اور وہ کس شمار مین ہے فاحفظوہ م حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مین ہے کہ جسکے جوف
مین قرآن سے کچھ نہین وہ خرابہ کھنڈل کی مثال ہے رواہ الترمذی والحاکم حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ اگر تو صبح سے جاکر اللہ تعالی کی کتاب پاک
سے ایک آیت سیکھے تو وہ سو رکعات نماز پڑھنے سے تیرے لیے بہتر ہے رواہ ابن ماجہ۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے کتاب الٰہی
عزوجل کا علم حاصل کرکے اسکی پیروی کی تو اللہ تعالی اسکو گمراہی سے ہدایت پر لاویگا اور قیامت کے روز اسکو حساب کی برائی سے بچاویگا۔ رواہ الطبرانی
حدیث ابوشریح الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ قرآن پاک ایک حبل متین ہے جسکا ایک کنارہ قبضہ پاک حق عزوجل مین ہے اور دوسرا کنارہ
تمہارے ہاتھ مین ہے پس اسکو مضبوط پکڑو کہ پھر تم کبھی گمراہ نہوگے یا فرمایا کہ پھر تم کبھی برباد نہوگے۔ رواہ ابن ابی شیبہ حدیث علی رضی اللہ عنہ مین ہے
کہ حاملان قرآن اس دن سایۂ الٰہی عزوجل مین ہین جس دن سوائے اسکے سایہ کے کہین سایہ نہین ہے۔ رواہ الدیلمی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے
کہ قیامت کے روز صاحب القرآن آویگا پس قرآن جناب الٰہی عزوجل مین عرض کریگا کہ ای رب اسکو آرائش دے پس اللہ تعالی اسکو تاج کرامت
پہناویگا پھر عرض کریگا کہ ای رب اسکو مزید عنایت سے سرفراز کر اسکو رضوان عطا کر پس اللہ تعالی اس سے راضی ہوگا اور صاحب القرآن کو حکم
ہوگا کہ تو تلاوت کرتا اور چڑھتا جا اور ہر آیت کے شمار سے اسکو حسنات عطا ہونگے رواہ الحاکم اللہ تعالی نے قرآن مین فرمایا۔ ورضوان من اللہ
اکبر الآیہ پس جنت سے بھی افضل رضوان الٰہی ہے حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مین ہے کہ روزہ وقرآن دونون بندہ کے لیے شفاعت کرینگے۔ رواہ
الحاکم حدیث ابوامامہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ تم لوگ قرآن پڑھا کرو کہ وہ قیامت مین اپنے لوگون کے لیے شفیع ہوگا۔ رواہ مسلم واضح ہو کہ قرارت
قرآن ایک کرامت خاصہ اہل ایمان ہے حتی کہ یہ ملائکہ کو عطا نہین ہوئی حالانکہ ملائکہ امیدوار ہین کہ آدمیون کی قرارت سے سنین۔ ابن الصلاح
اس سے ظاہر ہوا کہ قولہ تعالی ان قرآن الفجر کان مشہودا یعنی نماز فجر کی قرارت مین ملائکہ حاضر ہوتے ہین تو انکی آرزوے شوق اسی جہت سے ہے کہ اہل
ایمان کی قرارت سے قرآن پاک سنین م حدیث ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ مین ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن کی تلاوت نے میرے ذکر ودعا
سے باز رکھا مین اسکو دعا مانگنے والون سے افضل عطا کرونگا اور کلام اللہ تعالی کی بزرگی جملہ کلامون پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالی کی بزرگی تمام مخلوق
پر ہے رواہ الترمذی الدارمی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ تم لوگ قرآن کا علم حاصل کرو اور اسکی تلاوت کرو کیونکہ قرآن مجید کی مثال اس شخص کے حق مین جسنے
اسکو حاصل کرکے تلاوت وقیام کیا جیسے ظرف پراز مشک خالص ہے کہ اسکی پاکیزہ خوشبوئین ہرطرف مہکتی ہین اور اس شخص کی مثل جسنے قرآن حاصل
کیا اگر سوتا رہتا ہے جیسے ظرف پراز مشک ہے جسکے دہن پر بندش کی گئی ہے۔ رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن حبان ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
ای گروہ اسلام تم کیونکر یہود ونصاری سے پوچھتے ہو حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ تر وتازہ ہے کہ تم اسکو تلاوت کرتے ہو حالانکہ
وہ خالص ہے جسمین کچھ خلط کا نام نہین ہے اور اللہ تعالی نے تمکو اہل کتاب سے آگاہ کردیا کہ انھون نے اپنی کتاب کو تبدیل وتغییر کیا اور اپنے ہاتھون لکھکر کہا کہ یہ اللہ تعالی کی

طرف سے ہی بھلا جو ہمارے پاس خالص ہی ہے تمکو ان لوگون سے پوچھنے سے مانع نہین ہے۔ رواہ البخاری۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے نہین
مجتمع ہوئی کوئی قوم کسی بیت الٰہی مین کہ کتاب الٰہی عزوجل کی تلاوت کرتے اور باہم درس دیتے ہین مگر انکے اوپر سکینت کا نزول ہوتا اور رحمت انکو چھپا لیتی ہے
اور ملائکہ انکو ہر طرف سے گھیر لیتے ہین اور اللہ تعالیٰ انکو یاد فرماتا ہے اپنے اہل قرب والون مین۔ رواہ ابوداؤد۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ تم مین
سے کون شخص ہے کہ وہ اس امر کو پسند کرے کہ ہر روز بطحان یا عقیق کو جاکر دو ناقہ بزرگ کوہان بغیر گناہ و قطع رحم کے لایا کرے ہمنے عرض کیا کہ ہم سبھی اس امر کو
دل سے پسند کرتے ہین پس فرمایا کہ پھر کیون نہین تم مین سے ہر کوئی صبح کو مسجد مین جاکر کتاب اللہ عزوجل سے دو آیتین سیکھتا یا پڑھتا ہے کہ وہ اسکے لیے دو ناقہ
بزرگ کوہان سے بہتر اور تین آیات ایسی تین ناقہ سے اور چار آیات ایسی چار ناقہ سے مع انکے شمار تر اونٹون کے بھی بہتر ہین۔ رواہ مسلم و ابوداؤد۔ یہ سمجھانے و تعلیم
و ترغیب کے طور پر ہے جیسے کہا جاوے کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ ہر روز اس دریا کے کنارے جاکر دو موتی و لعل بیش قیمت بدون کسی کی رہزنی و جور و ظلم کے
محض بعطاے حق عزوجل لایا کرے پس کچھ شبہہ نہین کہ دو آیات کا علم و اتقان اس سے ہزار درجہ افضل ہے ۳ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ جسنے
کتاب الٰہی عزوجل مین سے کوئی حرف پڑھا اسکے واسطے حسنہ ہے اور حسنہ دس گونہ ہے۔ مین نہین کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ کہتا ہون کہ الف حرف اور
لام حرف اور میم حرف ہے۔ رواہ الترمذی وقال صحیح پس الٓمٓ کی تلاوت مین ۳۰ نیکیان ہین ۴ حدیث ابوہریرہ رض سے مستنبط ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کسی
کی طرف ایسی نظر رحمت نہین فرماتا جیسے خوش آواز سے قرآن پڑھنے والے کیطرف توجہ فرماتا ہے والحدیث فی صحیح مسلم وغیرہ ۵ حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص
رضی اللہ عنہ مین ہے کہ قیامت کے روز صاحب قرآن کو ترحم سے ارشاد فرمائیگا کہ تلاوت شروع کر اور درجات منزلت پر عروج کر اور اسی ترتیل سے پڑھ جیسے تو
دنیا مین تلاوت کرتا تھا کہ تیرا درجہ عالی تیری تلاوت کے آخر آیت پر ہے۔ رواہ البخاری والترمذی واضح ہو کہ اس باب مین آیات و احادیث
و آثار کثیرہ ہین اور قدر مذکور مین صاحب عقل کے واسطے کفایت ہے وما یتذکر الا اولوا الالباب اور صاحبان عقل ہی کو فہم و منفعت حاصل ہوتی ہے

(قسم دوم) وہ احادیث جو خاص خاص سورتون کے بارہ مین وارد ہین اور واضح ہو کہ ہر آیت و سورت کے واسطے علاوہ فضائل عامہ مذکورہ
کے انواع خاص و اسرار بالاختصاص ہین لیکن اول تو وہ فہم عوام سے عالی متعالی ہین باوجودیکہ انکے انوار کا ادراک جب ہے کہ قلب نورانی ہو جاوے لہذا
زیادہ اہتمام اس جانب چاہیے کہ صلاحیت حاصل ہو ورنہ خالی بیان سے انکو کچھ حاصل نہوگا دوم خالی بیان جو اسرار معرفت سے ہو وہ بعضے قلوب مین مفضی
اسوجہ سے ہوتا ہے کہ فی الحال انکو وہ فہم حاصل نہین اور بدون فہم کے خوف انکار ہے لیکن بقدر فہم ایمان عام کے جو فضائل خاص وارد ہین انکو بیان کیا جاتا ہے

(الفاتحہ) حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مین وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت یا انجیل کسی مین ام الکتاب کا مثل نہین نازل فرمایا اور یہی سبع المثانی ہے
رواہ الترمذی والنسائی والحاکم واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
اپنا احسان عظیم ظاہر فرمایا کہ ہمنے تجھے سبع المثانی و قرآن عظیم عطا فرمایا ہمارے شیخ عارف قدس سرہ نے مطالب مین ذکر فرمایا کہ قرآن مجید کے واسطے بطون و ظہور جنکا
ذکر حدیث شریف کی بعض روایات مین آیا ہے انوار خاصہ ہین کہ اگر بدایۃً ظہور ہو تو بدون استعداد کے روح پرواز کر جاوے کیونکہ جذب متجانس ہے
اور جب ہی تحمل ہوتا ہے کہ درجہ بدرجہ بقدر استعداد ظہور ہو اور بکمال ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے لیے تھا پس توریت و انجیل سے
قرآن پاک مین مدارج معارف بہت زیادہ عطا فرمائے یعنی آنکہ خط معارف ختم و کامل کر دیا اور یہی معنی قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی سے
مستنبط ہین ولہذا المعنی انبیاء سابقین اولوا العزم علیہم السلام کی خواہش تھی۔ پھر حسن بصری سے باسناد صحیح روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتب سابقہ کے
علوم معارف کو قرآن مین جمع فرمایا یعنی انکے معارف کے ساتھ مین قرآن عظیم کا اکمال کیا اور قرآن مجید کے علوم معارف کو سورۂ فاتحہ مین جمع کیا واسطے
سورۂ فاتحہ کا مثل کسی کتاب سابق مین ممکن نہین ہے فلیتفکر والی اللہ تعالیٰ المصیر ۲ حدیث جابر رض مین ہے کہ قرآن مین بہتر سورۂ الحمد للہ رب العالمین ہے

رواہ احمد وغیرہ اور حدیث انس رضی اللہ عنہ میں بروایت بیہقی والحاکم اور حدیث ابوسعید بن المعلی میں بروایت بخاری سورۂ فاتحہ کو اعظم القرآن وافضل القرآن فرمایا ہے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ سورۂ فاتحہ دو تہائی قرآن کے موازنہ میں ہے رواہ ابوعبید واضح ہو کہ اس دار فانی میں جو معرکۂ امتحان ومحل اختفاء معانی ہے حقائق اشیاء پر اطلاع نہیں سوا اسکے جسکو اللہ تعالی نے مطلع فرمایا وقد قال تعالی زین للناس حب الشہوات من النساء الآیۃ حالانکہ احادیث کثیرہ میں دنیا کی ظاہری صورت رنگ آمیز و باطنی حقیقت قبیح نفرت انگیز بیان کی گئی لیکن اس قبیح پر اہل القلب مطلع ہوتے ہیں اور اہل غرور وکفر اسکی ظاہری صورت پر فریفتہ ہیں و اسی طرح حسن خوب اعمال صالحہ نماز وروزہ وغیرہ کے حقائق مختفی کیے گئے ورنہ امتحانی حکمت باقی نہ رہتی کیونکہ اللہ تعالی نے یہ نعمت اُسی بندہ کے لیے مخصوص فرمائی کہ اسی کی بندگی کرے پس اگر انکا حسن حقیقی عیان ہوتا اور دنیا کی صورت قبیح کھلی ہوتی تو ہر شخص اُس حسن حقیقی کی طرف راغب ہوتا اگرچہ وہ خالق عزوجل کی بندگی کا مقر بھی نہوتا پس اللہ تعالی نے اپنی حضوری کے مشتاق بندون کے لیے یہ انعام ومہمانی خاص فرمائی اور یہ وہی بندے ہین جو اس حسن کو بغیر دیکھے اسکی بندگی کے مقر ہین تو یہ انکی صدق عبودیت کی دلیل ہے کیونکہ انھون نے ان چیزون کے حسن حقیقی کو دیکھا نہین تاکہ اُسکا اشتیاق مشتبہ ہو پس وہ خالص اپنے رب عزوجل ہی کے رضوان اکبر کے طالب ہین حتی کہ یہ رضوان اکبر ایسی کرامت ہے جسکا طفیل ضمنی یہ انوار حسن حقیقی اعمال ہین فتفکروا اللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۝ سورۃ البقرہ سورۃ آل عمران حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جس گھر مین سورۂ بقرہ پڑھی گئی جب اسکو شیطان سنتا ہے تو وہان سے نکل جاتا ہے رواہ ابوعبید منجملہ اسرار کے یہ کہ اس سورہ مین اسقدر کثیر جہات سے انوار ہین کہ شیطان جو نور سے بالکل خالی یعنی محض سیاہی تاریکی ہے وہ بالکل ضد ہے توجیسے عالم اجسام مین ضدین جمع نہین ہوتی ہین حتی کہ آگ گرم وخشک کے ساتھ جب سرد وتر پانی جمع ہوا تو آگ فنا ہو گئی اسی طرح عالم ارواح مین نور سے تاریکی مرجاتی ہے پس شیطان فوراً نکل بھاگیگا کیونکہ یہ تو اسکی جان پر سوہان ہے اسی واسطے جب ہی دل مین یاد الٰہی کا نور آیا او رشیطان کھسک گیا چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ شیطان کی خرطوم آدمی کے دل پر ہوتی ہے حتی کہ جب ہی نے اللہ تعالی کی یاد کی تو وہ کھسک کر چھپ گیا۔ اللہم وفقنا لذکرک وشکرک وحسن عبادتک مع الایمان والامن والعافیۃ وانت القریب المجیب وعلی کل شئ قدیر ۝ اور اس باب مین حضرت ابن مسعود وابوہریرہ وعبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم سے روایات ہین۔ حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ مین ہے کہ قیامت کے روز قرآن پاک واسکے موافق عمل کرنے والے لائے جاوینگے درحالیکہ انکے آگے آگے سورۃ البقرہ وآل عمران ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونون سورہ کے واسطے تین مثالین فرمائین کہ مین انکو پھر نہین بھولا چنانچہ فرمایا کہ یہ دونون گویا چمکدار ابر ہین یا ظلتان جسمین برق چمک رہی ہے یا پرندون کا جھنڈ پر کھولے ہوے باہم برابر بڑھائے ہین پس یہ دونون اپنے قاری کے لیے رحمت کی حجت کرینگے۔ رواہ مسلم والترمذی۔ حدیث شریف مین صریح افادت ہے کہ وہان ان حقائق حقہ کا ظہور ہوجائیگا ۝ حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ سورۂ بقرہ سیکھو کہ اسکا لینا برکت وچھوڑنا حسرت ہے اور مردان بطال کو اسکی استطاعت نہوگی و سورۂ بقرہ وآل عمران سیکھو کہ یہ دونون زہراوین ہین کہ قیامت کے روز اپنے قاری پر سایہ فرماوینگے گویا دونون غمامہ یا غیایہ یا پرندگان صواف کے دو قطار پر پھیلائے ہین رواہ احمد حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ مین ہے کہ ہر چیز کے واسطے ایک سنام ہے یعنی ذروۂ اعلی وچوٹی ہوتی ہے اور قرآن مجید کے سنام یہ سورہ بقرہ ہے جسنے اسکو اپنی کوٹھری مین دن مین پڑھا تین دن تک شیطان اسمین نہین داخل ہوگا اور جسنے اسکو رات مین اپنی کوٹھری مین پڑھا تین رات تک وہان شیطان نہین آویگا۔ رواہ ابن حبان وغیرہ حدیث مین ہے کہ جسنے سورۂ بقرہ پڑھی وہ تاج جنت سے سرفراز فرمایا جائیگا۔ رواہ البیہقی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جسنے ایک رات مین سورۂ بقرہ وآل عمران کو تلاوت کیا وہ اہل قنوت مین لکھا جائیگا۔ رواہ ابوعبید یہ حدیث موقوف بمنزلہ مرفوع کے ہے کیونکہ کسی اجتہاد کو دخل نہین تولامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر بیان فرمایا ہے ۝ مکحول نے روایت کی کہ جسنے جمعہ کے روز سورۂ آل عمران پڑھی اسپر رات تک ملائکہ درود پڑھتے ہین رواہ البیہقی ۝ الآیۃ الکرسی حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مین ہے کہ کتاب الٰہی مین سب سے اعظم آیت آیۃ الکرسی ہے۔ رواہ

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ ہر چیز کے واسطے ذروۂ اعلیٰ وچوٹی ہے اور قرآن کے لیے ذروۂ اعلیٰ سورۂ بقرہ ہے اور اسمین ایک آیت ہے جو آیات
کی سردار ہے اور وہ آیۃ الکرسی ہے۔ رواہ الترمذی والحاکم حسن رح سے مرسل روایت ہے کہ افضل القرآن سورۂ بقرہ ہے اور اسمین سب سے بزرگ آیت آیۃ الکرسی ہے
رواہ الحارث بن ابی اسامہ حدیث ابوامامہ مین ہے کہ جسنے ہر فریضہ کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اسکو جنت مین داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہین سوا اسکے کہ موت آوے
رواہ النسائی وابن حبان حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آیۃ الکرسی چہارم قرآن ہے رواہ احمد **خواتیم البقرۃ** یعنی آمن الرسول سے آخر تک
حدیث ابو مسعود رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے کسی رات مین آخر بقرہ کی دونون آیات پڑھین تو دونون اسکو کافی ہوگئین۔ رواہ البخاری ومسلم والاربعۃ
حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ اللہ تعالی نے آسمانون وزمین پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی جسمین سے دو آیتین نازل فرمائین جنکے
ساتھ سورۂ بقرہ کو ختم کیا اور انکی شان یہ ہے کہ نہین پڑھی جائینگی کسی مکان مین کہ پھر تین رات تک اس سے شیطان قریب ہو سکے۔ رواہ الحاکم **خاتمۂ
آل عمران** یعنی آخری رکوع حدیث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے آخر آل عمران کو رات مین پڑھا تو اسکے لیے قیام شب لکھا جائیگا رواہ
البیہقی **سورۃ الانعام** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورۂ انعام از نواجب القرآن ہے رواہ الدارمی وغیرہ اسکی مشایعت مین ایک گروہ عظیم ملائکہ کا تسبیح کے
ساتھ آنا مروی ہے اور انشاء اللہ آویگا **السبع الطوال** حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مین ہے کہ جسنے سبع الطوال کو لیا وہ بہتر ہے رواہ احمد والحاکم **سورۂ ہود**
حدیث علی رضی اللہ عنہ مین وارد ہے کہ کسی منافق کو سورۂ براءۃ و ہود و یس و دخان و عم یتساءلون محفوظ نہین ہوتی ہین رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ ضعیف
آخر اسراء حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیۃ العز قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل
وکبرہ تکبیرا **سورۂ کہف** حدیث ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جسنے جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھی اسکے لیے دونون جمعہ کے درمیان
نور روشن ہوگا رواہ الحاکم حدیث ابو الدرداء رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے اول سورۂ کہف سے دس آیات حفظ کین تو وہ دجال سے محفوظ ہوا رواہ مسلم
حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جسنے سورۂ کہف کا اول و آخر پڑھا اسکے واسطے سر سے قدم تک نور ہوگا اور جسنے کل سورہ پڑھا اسکے لیے
آسمان سے زمین تک نور ہوگا۔ رواہ احمد حدیث عمر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے رات مین قولہ تعالی فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ
ربہ احدا۔ پڑھا اسکے لیے عدن سے مکہ تک نور ہوگا رواہ البزار **سورۂ الم السجدہ** مرسل مسیب بن رافع مین ہے کہ قیامت کے روز سورۂ
الم تنزیل السجدہ آویگا اس شان سے کہ وہ اپنے دونون بازو کے سایہ مین اپنے قاری کو لے لیگا یہ فرماتا ہوا کہ تیرے اوپر کسی کے واسطے کچھ راہ نہین ہے
رواہ ابو عبید ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ الم تنزیل السجدہ وسورۂ تبارک یعنی الملک دیگر سورتون پر ساٹھ درجہ بلند ہین رواہ ابو عبید **سورۂ یس**
حدیث معقل بن یسار رضی اللہ عنہ مین ہے کہ یس قلب القرآن ہے جو شخص اللہ تعالی ودار الآخرت کو چاہتا ہے وہ جب ہی اسکو پڑھیگا البتہ اللہ تعالی اسے
اسکو بخشیگا اور تم اسکو اپنے مردون پر پڑھو۔ رواہ ابوداؤد والنسائی وابن حبان وغیرہم۔ حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ ہر چیز کے لیے قلب ہے اور
قرآن کا قلب سورۂ یس ہے اور جسنے سورۂ یس پڑھا اللہ تعالی اسکی قراءت کے ساتھ دس بار قرآن کی قراءت لکھیگا۔ رواہ الترمذی والدارمی۔
حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے خالص رضائے الٰہی عزوجل کے واسطے سورۂ یس کسی رات مین پڑھا تو اللہ تعالی اسکی مغفرت فرماتا ہے۔ رواہ الطبرانی
والدارمی حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے ہر رات مین یس پڑھنے پر مداومت رکھی پھر مرا تو شہید مرا۔ رواہ الطبرانی۔ **سورۂ حوامیم**۔ ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر چیز کے واسطے لباب ہے۔ رواہ ابو عبید۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حوامیم دیباج القرآن ہے۔ رواہ الحاکم **سورۃ الدخان**
حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے حم الدخان کسی رات پڑھی تو صبح تک ستر ہزار ملائکہ اسکے لیے استغفار کرتے ہین رواہ الترمذی وغیرہ **المفصلات** ابن مسعود
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر چیز کے واسطے لباب ہے اور مفصلات قرآن کا لباب ہین۔ رواہ الدارمی **سورۃ الرحمن** حدیث علی رضی اللہ عنہ

مین ہو کہ عروس القرآن سورۃ الرحمن ہو۔ رواہ البیہقی **المسبحات** عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ہر رات خواب سے پہلے مسبحات پڑھتے اور فرماتے کہ انمین ایک آیت ہو جو ہزار آیات سے بہتر ہو۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی شیخ
ابن کثیر نے تفسیر مین لکھا کہ جس آیت کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ قولہ تعالی ہو الاول والآخر والظاہر والباطن وہو بکل شئی علیم ہو **سورۃ الحشر**
حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وصیت فرمائی کہ جب خواب کے لیے اپنے بستر پر جاوے تو سورۃ الحشر پڑھے
اور فرمایا کہ اگر تو اس رات مین مرا تو شہید مریگا۔ رواہ ابن السنی۔ حدیث معقل بن یسار رضی اللہ عنہ مین ہو کہ جسنے صبح ہونے کے بعد آخر سورۃ الحشر سے
تین آیات پڑھین تو اللہ تعالی اسپر ستر ہزار فرشتے موکل فرماتا ہو جو برابر اسکے لیے استغفار کرتے ہین یہانتک کہ شام ہو اور اگر وہ اس روز مرا تو شہید مرا
اور اگر اسنے شام کو یہ آیات پڑھین تو رات مین اسکے لیے یہی منزلت ہو۔ (رواہ الترمذی) حدیث ابوامامہ رضی اللہ عنہ مین ہو کہ جسنے خاتمہ سورۃ الحشر کو
رات یا دن مین پڑھا پھر وہ اس رات یا دن مین مرا تو اللہ تعالی نے اسکے واسطے جنت واجب کردی (رواہ البیہقی) **سورۃ تبارک**
حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہو کہ قرآن مین سے ایک سورہ ۳۰ آیات ہین جسنے ایک شخص کے واسطے شفاعت کی یہانتک کہ وہ بخشدیا گیا وہ
تبارک الذی بیدہ الملک ہو (رواہ الاربعۃ وابن حبان والحاکم) حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ مین ہو کہ یہ سورہ مانعہ ومنجیہ ہو کہ عذاب القبر سے نجات دیتا ہو
(رواہ الترمذی) اور حدیث ابن عباس مین سورۃ تبارک یعنی الملک کی نسبت ہو کہ مجھے آرزو ہو کہ یہ ہر مومن کے قلب مین ہو (رواہ الحاکم) اور حدیث
ابن مسعود رضی اللہ عنہ مین ہو کہ جسنے سورہ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھا اللہ تعالی اسکو عذاب قبر سے محفوظ فرماتا ہو۔ رواہ النسائی **سورۃ سبح اسم
ربک الاعلی** حدیث ابوتمیم رضی اللہ عنہ مین اسکو افضل المسبحات فرمایا۔ رواہ ابوعبید **سورۃ لم یکن الذین کفروا** حدیث اسمعیل
المزنی رضی اللہ عنہ مین اسکے قراءت والے کی نسبت اللہ تعالی کا ارشاد ہو کہ تجھے بشارت ہو کہ تجھکو جنت مین جگہ دونگا کہ تو راضی ہوجاوے۔ رواہ
ابونعیم **الزلزال** حدیث انس رضی اللہ عنہ مین سورۂ اذا زلزلت کی قراءت کو نصف قرآن کا معادل فرمایا۔ رواہ الترمذی **سورۃ
العادیات** حسن سے مرسل روایت مین سورۂ زلزلت اور سورۂ عادیات ہر ایک کو نصف قرآن کے معادل فرمایا۔ رواہ ابوعبید
سورۃ الہٰکم التکاثر حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ مین اسکی قراءت کو ہزار آیات کے برابر فرمایا۔ رواہ الحاکم **سورۃ الکافرون** حدیث انس رضی اللہ
عنہ مین اسکو چہارم قرآن کے معادل فرمایا۔ رواہ الترمذی۔ حدیث نوفل رضی اللہ عنہ مین ہو کہ قل یا ایہا الکافرون پڑھکر اسکے خاتمہ پر سورہ کہ
وہ شرک سے برارت ہو۔ رواہ احمد والحاکم۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ مین خواب کے وقت اسکی قراءت کو شرک سے نجات فرمایا۔ رواہ
ابویعلی **سورۃ اذا جاء نصر اللہ** حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہو کہ اذا جاء نصر اللہ کی قراءت چہارم قرآن کے برابر ہو۔ رواہ الترمذی
سورۃ الاخلاص حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہو کہ قل ہو اللہ احد مساوی ثلث القرآن ہو۔ رواہ مسلم وغیرہ۔ اور اس باب مین
ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہو۔ حدیث عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ جسنے اپنے مرض الموت مین یہ سورہ اخلاص پڑھا تو وہ
قبر مین فتنہ سے اور ضغطہ سے محفوظ ہوا اور قیامت مین اسکو ملائکہ اپنے ہاتھون پر پل صراط سے پار کرینگے۔ رواہ الطبرانی۔ حدیث مین ہو کہ جسنے قل ہو اللہ
احد نماز وغیرہ مین سو بار پڑھا اللہ تعالی اسکے واسطے دوزخ سے برارت لکھتا ہو۔ الطبرانی۔ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہو کہ جسنے قل ہو اللہ
دس بار پڑھا اسکے لیے جنت مین ایک محل بنایا جاتا ہو اور جسنے بیس مرتبہ پڑھا اسکے لیے دو محل اور جسنے تیس مرتبہ پڑھا اسکے لیے تین محل
بنائے جاتے ہین۔ الطبرانی۔ اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین وارد ہو کہ جسنے نماز صبح کے بعد بارہ ۱۲ مرتبہ قل ہو اللہ پڑھا گویا اسنے چار
مرتبہ قرآن ختم کیا اور اہل زمانہ سے بہتر ہو بشرطیکہ تقوی رکھے۔ الطبرانی فی الصغیر۔ حدیث مین ہو کہ ایک شخص اپنی نماز مین بعد الحمد و سورہ کے

قل ہو اللہ احد بھی پڑھا کرتے حتی کہ دوسرون کو نماز پڑھاتے تو بھی اسی طرح پڑھتے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا آپنے ارشاد فرمایا کہ اسسے دریافت کرو کہ کیون ایسا کرتا ہے اسنے تبلایا کہ یہ سورہ حضرت باری تعالی کی توحید ہے تو مجھے نہایت محبوب ہے پس آپ سے عرض کیا گیا تو فرمایا کہ اسکو آگاہ کردو کہ اللہ تعالی اسکو محبوب رکھتا ہے کما فی الصحیح - اور روایت ہے کہ جب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کو تشریف لے گئے اور رومیون نے مقابلہ نہ کیا اور آپ نے وہان چند روز قیام فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ فلان صحابی نے مدینہ مین انتقال کیا ہے کیا آپ اسکے جنازہ کی نماز پڑھنا پسند فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان پس آپ کھڑے ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم جنکی تعداد ستر ہزار تھی آپکے پیچھے صف بستہ کھڑے ہوئے حتی کہ آپ نے نماز تمام کی جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ سوائے ستر ہزار اصحابہ رضی اللہ عنہم کے دو صفین ملائک کی ہین ہر صف مین ستر ہزار ملائکہ ہین پس آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اسنے یہ مرتبہ کس وجہ سے پایا جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شخص قل ہو اللہ احد کو بہت محبوب رکھتا تھا حتی کہ اٹھتے بیٹھتے اسکو تلاوت کرتا تھا - کما فی الصحیح ایضا **تنبیہ** یہان سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہونے مین اول سے آخر تک برابر ہے اور یہ جو بعض آیات کے واسطے فضیلت ہے اسکے معنی بوجہ مذکور کے ہین یعنی جن آیت مین مثلا توحید وصفات باری تعالیٰ جل شانہ کا بیان ہے تو ذکر مین مذکور اعلی واجل ہے اور بعض آیات مین مثلا شیطان واسکی سرکشی ولعنت یا فرعون واسکی رعونت وغیرہ مذکور ہے پس کلام الٰہی و ذکر پاک ہونے سے نور ہے لیکن مذکور اسمین شیطان و فرعون کو کچھ فضیلت نہین ہے فافہم

سورۃ الفلق و سورۃ الناس

حدیث عقبہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہؓ کو فرمایا کہ بھلا مین تجھے ایسی سورتین سکھلاؤن جنکی مثل توریت یا زبور یا انجیل مین اللہ تعالی نے نازل نہین فرمائین عقبہ نے عرض کیا کہ ضرور حضور تعلیم فرماوین آپ نے فرمایا کہ قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس - رواہ احمد حدیث ابن عباسؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر جسسے پناہ چاہنے والون نے پناہ چاہی سب سے افضل تجھے تبلاؤن مین نے عرض کیا کہ جی ہان آپ نے ارشاد فرمایا کہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہین - رواہ احمد - حدیث عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ تو وقت شام و وقت صبح کے تین مرتبہ قل ہو اللہ احد و معوذتین پڑھ لیا کر کہ یہ تجھے ہر چیز سے کفایت کرینگی - رواہ ابوداؤد والترمذی **التنبیہ** واضح ہو کہ نوح بن ابی مریم اور میسرہ بن عبد ربہ اور بعضے صوفیہ نے ہر سورہ کے فضائل مین اپنی طرف سے روایت بنائی اور جب اہل الحدیث نے اُنسے مطالبہ کیا کہ تم جنکا نام لیتے ہو انکے ہزارون اصحاب و شاگرد اہل تقوی و دیانت مین سے کوئی روایت نہین کرتا ہے تمنے کہان سے پائی تو آخر ان لوگون نے اقرار کیا کہ ہمنے دیکھا کہ لوگ فقہ ابوحنیفہؒ و فتوح الشام وغیرہ روایت محمد بن اسحق وغیرہ مین مشغول ہین اور تلاوت قرآن نہین کرتے ہین تو ہمنے نیک نیتی سے یہ روایات بنائین شیخ سیوطیؒ نے فرمایا کہ یہ روایات موضوع باطل ہین لیکن واحدی وغیرہ بعض نے اپنی کتب تفسیر مین انکا ذکر کرنے مین بڑی غلطی کی مترجم کہتا ہے کہ کشاف سے تعجب ہے کہ وہ اعتزال کی بیماری سے صحیح احادیث چھوڑ جاتا اور موضوعات لاتا ہے پھر وہ تو معتزلہ ہے زیادہ عجب علامہ بیضاویؒ سے ہے کہ کشاف کی تقلید مین یہ موضوعات نقل کرتے ہین اور علامہ خطیبؒ نے سراج مین خوب کیا کہ بیضاوی سے نقل کرکے تنبیہ کی کہ یہ روایت موضوع ہے پھر الحمد للہ کہ صحیح روایات و طریقہ نقل سے جو فضائل ثابت ہے وہ مذکور ہوے اور انہین کفایت ہے **فصل** واضح ہو کہ قرآن مجید کے واسطے خواص ہین اور بعض کا ذکر احادیث و آثار مین وارد ہے اور اکثر انمین سے اولیائے صالحین کے تجربہ سے مستند ہین ولیکن خوب واضح ہو کہ یہ انوار و برکات صدق ایقان و حسن ایمان و صدق مقال و اکل حلال سے پہنچتی ہین ورنہ بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والے ہین کہ قرآن انکے حلقوم سے نیچے نہین اُترتا ہے جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے اور صالحین کی زبان سے ہر آیت شفا ہے - حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مین ہے کہ تم دو شفا کو لازم کرلو شہد کو اور قرآن کو رواہ ابن ماجہ وغیرہ حدیث علی رضی اللہ عنہ مین ہے کہ بہترین دوا قرآن ہے

رواہ ابن ماجہ حدیث واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درد حلق کی شکایت کی تو آپ نے
اسکو قرات قرآن کا حکم دیا رواہ البیہقی اور اسی کے مانند درد سینہ مین ابن مردویہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ حدیث جابر رضی اللہ
عنہ مین ہو کہ سورۂ فاتحہ سواے موت کے سب بیماریون کی دوا ہو رواہ سعید بن منصور والبیہقی وغیرہ۔ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مین ہو کہ
ہم لوگ ایک سفر مین ایک قوم پر اُترے اور انھون نے ہماری مہمانی نہ کی ناگاہ رات کو لونڈی دوڑتی آئی کہ ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹا وہ بہت
تکلیف مین ہو کیا تم مین سے کوئی جھاڑنا جانتا ہو پس ہم مین سے ایک شخص کھڑا ہو گیا حالانکہ ہم اسکو جھاڑنے والا نہین جانتے تھے لیکن اسنے کہا کہ تم لوگون
نے ہماری مہمانی نہین کی پس مین نہین جھاڑونگا جبتک تم اجرت نہ ٹھہراؤ پس ان لوگون نے منظور کیا تیس بکریان پس جاکر پھونک دیا کہ وہ اچھا
ہو گیا اور انھون نے اجرت بھرپور ادا کی ورہمنے کہا کہ ہم آپکو راقی نہین جانتے تھے اسنے کہا کہ واللہ مین نہین جانتا اور مینے تو صرف سورۂ فاتحہ دم کیا
پھر ہم لوگون نے اس اجرت کے کھانے سے تامل کیا حتی کہ مدینہ مین پہنچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپنے اجازت دی۔ اور طویل قصہ صحیح بخاری
وغیرہ مین مروی ہو۔ حدیث سائب بن یزید مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فاتحۃ الکتاب کے دم کے ساتھ تعوذ فرمایا کما فی الطبرانی حدیث
انس رضی اللہ عنہ مین ہو کہ جب تونے بستر پر پہلو رکھا اور سورہ فاتحہ وقل ہو اللہ احد پڑھا تو سواے موت کے سب سے محفوظ ہو گیا۔ رواہ البزار۔ حدیث ابو ہریرہ
مین ہو کہ جس مکان مین سورۂ بقرہ پڑھی جاوے اسمین شیطان داخل نہین ہوتا ہو۔ رواہ مسلم۔ حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مین ہو کہ مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حضوری مین موجود تھا کہ اتنے مین ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا ایک بھائی بیمار ہو آپ نے فرمایا کہ کیا بیماری ہو اسنے عرض کیا
کہ اسکو لمم ہو آپ نے فرمایا کہ اسکو میرے پاس لا پس اعرابی نے لاکر آپکے روبرو رکھا پس آپ نے اسپر پڑھکر پھونکا اسطرح کہ سورہ فاتحۃ الکتاب اور
اول آیہ سورۂ بقرہ اور قولہ تعالیٰ والٰھکم الٰہ واحد دو آیتین اور آیۃ الکرسی و آخر سورۂ بقرہ سے تین آیات اور سورۂ آل عمران سے شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو
الآیہ اور سورۂ اعراف سے ایک آیت ان ربکم اللہ الآیہ اور سورۃ المؤمنین کا آخر فتعالی اللہ الملک الحق الآیہ اور سورۃ الجن مین سے ایک آیت وانہ تعالیٰ
جد ربنا الآیہ اور سورۃ الصافات سے دس آیات اور آخر سورۃ الحشر سے تین آیات اور قل ہو اللہ احد و معوذتین پڑھکر تعوذ فرمایا پس وہ شخص اُٹھ بیٹھا گویا
کچھ بیماری نہ تھا۔ رواہ عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند باسناد حسن اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین صدقۃ الفطر کے جنی چور کے قصہ مین جو اپنی محتاجی کے
عذر سے چھوٹ جاتا اور ہر بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہو پھر آویگا اور یہی ہوتا حتی کہ تیسری بار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
تجھے ضرور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لیجاؤنگا پس اسنے التجا کی کہ چھوڑ دے اور سکھلایا کہ تو بستر پر جاکر آیۃ الکرسی پڑھ لیا کر کہ برابر تجھپر اللہ تعالیٰ کی
طرف سے حافظ ہوگا اور شیطان تجھسے قریب نہوگا پھر صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپنے فرمایا کہ وہ خود جھوٹا ہو مگر یہ بات اسنے تجھسے سچ کہی
رواہ البخاری۔ اور مترجم نے آیۃ الکرسی کی تفسیر مین مع دیگر احادیث الباب کے ذکر کیا ہو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے آکر حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی چیز تعلیم فرمائیے کہ نافع ہو آپنے فرمایا کہ تو آیۃ الکرسی پڑھ کہ وہ تیری ذات و تیری اولاد کی حفاظت کریگی و تیرے گھر
کی حفاظت کریگی حتی کہ تیرے گرد گھرون کی حفاظت کریگی۔ رواہ المحاملی عن الحسن مرسلا جب بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھے کہ کیا جن محفوظ ہو الدیلمی کی

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ جب تم مین سے کسی کا جانور سرکش ہو تو اسکے کان مین یہ آیت پڑھے افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السمٰوات والارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون
البیہقی۔ اور اس باب مین اسقدر کثرت آثار ہو کہ اسکے بیان مین اصل مقصود مین تاخیر ہوگی حالانکہ مترجم نے اکثر اپنے اپنے مواقع تفسیر مین ذکر کیے ہین
فصل جب آدمی بیان سے مستفید ہوکر مرضیات الٰہی عز وجل مین مستقیم ہوا اور اسکے کلام پاک کی تلاوت و اسکے اوامر و نواہی پر عامل و اسکے معانی کی
ہدایت پر مگر شیطان و نفس سے محترز ہوا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسکی جسمانی تاریک حجاب مرتفع ہوتے و انوار روحانی ظہور کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ

اسکو اس کتاب پاک سے وہ علم عطا فرماتا ہے جو اسنے نہین سیکھا اور نہ وہ سیکھ سکتا تھا چنانچہ طبرانی کی حدیث مین ہے کہ جب آدمی نے علم کے موافق عمل کیا
تو اللہ تعالی اسکو ایسی چیز کا علم عطا کرتا ہے جو اسنے جانا نہین ہے پس ضرور ہوا کہ آدمی قرآن پاک کے حسب استعداد تفسیر و تاویل و علوم سے واقف ہو واضح ہو کہ
تفسیر چار طرح پر ہے ایک وہ کہ عرب اپنی زبان مین جانتے ہین مثلا قولہ تعالی واوتیت من کل شیٔ ولها عرش عظیم یعنی ملکہ سبا دی گئی ہے ہر چیز سے اور اسکے
واسطے تخت بزرگ ہے پس عرب ہر ایک اپنی زبان مین ہر لفظ کے معنی جانتا ہے دوم وہ تفسیر کہ جسکو علما جانتے ہین اور وہ مثلا ملکہ کے متعلق حالات ہین
اور یہ فہم کہ کل چیز سے یہان مراد اسکی لیاقت کے کل چیزین ہین جو بادشاہون کے واسطے ہوا کرتی ہین چنانچہ اسکو آسمان یا ستارون وغیرہ مین سے
کچھ نہین دیا گیا تھا پس وہ تفسیر اسطرح بیان کرینگے کہ ملکہ سبا اپنے لائق ہر چیز دی گئی تھی سوم وہ تفسیر کہ بمقتضائے علم خاص سے
ظاہر معنی جو دو وجہ کو محتمل ہین اسمین سے ایک وجہ با قرآن و دلیل بیجا وی مثلا قولہ المطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء اور قروء بمعنی حیض و طہر مشترک
ہے لیکن مثلا بدلیل حدیث کہ باندی کے طلاق دو ہین اور اسکی عدت دو حیض ہین کما رواہ الترمذی - تو معلوم ہوا کہ آیت عدت مین قروء
بمعنی حیض ہین پس آزاد مطلقات تین حیض تک عدت بیٹھین اور اسی قسم سے وہ تفسیر جو علمائے راسخین بمعنی خاص سمجھتے ہین چہارم وہ تفسیر
کہ سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا ہے اور کبھی ایک ہی آیت مین دو جہت ہوتی ہین ایک جہت سے اسکو عام یا علما سمجھتے ہین اور دوسری جہت سے اسکو
سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا ہے مثلا جنت کی راحت و خیر ہے کہ قدرت بالغہ الٰہیہ سے یہ عیش و نعمت ہمکو معلوم و یقینی ہے لیکن اسکی کیفیت و لذت ابھی
مخفی ہے اور اسوقت معلوم ہوگی کہ جب فضل الٰہی عزوجل سے یہ نعمت نصیب ہو اور واضح ہو کہ منجملہ اسرار الٰہیہ عزوجل کے جو عقل و حکمت ہین ایک یہ امر کہ عالم
تمام جو قبضۂ قدرت حق عزوجل مین ہے اور وہ رائی سے کم حقیقت رکھتا ہے اسمین سے ہر چیز بذات خود مختار و مؤثر نہین ہو سکتی ہے بلکہ اللہ تعالی ہر چیز
کو جس صفت و اثر سے چاہتا ہے ظاہر فرماتا ہے صرف اتنی بات ہے کہ عموما بندون کے لیے آثار معلومہ ہین بیان یہ کہ مثلا ابر سیاہ نمودار ہوا تو عادتا سے
تجربہ ہوا ہے کہ جھوم کر پانی برسیگا لیکن مطمئن نہونا چاہیے کہ قوم فاسق پر اس سے آگ برسے جیسے قوم ہود کے واسطے ہوا اور اسیطرح فلان مہینہ
و موسم برسات ہے حالانکہ محتمل ہے کہ اسوقت قطرہ نہ برسے اگرچہ بادل اٹھے چنانچہ بارہا قحط کے مواسم مین لوگون کو تجربہ ہو چکا اور اسی قبیل سے
سنگریزہ و درخت ہین کہ انکا نطق و گویائی معروف نہین ہے لیکن جب اللہ تعالی نے چاہا تو بارہا متواتر انھون نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے
گواہی دی اور اسیطرح جن چیزون کو اللہ تعالی نے اس عالم مین نظر سے مخفی کر دیا ہے انکا اظہار کسی کے اختیار مین نہین ہے اور اسی قسم سے غار اصحاب کہف
ہے اور اس قسم کے امور بہت معلوم ہین اور مترجم نے بالفعل انکا بیان اسوجہ سے موخر کیا کہ اہل جہالت و کفر اسمین مرتاب و ورطۂ ضلالت مین
پڑینگے حالانکہ پارسیون کو آگ مین کودنے و نظر بند و ایسے تماشے کو دیکھکر اقرار کرتے اور متحیر ہوتے ہین اور یہ تنبیہ نہین ہوتی کہ حقیقی حکمت الٰہیہ اس سے کہین اعلی
و اشرف و الطف ہے اور اسمین کچھ وجہ ارتیاب نہین ہے لیکن جب نور نہو تو تاریکی لازمی ہے - واضح ہو کہ اللہ تعالی نے اس کتاب پاک مین اعجاز بلیغ
فرمایا کہ ایک ہی خطاب قدرت مین ہر درجہ کی تعلیم موجود ہے حتی کہ عامی سے لیکر پیغمبر تک ہر ایک درجہ کا آدمی اپنی استعداد کے لائق معانی و معارف
سمجھ لیتا ہے پس عامی ابتدا مین یہ جانتا ہے کہ اسمین صرف یہی معانی ہین جو مین نے سمجھ لیے پھر جب اسپر عمل کیا تو وہ نور مزید حاصل کرتا ہے
تو عجب دیکھتا ہے کہ گویا مین نے یہ آیت ہی نہین پڑھی تھی اسیواسطے حدیث علی رضی اللہ عنہ مین وارد ہوا کہ لا تنقضی عجائبه - اسکے عجائب کبھی
منقطع نہین ہوتے ہین[۱] - اور بھید یہ کہ اسرار و معارف غیر متناہی ہین پس کسی حد پر انتہا نہین ہے پس معلوم ہوا کہ یہ اعجاز مقدور بشری سے خارج ہے
اور ابتدائے خطاب ایسے طور پر ہے کہ ہر عام اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اسی وجہ سے ہر پیغمبر اپنی قوم کی زبان مین آتا تھا اور یہ دلیل ہے کہ زبان عجم
کل قوم عجم پر لازم ہے اور واضح ہو کہ تفسیر کی ضرورت یہ کہ قرآن پاک علم الٰہی مین ازل سے معجزہ باقیہ دائمہ تھا لہذا ایسے وقت پر نازل ہوا

۱ علی ... جمیع العلم فی القرآن الخ

کہ عرب کو بلاغت وفصاحت مین نہایت غرہ تھا یعنی کہ جب نازل ہوا تو اسکی بلاغت وفصاحت کے مقابلہ مین تمام عرب چپ ہو گیا حتی کہ جو ایمان بھی نہین لائے وہ اسکے سحر کے قائل ہوئے پس یہ معلوم ہوا کہ وہ تو کلام الٰہی ہے اور سحر کہنا انکی جہالت تھی لیکن یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن اعلای بلاغت وفصاحت پر ہے پس صحابہ رضی اللہ عنہم اسکے ظواہر اور بہت سے دقائق معانی پر خود متنبہ ہوتے اور اللہ تعالی نے انکی ارواح کو کامل ظہور پر کیا تھا کہ انکی عقول نہایت صافی اور انکے اسرار نہایت وسیع تھے کیا نہین دیکھتے ہو کہ انھون نے عجم مین جو مساجد اپنی انظار نورانیہ سے قبلہ رخ بنائی ہین آج مہندس کامل انکی ٹھیک جہت پر حیران ہے اور باوجود اسکے بہت سے علوم ودقائق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے تھے اگرچہ ابتدا مین سوال سے منع کیے گئے تھے حتی کہ علوم حکمیہ ومعارف دقیقہ خود انکو منکشف ہوئے اور باوجود اسکے بعض امور دریافت کیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے واسطے تفسیر فرمائی اور واضح ہوا اور خوب متنبہ ہو کہ اس زمانہ مین بعض سفہاء ہین کہ بوجہ حماقت کے علوم قرآن کی قدر نہین جانتے اور قرآن مین دنیا کی آرایش ویہان کی زندگی و آخرت کے اغراض ڈھونڈھتے ہین بھلا یہ محض حماقت نہین تو کیا ہے حالانکہ انکو فنا ہے دنیا کی دلیل قطعی قرآن سے دیکھکر آخرت پر کامل توجہ چاہیے اور اسوقت معلوم ہوتا کہ راہ آخرت نہایت باریک اور بہت ہی دقیق ہے تو وہ اپنے آپ کو نہایت مشکل مین دیکھتا اور اسوقت قرآن مین تفکر وتدبر سے جانتا کہ سبحان اللہ نہایت آسانی سے مجھے نجات دی اور اسوقت جو علوم ظاہر ہونگے انکو جان سے زیادہ عزیز جانیگا کیونکہ جو شخص آگ سے جل گیا اور جان سے مایوس ہوا پھر اسکو ایک اکسیر اعظم وتریاق اکبر مل گئی جسسے وہ اس درد وتکلیف سے چھوٹ گیا تو اسی سے اس چیز کی قدر پوچھو اور یہ جہلاء تو اسوقت کے منتظر ہین کہ بعد موت کے سب طرف سے آگ گھیرے حالانکہ اسوقت نجات کی کوئی راہ نہین ہے۔ اور تجھے معلوم ہو چکا کہ قرآن کا عجیب کلام معجز ہے کہ اسکے معارف کا ادراک عامی سے لیکر پیغمبر تک کے واسطے غیر متناہی ہے لہذا شیخ جوینی نے کہا کہ علم التفسیر آسان سخت ہے اور یہ لطیفہ صحیح ہے اور عامی کے واسطے مدارج عالیہ پر ترقی کی سبیل دو طرح ہے اول یہ کہ ظاہر تفاسیر کو سمجھکر عامل ہو اور وقتًا فوقتًا فضل الٰہی عز وجل کو دیکھتا جاوے حتی کہ اسکو انکشاف شروع ہو اور دوم یہ کہ ظاہر تفسیر سمجھکر عمل کے ساتھ قلب کی حفاظت کرے کہ یہ بہت جلد عروج کا طریقہ ہے۔ بالجملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح سیر اب غیر ممکن ہے کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض برکت سے جو انکو حصول ہوتا تھا اب نہین ہو سکتا لیکن فیض مسدود نہین اور حاصل کرنا اسکی راہ ہے اور اللہ تعالی نے اسکو آسان کر دیا۔ بقولہ تعالی ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر۔ اور اللہ تعالی نے لوگون کی توجہ نکرنے پر توبیخ فرمائی۔ بقولہ تعالی افلا یتدبرون القرآن۔ وقولہ تعالی لہم قلوب لایعقلون بہا۔ اور اہل غور کی مدح فرمائی۔ بقولہ تعالی یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ اور بظاہر آیات واحادیث بہت کثیر ہین۔ اور اسی علم سے فقہ وحکمت حاصل ہوتی ہے وقال تعالی یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ اور ہمارے زمانہ کے سفہاء سے عجب ہے کہ وہ لوگ حکمت کے معنی کو جو فلسفہ مین مذکور ہین کہ اعیان موجودات کو بقدر وسعت انسانی دریافت کرنا بڑی جستجو سے لیتے ہین حالانکہ خود اپنی ابتدا وانتہا واپنی ذات سے بے خبر و آغاز وانجام سے بے فکر محض گمراہی مین پڑے ہے کہ چند روز بعد مر جاتے ہین اور جو کچھ دریافت کیا سب طاق پر چھوڑ جاتے ہین حالانکہ وہ بھی اٹکل وقیاس تھا کیونکہ علم کے معنی قطعی ہین جیسے کوئی عدد نہین کہ وہ طاق وجفت دونون ہو۔ اور ممکن نہین کہ زید اسی حالت واسی وقت مین موجود ومعدوم دونون ہو۔ حالانکہ انکی دریافت مین یہ بات حاصل نہین ہے خصوص اجرام سماوی مین کچھ قیاسی استدلال قائم کرتے ہین جنمین سے کوئی دلیل قطعی بدیہی نہین ہے بلکہ جیسے اللہ تعالی نے فرمایا۔ وما یتبع اکثرہم الا ظنا یعنی اکثر انمین صرف اٹکل کی اتباع کرتے ہین۔ قال ان ہم الا یخرصون یعنی یہ لوگ تو اٹکل ہی لگانے والے ہین۔ التنبیہ کیا وجہ ہے کہ جہلاء جنکی عالی ہمت صرف حیات دنیا پر مقصور ہے کیون اٹکل پر جمتے ہین اور کیون علوم ومعارف حقہ سے بھاگتے ہین حالانکہ علماء ربانی جو انکے فلاسفہ وغیرہ فنون سے متبحر ہے اور وہ علوم الٰہیہ حقیقیہ سے بھی آگاہ ہے انکی نظر مین گویا یہی حماقت ان لوگون کی عیان ہے اور وہ انکی جہالت پر تعجب کرتا ہے کیونکہ اعتقاد

نہین بلکہ عقلاً اسکی نظر مین انکی جہالت عیان ہی۔ اسکی وجہ بیان کرتا ہون جسکو غور سے سمجھ لینا چاہیے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالی نے آدمی کو قواے جسمانیہ و روح
خاص سے بحکمت بالغہ مرکب فرمایا پھر قواے جسمانیہ مین حواس ظاہری و باطنی حرکات دماغی سے اشیا کا ادراک کرتا ہی اور ہر جسم اپنے منافع و مضار کو جانتا اور
اپنے حواس سے اسکے اسباب بہم پہونچاتا ہی حتی کہ جانورون مین بھی یہ ادراک موجود ہی کہ بکری اپنے دشمن سے بھاگتی اور شیر بفیہ کی پتی نہین کھاتی ہی
اور (بیا) اپنے واسطے نہایت خوب جھونجھ بناتا ہی کہ جو آدمی کی ساخت سے نہین بن سکتا اور آدمی بھی اپنے حواس کو عمدہ عمدہ اسباب کی ساخت
مین کام مین لاتا ہی اور مجموعی حواس ملاکر آدمی مین بہ نسبت جانورون کے زیادہ قوی و مفید ہین اگرچہ بعض حواس بعض خاص جانورون مین آدمی سے
بہتر ہوتے ہین مثلاً گدھ کی نظر و شیر کی قوت وغیرہ لیکن مجموعہ حواس سے انسان ہی انپر غالب ہی چنانچہ وہ ایسے آلات و اوزار و کلین بناتا ہی کہ سب
جانورون کو مطیع کرلیتا ہی اور روے زمین پر اسی کی حکومت غالب ہی۔ پھر ان حواس کی ترکیب و ادراک صرف مادیات سے متعلق ہوتی ہی اسیواسطے
یہ اوزار و کلین و فنون ریاضیہ جسقدر رہین عمر نمو مین خوب حاصل ہوتے ہین کیونکہ دماغ مین تر و تازگی سے اشکال و صورتون کی ترکیب
جمتی ہی اسیواسطے زیادہ عمر مین جس شخص کو ریاضی پڑھائی جاوے باوجودیکہ بچون کا فن ہی اس بوڑھے کو نہین آتی ہی اور یہ بدیہی مشاہدہ
موجود ہی۔ پھر یہ حواس جن سے مادیات کا ادراک ہی جس شخص مین جسقدر قوی ہون اور جسمین انکا تجربہ زیادہ ہو وہ سب مین ممتاز ہوتا ہی اور
سب اسی مین شریک ہین لیکن یہ شخص ممتاز بھی ہنوز جانورون مین داخل ہے اور اسکو ایسی ترقی نصیب نہین ہوئی کہ وہ عقل کے مرتبہ کو
پہونچے۔ یہان بعض جانورون کو تعجب ہوگا کہ یہی تو عقل ہے جسکا بیان ہوا اور ہمنے آدمی مین کوئی عقل دیگر نہین دیکھی مین کہتا ہون کہ بیشک
اللہ تعالی نے جسکو جسم سے عروج نہین دیا وہ عقل سے دور ہی اور عقل تو انوار روح کی قوت اور قلبی حواس ہین اور نور روحی کا ظہور نہین ہو سکتا جب تک
حیات حقیقی حاصل نہو کیونکہ جسم درحقیقت مردہ ہی واسکے حواس کورہ بیکار ہین لیکن اگر روح کے انوار سے عقل حاصل ہو اور اس عقل کے موافق آدمی
اس جسم واسکے حواس سے کام لے تو وہ نعمت غیر مترقبہ حاصل کرتا ہی جسکی نظیر نہین ہی اور اگر یہ عقل نہین تو جسم اپنے حواس سے صرف اپنی راحت و آرام تن پروری
کے اسباب ایک اجل محدود تک کے لیے حاصل کرتا اور تن پروری سے محظوظ ہوتا ہی اور جب اجل محدود آگئی تو یہ تن خوار و اسیر عذاب پائدار ہو جاتا ہی
اور اس حالت مین یہ شخص صرف جسم واسکے حواس کے احاطہ مین ہی تو ان حواس کا عروج انتہا درجہ مادیات عالم ہین لیکن انتہا اسکی نازل ہی کیونکہ جسم
اپنے مرکز ثقل کی جانب مائل ہی اور وہ زمین ہی کیونکہ اسکی ترکیب خاک و باد و آب و آتش سے ہی پس وہ مادیات واسکے متعلق خواص و حرکات و سکنات سب
قیاسات و اٹکل کو بوجہ طبعی مجانست کے مان جائیگا اور اسی مین اسکی رغبت کامل ہی ولہذا وہ ان حواس و اٹکل کے لیے حقیقت امور کو ماننے مین
دریغ نہین کرتا اور اگر وہ ان حواس سے عروج کر گیا اور حقیقی حیات تک فائز ہوا اور وہ اسطرح کہ اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم پر صدق محبت ایمانی سے ایمان لایا
اور حی القیوم سے زندہ ہوا تو وہ عقل کے مرتبہ پر فائز ہوا اسیواسطے اللہ تعالی نے اسکو زندہ فرمایا اور کفار کو مردہ فرمایا۔ وقال تعالی یا ایہا الذین آمنوا
استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم الآیہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے زندہ کرنے کے امور کی جانب بلادین تو فوراً مانو پس جب یہ زندہ اور
عاقل ہوا تو تاریکی سے خارج ہوتا جائیگا۔ قال تعالی اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور حتی کہ اسکے تمام جسم کو طاعات کے انوار سے
منور فرماتا ہی اور وہ شمع ایمان جو قلب مین روشن ہی تمام جسمانی رگ و ریشہ مین اسکی روشنی فائز ہوتی ہی چنانچہ تفسیر قولہ تعالی اللہ نور السموات والارض
مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح الآیہ کے تحت مین دیکھو۔ اور قولہ تعالی افمن جعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس الآیہ کی تفسیر مین دیکھو۔ پس یہ عقل ہی کہ جسکا میلان
کی جانب سے انوار روحانیہ کی روشنی ہی قال تعالی وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون چنانچہ شرک و کفر کی پلیدی
اللہ تعالی نے ان لوگون پر ڈالی جو عقل نہین رکھتے ہین۔ کیونکہ روے زمین تمام کافرون سے بھری ہی اور انکی باتون پر غرہ نہو کہ وہ سواے

ان حواس کے عقل کے معنے نہین جانتے ہین بھلا وے کب اقرار کرینگے کہ ہمین عقل نہین ہے کیونکہ قوت حواس کے سواے وہ لوگ عقل کی صورت سے کبھی آگاہ نہین ہوئے پس یہ بیچارے معذور ہین کہ جس شخص عنین نے کبھی لذت جماع نہین پائی وہ کیا جانے اور جسنے کبھی شیرینی نہین چکھی وہ کیونکر بیان کرے ۔

اور اسی سے تجھے معلوم ہوگیا کہ آدمی مین کبھی عقل کا نور ہوتا ہے حالانکہ حواس مین قوت نہین ہوتی ہے مثلاً جسم ہی ضعیف ہو وقال تعالی ومن یرغب عن ملة ابراہیم الا من سفه نفسه یعنی ملت توحید سے وہی منہ موڑیگا جو سفیه النفس بے عقل ہو۔ اسیواسطے ابو حنیفہ رح نے استنباط فرمایا کہ مومن کبھی سفیه نہین ہوتا حالانکہ یہ گروہ کفر ہر ایسے شخص کو بے وقوف جانتے ہین جو انکے مانند حواس نرکھتا ہو کیونکہ انکی اصطلاحی عقل تو یہی حواس ہین اور بیشک اُس شخص کے حواس مین قوت کفر نہین ہے تو وہ بیشک کافرون کی عقل نہین رکھتا حالانکہ بحمد اللہ سبحانہ تعالی وہ حقیقی عقل رکھتا ہے اور معارف حقیقیہ مین وہ ایسے معارج عالی پر ہے کہ وہان کسی کافر کا نشان ہی نہین ہے پھر اسکو ان جانورون کے استعجاب و طعن سے کچھ باک نہین ہونا چاہیے وقد قال تعالی ولقد ذرأنا لجهنم کثیرا من الجن والانس لهم قلوب لا یفقهون بها ولهم اعین لا یبصرون بها ولهم آذان لا یسمعون بها اولئک کالانعام بل هم اضل واولئک هم الغافلون پس درحقیقت گروہ کفر وشرک جانورون سے بدتر اور محض غافل لوگ ہین جنکی ہمت دنی صرف اسی حیات دنیاوی مین منحصر ہے لاچار جبین ہی انکا مستقر ہے کیونکہ اس پستی سے عروج نہین اور عقل ندارد کہ اس تناگاہ کو دیکھین۔ قال تعالی واضرب لهم مثل الحیوة الدنیا کماء انزلناه من السماء فاختلط به نبات الارض الآیه یعنی ان کافرون کے واسطے حیات دنیا کی مثال یہ کہ جیسے ہمنے آسمان سے پانی نازل فرمایا جس سے زمین کی پیداوار گنجان نکلے پھر دیر نہ گذری کہ وہ ہواءین تنکے اُڑتے پھرتے ہین۔ اسیطرح آدمیون کی پیدایش و قوت مین بہت کم فرق ہے پھر ان لوگون کی ہمت جس چیز کی جانب بدنارت سے مائل ہے یہ کچھ بھی عقل نہین ہے اعاذنا اللہ من ذلک الضلال۔

فصل اصحاب عقل سے خطاب ہے کہ اے بندگان حق تم تو کلام ربانی سے مستفید ہو اور عقل کی نعمت سے حکمت حاصل کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حکمت معرفت قرآن ہے کہ اسکے محکم ومتشابه ومقدم ومؤخر وحلال وحرام وامثال وعبرت سے آگاہ ہو۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ قوله من یؤت الحکمة۔ ابن عباس نے کہا کہ یعنی تفسیر القرآن۔ کیونکہ تلاوت تو ہر شخص کرتا ہے۔ رواہ ابن مردویه من طریق جویبر عنه ابو الدرداء رض نے کہا کہ حکمت مع تلاوت و فکرت ہے رواہ ابن ابی حاتم۔ یہی قول مجاہد وابو العالیه وقتادہ کا ہے۔ رواہ ابن جریر قال تعالی وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون یعنی یہ سب تو لوگون کیلیے ہم ضرب المثل بیان کرتے ہین اور سواے عالمون کے اسکو کوئی عقل مین نہین لاتا۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ لوگ مطلقاً تلاوت کرتے ہین اور اسکو معانی وحقائق تفسیر سے معلوم کرنا علما کو نصیب ہے۔ پس جسنے اسکی تفسیر جان لی وہ زمرۂ علما مین داخل ہے۔ عمرو بن مرہ سے روایت ہے کہ جب مین کسی آیت پر گزرتا کہ جسکی تفسیر مجھے نہین معلوم ہے تو مین غمگین ہوتا تھا اسواسطے کہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ وما یعقلها الا العالمون رواہ ابن ابی حاتم۔ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جو شخص قرآن تلاوت کرتا اور اُسکی تفسیر نہین جانتا ہے وہ ایسا ہی جیسے اعرابی شعر پڑھتا رہتا ہے۔ رواہ ابو ذر الهروی۔ اور اسی باب مین صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین سے کثیر روایات ہین۔ بالجملہ قرآن الہی منبع ہر حکمت ومعدن ہر فضیلت ہے اور اسی کی تفسیر جاننا حصول نعمت ہے

فصل کیفیت تفسیر وآداب مفسر علما نے کہا کہ جو شخص کتاب الہی عزوجل کی تفسیر چاہے تو اولاً اسکو خود کتاب الہی سے تلاش کرے کیونکہ جو ایک جگہ مجمل ہے وہ دوسری جگہ مفسر ہے اور جو ایک جگہ موجز ہے وہ دوسری جگہ مبسوط ہے پھر اگر یہ اسکے ادراک سے باہر ہو تو اسکی تفسیر کو حدیث سے تلاش کرے کیونکہ حدیث بالکلیه تفسیر قرآن ہے۔ حتی کہ شافعی رح نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ حکم فرمایا وہ آپنے قرآن مجید سے معلوم کیا ہے بدلیل قوله تعالی انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ الآیه۔ اور حدیث مین ہے کہ مجھے قرآن مجید اور اسکے مثل عطا کیا گیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ عکرمہ نے ابن عباس رض سے حدیث کے واسطے قرآن سے اصل دریافت کی و بارہا خود بیان کی چنانچہ انشاء اللہ تعالی مواقع آیات مین معلوم ہوگا۔ اگر

۳

سنت مین نہ پاوے تو اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم جو شاہد مشاہد الوحی ہین انکی تفسیر بمنزلہ مرفوع ہے کما ذکرہ الحاکم شیخ ابو طالب الطبری نے اوائل تفسیر مین فرمایا
کہ منجملہ شروط مفسر کے یہ کہ اعتقاد صحیح و لزوم سنت پر مستقیم ہو ورنہ جسکے اعتقاد مین نقص ہو اسکو دنیاوی معاملات مین مامون نہین رکھتے ہین تو کیونکر دین
و اسرار آلہی مین اسکی بات پر اعتماد ہوگا اور شک نہین کہ وہ فتنہ برپا کریگا جیسے باطنیہ و روافض کا حال ہے۔ اقول صاحب کشاف معتزلی نے بارہا
ذیل مین بطور ضلالت معتزلہ ایسی خفی تفسیر کی کہ بہت سے عوام اسمین دھوکا کھاتے ہین اور اس زمانہ مین فرقہ نیچر ایک فرقہ ہے جو ہر طرح عوام
اپنا نام و دعوی اسلام ظاہر کرتے اور اعتقاد و اقوال مین محض ملحد ہین انکے اعتقادات باطلہ مین سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال عقل سے
اسوقت کے خیالات کے موافق یہ احکام جاری کیے اور بہت سے امور اسمین موافق اسوقت کے خیالات کے بیان کیے جو فی الواقع نہین ہین
جیسے آسمان ندارد ہے اور زمین گرد آفتاب گھومتی ہے اور ملائکہ و جن وغیرہ غیر محسوسات کوئی چیز نہین ہین اور یہ سب کفر و الحاد و زندقہ ہے اور
بحمد اللہ تعالی مترجم نے آیات کی تفاسیر مین تحقیقات کی ور انکے اقوال فاسدہ کے بطلان کے لیے علیحدہ رسالہ لکھا ہے اور عجب کہ انمین سے بعض نے قرآن کی
تفسیر کے نام سے الحادی کتاب لکھی اور اسکی غرض اصلی یہ کہ عوام مسلمانون کے اعتقاد مین فتور پیدا کرے اعاذنا اللہ تعالی و جمیع المومنین من فتنۃ تلک
الدجاجلۃ۔ اور حدیث صحیح کا معجزہ صادق آیا کہ بہت سے گروہ میری امت کے ملحدین و مشرکین مین شامل ہوجاوینگے ثم قال الشیخ و از انجملہ مفسر پر
واجب ہے کہ وہ اس تفسیر پر اعتماد کرے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو یا صحابہ رضی اللہ عنہم یا انکے حاضرین تابعین رحمہم اللہ تعالی سے
وارد ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ تبع تابعین مثل سفیان الثوری وغیرہ سے بھی جو قول آیا وہ انکے تقوی و ورع سے اسی پر محمول ہے کہ انھون نے کسی تابعی سے
بطور وثوق حاصل کیا ہے کیونکہ قرآن مجید مین رائے سے کہنا کبیرہ گناہ ہے ثم شیخ نے کہا کہ جدید قول و حدث و بدعت سے اجتناب کرے۔ اور
اگر اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم متعارض نظر آوین تو انمین جہانتک جمع کرنا ممکن ہے توفیق دے مثلا الصراط المستقیم کے معنی مین سب کے اقوال کا مرجع
ایک ہی معنی کے جانب ہے اگرچہ عبارات مختلف ہین پس ایسا قول اختیار کرے جسمین سب داخل ہین کیونکہ طریقہ قرآن و سنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم و ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما مین کچھ بھی مخالفت نہین ہے کیونکہ تمام صحابہ و تابعین متفق ہین کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت عین موافق
سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے پھر انکے بعد البتہ جو کچھ فتنہ پھیلا وہ پھیلا اور وہ بھی آخر زمانہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا
پھر اگر ان اقوال مین موافقت ممکن نہو تو اس باب مین جو تفسیر مسموع مرفوع ہے اسی پر اکتفا کرے اور اگر مرفوع حدیث نہو تو موافق قواعد اصول کے ان اقوال
مین سے کسیکو ترجیح و تقویت دے۔ مترجم کہتا ہے کہ مجھے بعض محققین کا قول درست معلوم ہوا کہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم مین کہین تعارض نہین ہے اور مترجم نے
بہت سے مقامات پر وفاق کا اشارہ کیا لیکن بعض وجوہ کا معلوم کرنا ضرور ہے از انجملہ یہ کہ کبھی بعض سلف سے بعض روایت ثبوت نہین ہوتی
لیکن بعض متاخرین بحذف اسناد اسکو ذکر کرتے ہین حالانکہ انمین ضعف معروف تھا پھر متاخرین پر اسکا مفہوم دشوار ہو گیا اور کبھی اسناد صحیح ہوتی ہے
لیکن راوی نے اسکے مفہوم مین خطا کی اور اپنی مفہوم کو روایت کیا اور کبھی مفہوم مین خطا نہین مگر تفسیر مذکور مواقع و محل کے بطور جواب ہوتی ہے
جسکو راوی نے عموما روایت کیا اور کبھی اصل تفسیر بطور نص کے صحیح ہے اور دوسرا عالم سے بطور اشارہ و دلالت کے دوسرے معنی مرادی ہین حالانکہ ان
دونون مین درحقیقت کچھ منافات نہین ہے حتی کہ اکثر ایک ہی صحابی سے ایسی دو تفسیرین وارد ہوتی ہین اور اسی قبیل سے اسباب نزول مین
ہوتا ہے کہ آیت کے نزول کے وقت ایک واقعہ خاص تھا جسکا حکم اس آیت کریمہ سے لیا گیا اور یہ حکم خاص ایک صحابی نے روایت کیا پھر آیت کریمہ
کا حکم قیامت تک جسطرح امت پر لازم ہے وہ دوسرے صحابی نے روایت کیا تو دونون مین کچھ منافات نہین ہے از انجملہ تفسیر مین اختلاف کبھی بسبب اشتراک
لغت عرب یعنی اجتہاد ہے مثلا قولہ تعالی ثلثۃ قروء کہیں قرء لغت مین کبھی بمعنی حیض آتا اور کبھی بمعنی طہر آتا ہے پس اول پر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ

مطلقہ عورتین تین حیض تک انتظار کرین اور دوم پر معنی یہ کہ تین طہر تک انتظار کرین آز انجملہ ایک مقام پر حکم مطلق ہے مثلاً بردہ آزاد کرنیکا حکم ہے
اور ظاہر یہ کہ بردہ یعنی لونڈی غلام کبھی کافر کبھی مومن ہوتا ہے اور کفارۂ قتل مین بردہ مومنہ آزاد کرنیکا حکم ہوا پس اگر مطلق کو مقید پر محمول کرین
تو اول مقام پر بھی یہی معنی ہونگے کہ بردہ یعنی ایمان والا بردہ آزاد کرو بالجملہ جمیع امور مذکورہ مین وجوہ اجتہاد جاری ہین وہ اختلافات نہین ہین اور
نہ از قبیل تفسیر ہین کیونکہ کلام الٰہی عزوجل کے واسطے کوئی مجتہد یہ نہین کہہ سکتا کہ کلام کے یہی معنی ہین آز انجملہ نہایت ضروری تنبیہ وہ ہے جو مترجم نے
شروع فصل تفسیر مین بیان کی کہ تفسیر کے چار مراتب ہین اور یہ معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سعید بن منصور نے سنن مین بسند صحیح روایت کیے ہین
لہذا کہا گیا کہ متشابہات حروف مانند قولہ تعالیٰ الٓمٓ مین یہ معنی منصوص ہین کہ لایعلم تاویلہ الا اللہ اور یہان وقف کرکے شروع کیا کہ والراسخون فی العلم
یقولون آمنا بہ اور یہی حضرت ابن عباس وغیرہم سے مروی ہے اور باوجود اسکے حضرت ابن عباس رضی سے الٓمٓ کی تفسیر بھی بسند صحیح مروی ہے پس وجہ یہ ہے
کہ تاویل کے معنی خاص ہین یعنی مایؤل الیہ الامر اور یہ ایک قسم تفسیر ہے جسکی نسبت ابن عباس رض نے فرمایا کہ وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے پس تاویل کے
اس معنی پر قراءت مین الا اللہ ؔ پر وقف ہے اور دوسرے معنی تاویل کے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مراد تک وصول نہین لیکن علماے راسخین اسکے مفہوم سے کچھ اشارات
سمجھتے ہین کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ جسنے علم کے موافق عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو ایسا علم عطا فرماتا ہے جو اسنے نہین جانا اسیواسطے راسخین فی
العلم کی تفسیر مین وارد ہوا کہ وہ عالم جسنے اپنے علم کے موافق عمل کیا پس معلوم ہوا کہ راسخین فی العلم کو بعض علوم اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے تو الٓمٓ
مین بھی انکو بعض معانی کا علم ہوا لہذا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے الٓمٓ کی تفسیر مین بھی روایت صحیح ہے بلکہ بعض اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے
پس یہ تاویل نہین بلکہ تفسیر ہے و لہذا ایک قراءت مین بھی وقف فی العلم پر ہے یعنی لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم ؔ پھر قولہ تعالیٰ یقولون آمنا
الآیہ شروع ہے پس دونون قول کے موافق آیت کریمہ یون لکھی جاتی ہے لا یعلم تاویلہ الا اللہ ؔ والراسخون فی العلم ؔ یقولون آمنا بہ کل
من عند ربنا الآیہ پس دونون قول اپنی اپنی وجہ پر حق ہین اور دونون مین کچھ منافات نہین ہے اور مدار یہ کہ تاویل سے اگر حقیقت تاویل
مراد ہے تو یہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے اور اگر تفسیر بعطاے الٰہی مراد ہے تو اللہ تعالیٰ یہ بھید اپنے بندون مین سے راسخین فی العلم کو عطا فرماتا ہے
کہ وہ بعض اسرار سمجھتے ہین جو عوام نہین سمجھتے ہین پس لہذا ضرورت ہے کہ تفسیر کے واسطے ایسا عالم ہو جو راسخ فی العلم ہے اور کچھ شک نہین کہ قلب منور و محفوظ مین جب وساوس سے نہ
وہوا جس نفس کا خلو نہین تو جو علم اسمین حاصل ہو وہ از جانب حق عزوجل تفہیم ہے اور بعید یہ ہے کہ افعال العباد سب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلوقات
ہین تو تفہیم بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے حاصل ہوگی چنانچہ بکریون کے کھیت کھا جانے کے معاملہ مین جو مقدمہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے
پیش ہوا تھا فرمایا ففہمناہا سلیمان یعنی اس واقعہ کا حکم ہمنے سلیمان کو تفہیم فرمایا پس معلوم ہوا کہ باوجود نبوت حضرت داؤد علیہ السلام کے تفہیم حضرت
سلیمان علیہ السلام کو ہوئی حالانکہ یہ داؤد علیہ السلام کے پسر ہین و حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ مین ہے کہ فہم اعطی الرجل فی القرآن یعنی فہم جو
آدمی کو کتاب الٰہی سمجھنے مین عطا ہوتی ہے کما فی البخاری حتی کہ جب اللہ تعالیٰ نہین چاہتا تو دل مین کتاب الٰہی ہونے سے بھی کچھ نفع نہین پاتا ہے
چنانچہ حدیث مین ہے کہ تونے نہین دیکھا کہ یہود و نصاریٰ ہین کہ انکو توریت و انجیل سے کچھ نفع نہین حاصل ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ مفسر کے شرائط سے
یہ کہ قلب صالح رکھتا ہو چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ مضغہ جب صلاحیت پر ہوتا ہے تو تمام جسم صالح ہو جاتا ہے اور اسکے فساد سے تمام جسم فاسد ہوتا ہے
اور قلب کی اعلیٰ اصلاح یہ کہ اسمین اعتقاد راسخ موافق سنت نبوت و اجماع سلف رضی اللہ عنہم ہو کہ یہی نور ربانی ہے اور اسی سے بندہ عالم ربانی ہوتا ہے قال تعالیٰ
ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون اور خوب متنبہ ہو کہ یون تو ہر شخص مدعی ہے کہ مین مومن صادق الایمان ہون لیکن
اسکے واقعی حال سے سوائے اللہ تعالیٰ عزوجل کے کوئی آگاہ نہین کیونکہ وہ مخلصین مومنین صادقین کہ جنکو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا و راضی ہوا ہے نہین معلوم ہے

صحہ اذا صلح صلح الجسم کلہ و اذا فسد فسد الجسد کلہ ۱۲

یہ انہیں سے ہے یا نہیں ہے بلکہ ہم خوب جانتے ہین کہ یہ اس مرتبہ کمال پر نہیں ہے لیکن ہم قطعًا جانتے ہین کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے یہ اوصاف کمال قطعی
حاصل تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے قرآن مین منصوص فرمایا بقولہ اولئک ہم الصادقون و اولئک ہم المؤمنون حقا و رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ
اور بکثرت آیات و دلائل واضحہ مثل آفتاب کے روشن ہین تو جس شخص نے اعتقاد مین انسے اختلاف و تنفر نہیں کیا وہ بھی قطعًا اعتقاد کی راہ سے اعلیٰ صلاحیت پر ہے
پس حاصل یہ نکلا کہ مفسر کی شرط یہ کہ اعتقاد مین سلف صالحین کے مطابق ہو اور اعمال مین ثقہ ہو شیخ نے لکھا کہ مقصود بہتری و سداد ہو اور اسمین جہد بلیغ نظر
رکھے یعنی تفسیر سے غرض اصلاح و نفع اسلام و صلاح مومنین ہو و قال تعالیٰ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا یعنی جنھون نے ہمارے بارہ مین جہد کیا ہم ضرور انکو
اپنی راہون کی ہدایت فرماوینگے مترجم کہتا ہے کہ ان راہون سے مراد ہر شخص کی منزلت و وصول بقدر سعادت ازلی ہے جنید نے فرمایا کہ ہر نفس کے واسطے اللہ تعالیٰ
اسکی راہ خاص ہے ہم شیخ نے لکھا کہ پھر یہ مقصود اسکو جبھی خلوص کے ساتھ حاصل ہوگا کہ جب وہ شخص مفلس دنیا سے بے رغبت ہو ورنہ شیطان اس
راغب دنیا کے واسطے کمینگاہ رکھتا ہے کہ مقصود و صواب سے روک دے شیخ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسطرح صحابہ رضی اللہ
عنہم پر قرآن پاک تلاوت فرمایا اسیطرح انکو معانی تعلیم فرمائے اور قولہ تعالیٰ لتبین للناس ما نزل الیہم الآیہ مین تلاوت و تعلیم معانی دونون شامل ہین بلکہ
تعلیم معانی خصوصًا عرب کے واسطے اولیٰ و اقدم ہے اور شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے کہا کہ ہمکو حدیث پہونچی کہ حضرت عثمان و عبد اللہ بن مسعود وغیرہ جو قرآن پڑھاتے تھے
وہ خود جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیات پڑھتے تو آگے نہیں پڑھتے حتی کہ جو کچھ اسمین علم و عمل ہے سب حاصل کر لیتے چنانچہ انھون نے فرمایا
کہ ہمنے علم و عمل ساتھ ہی حاصل کیا ہے لہذا حفظ سورہ مین انکو مدت گذر جاتی تھی مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالیٰ لتبین للناس ما نزل الیہم مین تنبیہ
بلیغ ہے کہ آنحضرت صلعم کو بندون کی تعلیم کا حکم فرمایا اور آپ کی دعوت تمام عرب و عجم سب کے واسطے عام ہے پس عجم کے واسطے تعلیم آپ کی نیابت
مین بذریعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پوری کی گئی پس قطعًا یہ خلافت نبوت و خلافت حقہ تھی پس فرقہ رافضہ سخت جاہل و منکر احکام قرآن ہے
ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم مین جب کوئی شخص سورۂ بقرہ و آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری آنکھون مین بزرگ ہو جاتا تھا۔ رواہ احمد
حالانکہ محض حفظ ان سکو ایک ہفتہ مین بہت آسان تھا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آٹھ برس مین سورۂ بقرہ حفظ فرمائی۔ رواہ الموطا یہ صرف تدبر و تفکر
معانی و علوم نفیسہ جمیلہ کثیرہ عظیمہ مین کہ انکی نہایت تک وصول غیر ممکن ہے و قد قال تعالیٰ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد
کلمات ربی۔ یعنی کہدے کہ اگر تمام سمندر میرے رب عز و جل کے کلمات کے لیے روشنائی ہو جاوے تو میرے رب عز و جل کے کلمات تمام ہونے سے
پہلے یہ روشنائی سمندر ختم ہو جاویگا و قد قال تعالیٰ و لو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام و البحر یمدہ الآیہ بحال حسن بلا مبالغہ اسی معنی مین نص ہے پس جہد
تفسیر کے واسطے عمر قلیل ہے اور معنی یہ نہیں کہ آٹھ برس مین سورۂ بقرہ پوری کر لی بلکہ معنی یہ کہ اسی قدر پر اکتفا کیا کہ آیندہ سب کا حاصل کرنا چاہیے
ہے پس بقدر کفایت لیا جاوے کہ عمر کوتاہ ہے و قد قال تعالیٰ کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا آیاتہ یعنی ہمنے تیری جانب یہ کتاب مبارک نازل
فرمائی تاکہ اسکی آیات مین تدبر کرین اور مشرکین پر ملامت فرمائی بقولہ تعالیٰ افلا یتدبرون القرآن یعنی قرآن مین صدق دل سے کیون غور و فکر نہیں
کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ نے اس تدبر کا نتیجہ ان لوگون کے حق مین فرمایا کہ فتکون لہم قلوب یعقلون بہا یعنی تدبر کی توفیق پاتے تو انکے واسطے ایسے
قلوب حاصل ہوتے کہ جنکے ذریعہ سے انکو عقل ہوتی مترجم کہتا ہے کہ یہ زندگی ہے بذریعہ حیات انوار روحی بحیات الحی القیوم اور اسکی توضیح اوپر گذر چکی بالجملہ
صحابہ رضی اللہ عنہم جو خلاصۃ الامم واسطے خلاصۃ الانبیا خاتم المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ازل مین مختار و ممتاز ہوئے تھے
انکی توجہ تفسیر القرآن کی جانب بشان مذکور بکمال اہتمام راجح تھی و رہیہ امر ظاہر ہے کہ آدمی کسی فن طب وغیرہ کی کتاب پڑھتا تو اسکے شروح و
معانی مین اسقدر کوشش کرتا ہے حالانکہ وہ صرف اسی چند روزہ زندگی کے لیے ہے اور بعد الموت کچھ نہیں پھر یہ کیونکر ہوگا کہ آدمی عین

قرآن مین کوشش نکرے اور خصوص صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب یہ گمان کرنا محض غلطی ہے حالانکہ قرآن پاک عین الحیات و روح
مومن و حبل المتین و دنیا مین بطور حفاظ اور بعد موت کے عیانا اسکا سرتاج حامی ہے اور اسکے سایۂ عاطفت مین جو سلطنت اسکے مومن کو حاصل
ہوگی اس خرابۂ دنیا مین اسکی مثال بتلانا مشکل ہے واضح ہو کہ مترجم نے بفضل الٰہی عزوجل سابق مین ذکر کیا کہ محققین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابہ
رضی اللہ عنہم سے تفسیر مین جو اختلاف منقول ہوا اگرچہ بہت کم ہے وہ بھی درحقیقت اختلاف نہین بلکہ بعضے افہام ہم لوگون کے بوجہ نقص کے ادراک نہین
کرتے ہین اور علماے راسخین ادراک کر لیتے ہین اور واضح ہو کہ تفسیر بالراے کبیرہ گناہ ہے اور مثال یہ کہ مثلاً قولہ تعالیٰ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا
من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ یعنی پھر ہمنے کتاب پاک انکو میراث دی جنکو ہمنے اپنے بندون مین سے برگزیدہ فرمایا
سو بعض انمین سے اپنے نفس پر ظالم ہین اور بعض معتدل ہے اور بعض باذن اللہ نیکیون کے ساتھ سبقت کرنے والا ہے مترجم کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص ظالم کی تفسیر کرے کہ وہ فرائض
و واجبات مین عاصی ہے تو یہ تفسیر جہالت و باطل ہوگی در صحیح مرفوع مین آیا کہ تینون قسم والے بہتری پر ہین مترجم کہتا ہے کہ خود آیت کریمہ مین
فرمایا کہ جنکو ہمنے برگزیدہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ نفس پر ظلم بحق شرعی ہے نہ بمعصیت شرعی اور اس کلام معجز کی تفسیر مین جو علوم و حقائق محتوی ہین
ایک کتاب کبیر مین آوین اور پھر بھی اپنی کوتاہی پر ندامت ہوگی در روح مومن اسکی حلاوت و لذت سے پرواز کرے تو عجب نہین ہے فسبحان اللہ لا الٰہ الا ہو
الحی القیوم وہو العلیم الخبیر

فصل ۔ طبقات مفسرین کے بیان مین معلوم ہوچکا کہ مرجع تفسیر خود بعض آیۃ بعض ہے یا حدیث یا تفسیر صحابہ و
تابعین رضی اللہ عنہم پس یہان اسی سلسلہ سے طبقات کا بیان ہے واضح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم در باب تفسیر قرآن پاک کے غایت حفظ و احتیاط
مرعی تھی اور بدون کمال رعایت کے قرآن پاک کی تفسیر مین کوئی حرف زبان سے نہین نکالتے تھے حتی کہ بعض اکابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے
کون آسمان اپنے نیچے چھپاویگا اور کون زمین اٹھاویگی اگر مین نے قرآن مین کچھ زبان سے نکالا جسکا مجھے علم حاصل نہین ہوا ہے کما روی فی السنن و در حدیث
مرفوع ہے کہ جسنے قرآن مین راے سے کہا وہ کافر ہوا ۔ الصحاح والسنن و طریقہ تفسیر آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا ۔ یہان غرض یہ کہ بوجہ کمال احتیاط و خوف
کے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہت قلیل تفسیر مروی ہے اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے تفسیر فرمائی وہ مشہورین دس ہین چارون خلفاے راشدین یعنی حضرت
ابوبکر الصدیق و عمر فاروق و عثمان ذی النورین و علی رضی اللہ عنہم و عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عباس و ابی بن کعب و زید بن ثابت و ابو موسیٰ اشعری و عبد اللہ
بن الزبیر رضی اللہ عنہم پھر خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم مین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے قلیل تفسیر کی روایت ہے اسوجہ سے کہ بعد وفات آنحضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسیلمہ کذاب وغیرہ نے دعوی نبوت کیا اور اعراب کوہ و بیابان پھر مرتد ہوگئے اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ
نے دوبارہ بزور شمشیر ان لوگون کو مسلمان کیا اور وہ عنایات الٰہی عزوجل جو ان جہادون مین شامل حال ہوئین ایک معجزۂ عظیمہ صدق رسالت
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم و برہان قطعی صدق خلافت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور اعراب مرتدین ایک جماعت عظیم تھے کہ انکو اللہ تعالیٰ نے
مغلوب کیا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت اول تو بہت قلیل قریب دو سال تھا ۔ دوم وہ ان مرتدون کے مسلمان کرنے مین صرف
ہوا اور بعد اسکے آپنے عرب کو جہاد شام و عراق پر روانہ فرمایا حتی کہ دمشق تک آپ کی حیات مین فتح ہوا ۔ سوم آپ کی حضوری مین اکثر حضرات صحابہ
رضی اللہ عنہم حاضر تھے پس بہت کم بذات خاص تعلیم کی طرف کوئی امر باعث ہوا بلکہ اہم امر خلافت اعلاے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ازہاق کلمہ
شرک و اہانت تھا اور اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک مین تمام بلاد شام و فارس و مصر وغیرہ فتح ہوئے اور کمال عنایت جناب
اعلاے کلمۃ اللہ تعالیٰ مصروف رہی حالانکہ خلیفہ برحق رضی اللہ عنہ کی حضوری مین اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے جو لوگون کو تعلیم فرماتے تھے
اور اللہ تعالیٰ نے جو فیض عطا فرمایا اس سے دعوت ختم رسالت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ آپ کے خلیفۂ اول و دوم کے تمام ملکون مین پھیل گئی

اور اسی طرح باقی بلاد اسلام خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک مین فتح ہوے اور جو کچھ اللہ تعالی نے قرآن پاک مین وعدہ فرمایا تھا
اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی پورا کیا لیکن حضرت خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضور مین زمانہ فتن کو ترقی ہوگئی اور
خود آپ کو خوارج و روافض سے آگاہی ہو چکی تھی پس باوجود ان مشاجرات کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضور مین سائلین علم بہت ہوے کیونکہ زمانہ صحابہ
رضی اللہ عنہم قریب گزرنے کے آگیا اور کثرت شہادت سے سرفراز ہوئے پس تابعین کو دریافت سے چارہ نہ تھا واکثر خطابات خطبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ
عنہ مین یاد دہانی زمانہ مبارک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وتثبت واستقامت کی نصیحت ہے اور یہی خطبات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مع مشاورت
نظام عدل شریعت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین بوجہ فتن متوحشہ کے ضرورت اعلام زائد ہوئی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتن کا ذکر
کیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا امیر المومنین آپ کو ان فتنون سے کیا غرض ہے کیونکہ دروازہ بند ہے حالانکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت
کرتے ہین کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسطرح جانتے تھے جیسے آج کے پیچھے کل ہونا معلوم ہے اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح بیت المقدس
مین قس نصرانی سے پوچھا کہ تو نے مجھے کیونکر پہچانا کہ مین حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ دوم ہون حتی کہ تو نے مجھے دیکھکر شہر سپرد
کر دیا اُسنے عرض کیا کہ ہماری کتابون مین حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے اوصاف وحلیہ موجود ہین پھر آپ نے پوچھا کہ میرے
بعد کون خلیفہ ہوگا اُسنے کہا کہ ایک شخص آپ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت سے ہوگا اور اسنے سب حلیہ وحالات بیان کیے تو آپ نے کہا
کہ رحم اللہ عثمان پھر پوچھا کہ بعد اسکے کون خلیفہ ہوگا پس اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حلیہ بیان کیا اور کہا کہ وہ خون مین پھرتا
ہوگا تو آپ نے اُسکے سر پر دھپ ماری اور کہا او گندے او گندے تو مذمت کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالی علی پر رحم کرے اسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین
میری غرض مذمت نہین ہے بلکہ میری غرض یہ کہ وہ ایسے وقت خلیفہ ہوگا کہ تلوار کھنچی ہوئی اور خون روان ہوگا اور خلیفہ چہارم خود مرد صالح ہوگا
تب آپ کا غصہ فرو ہوا۔ پس یہ آثار صریح ہین کہ اُن حضرات کے قلوب مین علم کثیرہ تھے اور کچھ حاجت انکے بیان کی نہین تھی اور وہ حاجت زمانہ
خلافت علی رضی اللہ عنہ مین پیدا ہوگئی لہذا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین شہر علم ہون اور علی اُسکا دروازہ ہے۔ السنن پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم تک اس مدینہ کا دروازہ کھولنے و علوم معلومہ نکالنے کی ضرورت اس وجہ سے نہین تھی کہ
سب مدینہ کے اندر عارف معارف اسرار حقہ آلہیہ تھے کہ افشا کی حاجت نہ تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک مین دروازہ کھولنے
اور ان علوم کو افشا کرنے کی ضرورت پڑی۔ اسی وجہ سے آپ نے تابعین کی استقامت کے لیے بہت سے اخبار ایسے ارشاد فرمائے کہ لوگون کو
صدق رسالت وصدق خلافت پر طمانینت ہوئی اور تابعین مین ایمان راسخ ہوا برخلاف عبداللہ بن سبا وغیرہ کے جو زندیق تھے کہ انہون نے بجاے
فائدہ کے اُسکو فساد کا آلہ بنایا اور لوگون کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق مین یہ اعتقاد دلایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مین اصلی نبوت کا استحقاق تھا
اور کبھی کہا کہ آپ مین الوہیت ہے اور اسی قسم کے بہت سے شرک وکفر کے اعتقادات عوام مین پھیلانے شروع کیے اور چونکہ مشیت ایزدی جاری
ہو چکی تھی آخر ایک فرقہ اُسکے دام فریب مین مبتلا ہوکر جس جماعت پر لوگ متفق تھے پھٹ کر الگ ہوگیا اور خوارج کی طرح یہ بھی جماعت سے خارج و گمراہی
مین مبتلا ہوگئے۔ بالجملہ انھین وجوہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تفاسیر کی روایات بہت ہین کیونکہ باب رحمت اُسوقت کھلنا مقدر ہو چکا تھا۔
اور یہ فیض رحمت تا قیامت اس امت کے واسطے کشادہ ہوا ورنہ علم مدینہ تک رہتا اور یہ عجیب صنعت حق عزوجل ہے کہ اللہ تعالی ایک ہی مادہ پیدا کرکے
ایک قوم کے واسطے باعث رحمت کرتا ہے اور وہی مردود گروہ کے واسطے باعث نقمت وخسارت کرتا ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ خود جہاد فریضہ مین
دونون باتین موجود ہین۔ بالجملہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایات تفسیر نہایت بہت ہین ابوالطفیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ

خطبہ پڑھتے اور فرماتے تھے کہ مجھسے جو چاہو پوچھو کہ واللہ جو کچھ مجھسے پوچھوگے تمکو بتلاؤنگا اور مجھسے کتاب اللہ پوچھو کہ واللہ جو کوئی آیت نازل
نہوئی مگر آنکہ مین خوب جانتا ہون کہ رات مین نازل ہوئی کہ دن مین نازل ہوئی اور پہاڑ مین اُتری کہ زمین سہل مین اُتری ہے۔ ابونعیم نے
حلیہ مین ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قرآن کا نزول سات حرف پر ہوا اور ہر حرف کے واسطے ظاہر و باطن ہے اور علی بن ابیطالب کے
نزدیک ظاہر و باطن کا علم ہے۔ سلیمان الاحمسی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ جو کوئی آیت نازل ہوئی مجھے ضرور معلوم ہے
کہ کس بارہ مین نازل ہوئی اور کہان نازل ہوئی۔ میرے ربنے مجھے قلب عقول و زبان سئول عطا فرمائی تھی۔ رواہ ابونعیم۔ پھر واضح ہو کہ باوجود اسکے حضرت
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ روایت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اسوجہ سے کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو اول باغیون پھر خوارج سے قتال مین زیادہ مشغولی
رہی۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ والذی لا الہ غیرہ ایسا نہین ہوا کہ کوئی آیت نازل ہوئی مگر آنکہ مجھے ضرور علم ہے کہ کس شخص کے بارہ
مین و کہان نازل ہوئی اور اگر مین جانون کہ کوئی شخص مجھسے زیادہ آگاہ بکتاب اللہ تعالیٰ ہے کہ لوگ اسکی خدمت مین سفر کرکے جاتے ہین تو مین جاؤن۔
رواہ ابن جریر وغیرہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ حبر الامہ و ترجمان القرآن ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ کو دعا دی کہ اللھم فقھہ فی الدین و علمہ
التاویل یعنی الٰہی اسکو دین کا فقیہ کردے اور اسکو تاویل کا علم دیدے۔ اور ایک روایت مین عطاے حکمت کی دعا ہے اور تیسری روایت مین تعلیم حکمت
کی دعا ہے۔ اور ابونعیم نے متعدد روایات دربارہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کین اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن عباس اچھا ترجمان القرآن ہے
رواہ البیہقی۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے بھی بزرگان بدر کے ساتھ شامل کرتے یعنی انکے جلسہ مین داخل کرتے تھے پس
شاید بعض نے کچھ اپنے دل مین پایا یعنی ناگوار ہوا تو کہا کہ یہ طفل کیون ہمارے ساتھ مین داخل کیا جاتا ہے حالانکہ ایسے ہمارے لڑکے موجود ہین پس
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ طفل اُنہین سے ہے کہ تم جانتے ہو پس ایک روز مجھے بلا کر اُنہین کے ساتھ بٹھلایا پس مین یہی گمان کرتا ہون کہ مجھے اسواسطے
بلایا تھا کہ اُنکو دکھلادین پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ لوگ قولہ تعالیٰ اذا جاء نصر اللہ مین کیا کہتے ہین پس بعض نے کہا کہ بروقت نصرت
و فتح کے ہم کو حمد و استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔ اور بعض نے سکوت کیا اور کچھ جواب نہین دیا پس مجھسے فرمایا کہ اے ابن عباس تو بھی یہی کہتا ہے۔ مین نے عرض کیا
کہ جی نہین۔ تو فرمایا کہ پھر تو کیا کہتا ہے۔ مین نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل ہے جس سے آپ کو آگاہ فرمایا یعنی جب آئی اللہ تعالیٰ کی
نصرت و فتح تو یہ آپ کی علامت موت ہے پس اپنے رب کی حمد و تسبیح کیجئے اور اُس سے استغفار کیجیے کہ وہ تواب ہے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو تو کہتا ہے
وہی مین بھی جانتا ہون۔ رواہ البخاری۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز اصحاب رضی اللہ عنہم
سے فرمایا کہ آپ لوگ کسی شخص کے بارہ مین یہ آیت نازل جانتے ہین؟ ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ من نخیل و اعناب الآیہ۔ تو انھون نے کہا کہ اللہ
اعلم۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ خشمناک ہوگئے اور فرمایا کہ کہو کہ ہم جانتے ہین یا نہین جانتے ہین پس ابن عباسؓ نے عرض کیا کہ میرے دل مین
اس آیت کے علم مین سے کچھ ہے تو خوش ہو کر فرمایا کہ اے بھتیجے اسکو بیان کر اور اپنے آپ کو حقیر مت سمجھ پس ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ عمل کے مثل بیان فرمائی گئی ہے
حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کس عمل کے مثل ہے پھر فرمایا کہ یہ ایک مرد کی مثال ہے جسنے طاعت الٰہی پر عمل کیا پھر اسکے واسطے شیطان اُٹھا دیا گیا کہ اس شخص نے
یہانتک معاصی کیے کہ گناہون نے اسکے اعمال غرق کر دیے۔ رواہ البخاری والترجمۃ مختصر۔ اور ابونعیم نے اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی
کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جماعت مہاجرین رضی اللہ عنہم مین بیٹھے پس لیلۃ القدر کا ذکر ہوا پس ہر ایک پاس جو کچھ علم تھا اُسنے بیان کیا پس حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن عباس تو کیون خاموش ہے تو بھی کلام کر اور تیری کم عمری تجھے مانع نہو پس مین نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ وتر ہے
وہ وتر کو محبوب رکھتا ہے چنانچہ اسنے ایام الدنیا سات مین دائر کیے اور انسان کو سات اطوار سے مخلوق فرمایا اور ہمارے ارزاق سات سے پیدا کیے اور ہمارے

اوپر سات سموات پیدا کیے اور ہمارے تحت مین سات زمینین پیدا فرمائین اور مثانی مین سبع سات عطا فرمائین اور اہل قرابت سے سات کا نکاح حرام کیا اور سات پر میراث کی تقسیم کی اور ہمارے اجسام سے سات اعضا پر سجود لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کا طواف خانہ کعبہ و صفا و مروہ ادا کیا اور رمی الجمار سات رکھا پس میری رائے مین لیلۃ القدر بھی رمضان کے سات آخری راتون طاق مین ہے پس عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوے اور فرمایا کہ سوائے اس بچہ کے میرے ساتھ کسی نے موافقت نہین کی۔ ابو نعیم پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر کے روایات بے شمار وارد ہین لیکن اسناد مین طریقہ اعتمادی ملحوظ رکھنا چاہیے (طریق جید) جملہ طرق الاسانید مین طریق علی بن ابی طلحۃ الہاشمی عن ابن عباس ہے۔ احمد بن حنبل نے کہا کہ مصر مین ایک صحیفہ تفسیر بروایت علی بن ابی طلحہ موجود ہے اگر کوئی شخص خاص اسی کے قصد سے سفر مصر اختیار کرے تو اسکی مشقت بمقابلہ اس نعمت کے کچھ بڑی بات نہوگی۔ ابن حجرؒ نے کہا کہ یہ نسخہ ابو صالح ہے اور ابو صالح کاتب لیثؒ نے معاویۃ بن صالح عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ روایت کیا۔ امام بخاریؒ نے صحیح مین ابو صالح کے جہت سے لیا اور اکثر اسی پر اعتماد کیا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن المنذر نے بھی اپنی درمیانی وسائط سے ابو صالح کی روایات اسناد کین۔ ایک قوم نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے خود ابن عباسؓ سے نہین سنا بلکہ بواسطہ مجاہد یا سعید بن جبیرؒ لیا ہے۔ ابن حجرؒ نے کہا کہ جب واسطہ عالم ثقہ معلوم ہو گیا تو کچھ حرج نہین رہا۔ بالجملہ اسی طریقہ پر ائمہ حفاظ نے اتفاق کیا اور دیگر طول طویل تفاسیر جو کہ جویبر عن الضحاک وغیرہ روایات کیجاتی ہین انکی اسانید مین مجہول لوگ غیر ثقہ ہین۔ (طریق دیگر) ابن جریجؒ سے بھی تفسیر مروی ہے جو امام مالک کے طبقہ مین ثقات محدثین سے ہین لیکن روایت محمد بن ثور و حجاج بن محمد کی ابن جریجؒ سے البتہ صحیح ہے ورنہ دیگر اسانید پر وثوق نہین ہے۔ (طریق دیگر) ابن ابی نجیح عن مجاہد عن ابن عباسؓ یہ بھی قریب الصحۃ ہے۔ (طریق دیگر) عطا بن دینار عن ابن عباس۔ یہ بھی قابل حجت ہے۔ (طریق دیگر) ابو روق نے جو ابن عباسؓ کی تفسیر قلیل روایت کی وہ بھی صحیح ہے۔ (طریق دیگر) اسماعیل السدیؒ نے مختلف اسانید سے ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ سے تفاسیر مروی ہین اور سدیؒ قابل حجت ہین چنانچہ سدیؒ سے ائمہ حفاظ مثل سفیان ثوری و شعبہ وغیرہ نے روایت کی لیکن سدیؒ سے جو تفسیر مروی ہے وہ اسباط بن نصر نے جمع کی اور اسباط کے ثقہ ہونے پر اتفاق نہین ہے۔ اور واضح ہو کہ ابن جریجؒ نے خالص صحیح روایات کا قصد نہین کیا بلکہ ہر آیت کے بارہ مین جو اقوال ملے انکو جمع کیا ہے۔ (طریق دیگر) مقاتل بن سلیمان نے تفاسیر روایت کین پس ہر چند کہ مقاتلؒ مین کلام کیا گیا لیکن امام شافعیؒ نے اشارہ کیا کہ مقاتل کی تفسیر اچھی ہے اور مقاتلؒ نے کبار تابعین کی ملاقات پائی ہے۔ سدیؒ کی تفسیر بواسطہ ابو مالک و ابو صالح عن ابن عباسؓ و بواسطہ مرہ عن ابن مسعودؓ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ابن جریجؒ نے بہت روایات لین اور ابن ابی حاتم نے تھوڑی روایات لین اسواسطے کہ انھون نے التزام کیا کہ جو صحیح اسناد ہو وہ لاوین۔ واضح ہو کہ حاکم نے کتاب مستدرک مین مرہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت سی تفاسیر لین اور انکو صحیح کہا لیکن شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سدیؒ کی اس اسناد سے بکثرت ایسے امور مروی ہین جنمین غرابت و نکارت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک مقدمہ ضروری علیحدہ فصل مین بیان کرتا ہون

فصل یہ امر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (۲۳) سال مین تھوڑا تھوڑا کر کے بحسب وقائع و نوازل اُترتا رہا اور مجموعہ کتاب ایکبارگی نزول نہین ہوا اور اسکا بھید انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ معلوم ہوگا۔ اور یہ قرآن مجید ہمکو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندون کے ذریعہ سے پہونچایا اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہین پس یہ برہان قطعی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے محبوب و عادل و حجت بندگان خالصین مخلصین سے ہین کہ انکے ذریعہ سے کتاب مجید ہمکو عطا فرمائی پس اگر خوارج و روافض کا قول باطل دیکھو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے صرف معدودے چند ایمان پر رہے تو لازم آویگا کہ قرآن بطور متواتر انکو نہین ملا اسواسطے کہ متواتر قطعی کے واسطے تمام دنیا کے لوگ یہ شرط کرتے ہین کہ ایسے بے شمار لوگون نے نقل کیا ہو کہ عقل ان سب کا متفق ہونا محال جانے اور یہ اسی وقت ہے کہ خلفائے راشدین و صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سب عادل ثقات اللہ تعالیٰ کے محبوب ہون

حتی کہ تمام عالم پر اسکا نقل کرنا حجت ہے اور قیامت میں کوئی یہ عذر نہیں کر سکتا کہ ہمکو پروردگار کی کتاب بطور قطعی نہیں پہونچی - اور یہ امر معلوم ہے کہ حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوا کر تمام ملکوں میں بھیجدیے اور انھیں پر متواتر عمل ہا پس قرآن وایمان سب ہمکو صحابہ رضی اللہ عنہم سے پہونچا پس قرآن
وعقاید تو متواتر ہیں - اور قرآن کی باقی تفاسیر متواترات نہیں بلکہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفاسیر منقول ہیں تو ضرور ہے کہ درمیانی ناقلین کو دیکھا جاوے
کہ انکے حافظہ میں بھول نہو بلکہ انکا ثقہ حافظ ہونا معلوم ہو - کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اکثر قریب کل کے صرف دل میں تفاسیر کو مثل قرآن کے حفظ رکھتے تھے
اور یہی حال تابعین رحمہم اللہ تعالی میں تھا پھر جب آخر زمانۂ تابعین میں روافض وخوارج کی ٹکڑیاں نظر آئیں تو اسوقت سے جماعت اعظم کے اہل عدل نے
احتیاط کی کہ یہ شخص جو روایت بیان کرتا ہے چھپا ہوا رافضی تقیہ کیے ہوے تو نہیں ہے لہذا تبع تابعین میں عموماً تصنیف شروع ہوگئی اور انھوں نے پرکھ کر
روافض وخوارج کو نکال دیا بلکہ جماعت اعظم جسطرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے سب ایک اعتقاد پر ایک دل تھے اور اسی طرح تابعین تھے سواے
بعض ٹکڑیوں کے جو پھوٹکر خارجی یا رافضی ہوگئے پس جماعت اصلی میں بھی اگر راوی کے حفظ میں خرابی ہوئی تو اسکی روایت میں بھی تامل کیا پھر تبع تابعین کے
بعد انکے اتباع کے طبقہ نے جو طبقہ چہارم ٹھہرا اس طبقہ والون نے صحیح وضعیف کو علیحدہ کردیا جیسے انکے اوپر طبقہ سوم میں امام مالک نے صحیح مؤطا تصنیف
کی پس طبقہ چہارم میں صحیح بخاری وصحیح مسلم پر اتفاق ہوگیا لیکن بہت سے سنن ومسانید میں صحیح وضعیف روایات مختلط بھی رہیں پھر انکے بعد طبقہ پنجم میں
بھی تصانیف ہیں پھر طبقہ ششم ومابعد میں بہت کثرت ہوگئی شیخ مشائخنا مولانا ولی اللہ دہلوی نے ان کتب کے چار طبقہ کیے اول مؤطا وصحیحین - دوم
سنن ابوداؤد وترمذی ونسائی اور کہا کہ مسند احمد بھی اسمیں شامل کیا جاوے اگرچہ اسکی بعض روایات میں بہت ضعف ہے سوم وہ کتب جو بخاری ومسلم وغیرہ کے
ہمعصر یا متقدمین نے بغیر التزام صحت کے تصنیف کیں یا التزام صحت کیا مگر وہ کتابیں مشتہر نہیں ہوئیں مانند مسند شافعی وغیرہ کے اور اسی قسم میں زمانہ
مابعد یعنی طبقہ پنجم کے صحیح مجرد کے التزام سے تصانیف ہیں حالانکہ مشتہر ہوئیں جیسے صحیح ابن حبان وغیرہ - چہارم طبقہ میں وہ کتب ہیں جنمیں ایسی روایات معلوم ہیں
کہ طبقہ متقدمین حتی کہ طبقہ پنجم والون نے بھی انکو روایت نہیں کیا لیکن بعض طبقہ ششم وغیرہ نے انکو لیکر جمع کردیا تو ان روایات پر اعتماد نہیں ہوسکتا جبکہ منفرد ہو جیسے مستدرک
حاکم وکتب دیلمی وابن شاہین وغیرہ اور لکھا کہ ان کتابوں میں بہت سے روایات تفسیر ومناقب ومثالب وغیرہ ملتی ہیں جنکا نشان طبقات سابقہ میں نہیں ہے
پس لازم ہے کہ ہر طبقہ وکتاب کی روایت کو اپنے موقع پر رکھنا چاہیے - (فصل) اب پھر رجوع کرو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو روایات کی گئی ہیں تو
ابن عباس رضی سے جن طریقوں سے روایت آئیں انکا بیان اوپر گذرا - اور شیخ ابن کثیر نے مستدرک حاکم کی روایات کو جو سدی کی اسناد سے حضرت ابن مسعود رضی
وغیرہ سے مروی ہیں کہا کہ ان روایات میں بہت سی نکارت وغرابت ہے یعنی روایت منفرد یا خلاف ثقات ہے - ابن عباس رضی سے منجملہ جید طرق کے
روایت عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ہے - اسی طرح محمد بن اسحق عن محمد بن ابی محمد عن عکرمہ وسعید بن جبیر عنہ یہ اسناد حسن ہے
(بیان طرق ضعیفہ بطور اختصار) روایت کلبی اگر تنہا ہو تو قابل اعتبار نہیں ہے - اور وہ ابو صالح کے واسطہ سے ابن عباس
سے روایت کرتا ہے اور ابو صالح معتمد ثقہ ہیں لیکن کلبی نے جھوٹ کہا یا غلطی کی - روایت محمد بن مروان الصغیر ضعیف ہے - روایت مقاتل بن سلیمان ضعیف
اور کہا گیا کہ کلبی سے بھی زیادہ ضعیف ہے - روایت بشر بن عمارہ عن ابی روق - روایت جویبر عن الضحاک - اسواسطے کہ بشر بن عمارہ وجویبر قابل
اعتماد نہیں ہیں - روایت ضحاک عن ابن عباس میں صرف یہ کلام ہے کہ ضحاک بن مزاحم نے ابن عباس رضی سے ملاقات نہیں پائی لیکن مترجم کے
نزدیک ثقہ کا قول معتمد ہے پس ضحاک نے جب اعتماد کیا تب ابن عباس کا قول بیان کیا ورنہ کذب ہوتا جو ثقہ کی شان نہیں ہے جیسے علی بن
ابی طلحہ کی روایت ابن عباس میں کہا گیا ہے - روایت عوفی عن ابن عباس میں صرف عطیۃ العوفی کے حفظ میں خلل ہے بلکہ ترمذی نے بعض
مواضع میں روایت عطیہ کو حسن کہا یعنی جبکہ دوسرے طریقہ سے قوت ہوگئی - شافعی سے منقول ہے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر کی روایات

ہین فقط قریب بتواتر حدیث کے ثبوت کو پہونچی ہین۔ (**بیان روایات اُبیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ**) ایک نسخہ کبیرہ ابوجعفر الرازی عن الربیع بن انس عن ابی العالیہ عن ابی بن کعب روایت کیا گیا شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سیوطیؒ نے ابوجعفر الرازی کی توثیق معتمد سمجھی اور یہی ٹھیک ہے چنانچہ کتاب النکاح ترجمہ ہدایہ مسمی بعین الہدایہ مین مترجم نے مفصل ذکر کیا ہے فاحفظہ۔ پھر واضح ہو کہ سوائے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے دیگر صحابہ مانند حضرت انسؓ و ابوہریرہ و ابن عمر و جابر و ابوموسیٰ اشعری وغیرہم رضی اللہ عنہم سے بھی خفیف قلیل روایات ہین اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ چند روایت متعلق قصص و فتن وغیرہ مروی ہین جنکی بابت ٹھیک بات یہ نظر آتی ہے کہ انھون نے یہ باتین یہود و نصاریٰ سے لی ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی شیخ ابن کثیرؒ نے افادہ فرمایا ہے اور لکھا کہ جہاد شام مین جنگ یرموک کے فتح کے بعد عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دو زاملہ کتابین نصرانیون کی ہاتھ آئین اور بہت سے قصص غالباً ان کتابون سے نقل ہوئے حالانکہ انپر وثوق نہین ہو سکتا ہے خصوص جبکہ انکا تعلق امور آخرت سے ہو۔ یہ سب تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفسیر کا ذکر ہوا اور اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام بھی معلوم ہو گئے اور انسے روایت کرنے والے تابعین کا نام بھی معلوم ہو گیا اور مترجم نے صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ سے بھی اشارہ کر دیا ہے کہ جس سے شناخت ہو جاوے (**فصل**) طبقہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہین کبھی تو صحابی سے تفسیر روایت کرتے ہین اور کبھی بدون اسناد کے تفسیر بیان کرتے ہین لیکن یہ امر متعین ہے کہ انھون نے علم حاصل کیا کیونکہ رائے سے تفسیر حرام ہے اسیواسطے جسمین اجتہاد کو دخل نہین وہ بمنزلہ حدیث مرفوع کے ہے کیونکہ لامحالہ انھون نے کسی صحابی کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پایا ہے شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ تابعین مین تفسیر کے زیادہ عالم وہ تابعین ہین جو اہل مکہ ہین کیونکہ یہ لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہین جیسے مجاہد بن جبیر و عطا بن ابی رباح و عکرمہ مولا ابن عباس و سعید بن جبیر و طاؤس وغیرہم اور اسی طرح کوفہ والے جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہین اور اسی طرح اہل المدینہ مانند زید بن اسلم و انکے پسر یعنی عبدالرحمن بن زید بن اسلم و مالک بن انس۔ ھ۔ واضح ہو کہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے حفظ مین کلام ہے لیکن امید ہے کہ تفسیر مین انکی روایت معتمد ہے۔ ھ۔ پھر تابعین مین مجاہدؒ کو سبقت و تقدم ہوا اور کیون نہو کہ آپنے (۳۰) مرتبہ قرآن مجید کو ابن عباسؓ کو سنایا اور روایت ہے کہ تین مرتبہ ہر آیت پر توقف کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکے نزول و کیفیت کو دریافت کیا۔ خصیفؒ نے کہا کہ مجاہد سب مین زیادہ عالم تفسیر تھے۔ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ جب تجھکو مجاہدؒ سے صحیح اسناد سے تفسیر پہونچے تو وہ تیرے واسطے کافی ہے۔ ابن تیمیہ نے کہا کہ اسی وجہ سے شافعی و بخاری وغیرہ علماء نے مجاہدؒ کی تفسیر پر اعتماد کیا ہے۔ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ تفسیر کو چار علماء سے لو اور وہ مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و ضحاک ہین قتادہؒ نے کہا کہ عطاء بن ابی رباح علم مناسک مین زیادہ عالم تھے اور سعید بن جبیر علم تفسیر مین فائق تھے اور عکرمہ علم السیر مین مقدم تھے اور حسن بصریؒ علم حلال و حرام مین سابق تھے عامر بن شراحیل جو شعبی کے لقب سے معروف ہین کہا کہ اب تو کتاب الٰہی کی تفسیر کا کوئی عالم عکرمہ سے بڑھکر نہین باقی رہا عکرمہؒ نے کہا کہ جو کچھ مین نے تمسے قرآن مین روایت کی وہ سب ابن عباسؓ سے ہے منجملہ اہل سبقت کے حسن بصریؒ و عطاء بن ابی رباح و عطاء بن ابی سلمۃ الخراسانی و محمد بن کعب القرظی و ابو العالیہ و ضحاک و عطیۃ العوفی و قتادہ و زید بن اسلم و مرۃ الہمدانی و ابو مالک ہین۔ اور انھین کے قریب ربیع بن انس و عبدالرحمن بن زید بن اسلم و ایک جماعت دیگر ہین۔ پس یہ سب لوگ تو قدماء مفسرین ہین اور انکے اکثر اقوال ماخوذ از تلقین صحابہ رضی اللہ عنہم ہین (**فصل**) پھر اس طبقہ تابعین قدماء کے بعد ایک طبقہ آیا کہ جنھنے تفاسیر مین کتابین تصنیف کین جنمین اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو جمع کیا جیسے تفسیر سفیان بن عیینہ و وکیع بن الجراح و شعبہ بن الحجاج و یزید بن ہارون و عبدالرزاق و آدم بن ابی ایاس و اسحٰق بن راہویہ و روح بن عبادہ و عبد بن حمید و سعید و ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہم پس انھون نے اسناد کے ساتھ اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو جمع کیا لیکن بوجہ وفور

علم و معرفت کے ضعیف اسانید بھی بغیر تنبیہ کے لکھیں اسواسطے کہ انہیں قوی وضعیف کی معرفت بخوبی معروف تھی۔ پھر انکے بعد ایک طبقہ آیا کہ جنھوں نے سب استیعاب کیا اور بعض نے صرف اسانید صحیحہ کا التزام کیا پس شیخ ابن جریر الطبری نے تفسیر مع اسناد تالیف کی اور یہ تفسیر سب سے بڑی تفسیر جامع ہے کہ اسکے مثل نہیں ہوئی۔ اول ابن ابی حاتم نے التزام صحت سند کے ساتھ تالیف کی اور ابن ماجہ و حاکم و ابن مردویہ و ابو الشیخ بن حبان و ابن المنذر وغیرہم نے تالیفات کیں اور ان سب میں اسناد بجانب صحابہ و تابعین و تبع تابعین مذکور ہیں اور ابن جریر نے باوجود اسکے ترجیح اقوال و توجیہ کی جانب بھی توجہ فرمائی پھر ایک زمانہ شروع ہوا کہ اسمیں لوگوں نے اسانید حذف کردیں اور خالی اقوال نقل کرنے لگے جس سے قوی وضعیف و صحیح و مریض سب خلط ہوگئے پھر اسکے بعد اس سے بھی زیادہ خرابی یہ شروع ہوئی کہ جسکو کوئی مضمون ظاہر ہوا اسنے اپنی رائے بھی درج کردی اور پچھلوں نے اسکو نقل کرنا شروع کردیا اور یہ نہیں دیکھا کہ اسکی اصل کہاں ہے بلکہ یہ گمان کرلیا کہ شیخ بہت محقق شخص تھا اسنے خواہ مخواہ ایسا ہی قول نقل کیا ہوگا جسکی اصل صحیح ہوگی اور ایسے ہی اقوال پر مدار کار بڑھتا گیا اور یہ نہیں دیکھا کہ سلف صالحین سے اس بارہ میں کیا تفسیر مروی ہے چنانچہ قولہ تعالی غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی تفسیر میں مجھے دس اقوال ملے حالانکہ صرف صحیح تفسیر مغضوب علیہم کی یہود اور ضالین کی نصاری سے یہی تفسیر ہے اور یہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور یہی جمیع صحابہ و تابعین و اتباع سے ماثور ہے حتی کہ ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں اسمیں کوئی قول اختلاف درمیان مفسرین کے نہیں جانتا ہوں۔ پھر اسکے بعد ایک زمانہ آیا کہ جسنے جس فن و علم میں تبحر حاصل کیا اسنے قرآن مجید کی تفسیر میں اسی فن پر انحصار کیا مثلاً نحوی کو دیکھو کہ وہ تفسیر لکھنے بیٹھا حالانکہ اعراب و اسکے وجوہ محتملہ بکثرت نکالتا چلا جاتا ہے اور قواعد و مسائل نحویہ لکھتا جاتا ہے قطع نظر اسکے کہ فنون بلاغت و معانی مقصود میں کلام معجز کس مرتبہ پر ہے۔ اسی طرح جسکو تاریخ کے فن میں توغل ہے وہ ہر طرح کے رطب و یابس وغیرہ قصص و تاریخ ہی جمع کرتا جاتا ہے خواہ صحیح ہوں یا نہوں چنانچہ ثعلبی کی تفسیر میں یہ بہت ملیگا۔ اسی طرح فقیہ اسمیں کتاب الطہارۃ سے آخر تک ابواب فقہ و اصول و ادلہ لکھتا جاتا ہے اور اختلافات مجتہدین کے جوابات و خلافیات لاتا ہے جیسے تفسیر قرطبی میں ہے اور اسی طرح علم کلام و مباحث عقلیہ والا اسی قسم کے مباحث کہ فلاسفہ کے اقوال و رد و قدح سے بھرتا ہے جیسے امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر میں ہے حتی کہ بعض محققین نے کہا کہ اسمیں سوائے تفسیر کے بہت کچھ موجود ہے اسی طرح مبتدعین کو دیکھو کہ وہ ہر مقام پر اپنی بدعت باطلہ ہی کی بحث لاتا ہے حالانکہ آیت کریمہ کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ شیخ بلقینی نے فرمایا کہ میں نے کشاف میں بہت جگہ سے اسکا اعتزال سمجھ لیا مثلاً قولہ تعالی فمن زحزح عن النار و ادخل الجنۃ فقد فاز۔ یعنی جو شخص آگ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ اپنی مراد پر فائز ہوا۔ اسکے بعد کشاف لکھتا ہے کہ (جنت سے بڑھکر کون فوز ہوگا) اسکا مطلب یہ کہ دیدار باری تعالی نہیں ہے حالانکہ اہل السنت والجماعۃ کے نزدیک جنت کا فوز اسی وجہ سے کمال مرغوب ہے کہ وہاں دیدار باری تعالی شانہ نصیب ہوگا۔ اسی طرح ملحد کو دیکھو تو وہ آیات الہی میں وہ افترا باندھتا ہے جو اللہ تعالی و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا مثلاً قولہ تعالی ان ہی الا فتنتک۔ یہ نہیں مگر تیرا فتنہ۔ ملحد لکھتا ہے کہ بندوں پر انکے پروردگار سے زیادہ مضر کوئی چیز نہیں ہے" اسی طرح دیگر اقوال کفر و الحاد ہیں پس ایسے ہی لوگوں کی نسبت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک قوم ہوگی جو قرآن کو نثر الدقل کے مانند نثر کرینگے اسکو اسکی تاویل کے خلاف تاویل کرینگے۔ کما رواہ ابو یعلی وغیرہ۔ اگر سوال کیا جاوے کہ پھر ہم کون تفسیر معتمد سمجھیں تو میں جواب دونگا کہ تفسیر امام ابو جعفر ابن جریر الطبری المدنی کیونکہ علماء معتبرین جنمیں امام نووی بھی ہیں سب نے اتفاق کیا کہ اسکے مثل کوئی تفسیر تالیف نہیں ہوئی ہے ہذا ملخص الاتقان۔ مترجم کہتا ہے کہ تفسیر ہمارے دیار میں نادر الوجود ہے اور میں نے تفسیر امام ابن کثیر کو دیکھا کہ اس باب میں نفیس ہے اور اکثر روایات مع الاسناد ہیں اور جن اسانید کو حذف کیا انکا حوالہ دیا اور خود حافظ الحدیث معتمدین سے ہیں چنانچہ کشف الظنون میں اس تفسیر کی تعریف مذکور ہے اور مترجم نے زیادہ اعتماد اسی تفسیر پر

رکھا اور عمدہ مطالب کو کتب صحاح وسنن ودیگر تفاسیر مانند معالم التنزیل وسراج المنیر وغیرہ سے ملتقط کیا اور جن قصص وحکایات کی نسبت علمائے محققین نے لغویات کا
اشارہ کیا ہے انکو ترک کیا کیونکہ صحیح وعین ایمان وہ ہے جو کتاب آلہی عزوجل مین فرمایا کہ اسی قدر سے کمال نفس متعلق ہے اور جہانتک قوی ثابت ہوئے
ہین وہ زائد کیے گئے لیکن کہین کہین سراج کے قصص کسی فائدہ خاص سے منقول ہین جبکہ حتی الوسع اُنکی تحقیق وتنقید کرلی گئی۔ اور بعض قواعد
ان شاء اللہ تعالیٰ آیندہ مذکور ہونگے۔ (فصل) اتقان مین فرمایا کہ کلام الصوفیہ کچھ تفسیر نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی واسطے مین نے تفسیر سے علیحدہ
کرکے عرائس کی بعض عبارت کو بلفظ اشارات لکھکر ترجمہ کیا۔ م۔ ابن الصلاح نے کہا کہ مین نے شیخ ابوالحسن الواحدی المفسر کی تحریر پائی کہ شیخ ابوعبدالرحمن
السلمی نے حقائق التفسیر لکھی پس اگر سلمی کا یہ اعتقاد ہو کہ یہ تفسیر ہے تو یہ کفر ہے۔ ابن الصلاح نے کہا کہ میرا قول یہ ہے کہ صوفیہ مین سے جو لوگ اعتماد کے لائق
ہین جب انمین سے کوئی کلمہ کہا تو اُسکو تفسیر کے طور پر نہین کہا اور نہ انکا یہ خیال ہے کہ آیت مین یہ مقصود نص ہے ورنہ ملاحدہ باطنیہ کا مذہب ہوجاتا
باوجود اسکے اُس سے سکوت بہتر تھا اور کاش یہ لوگ ان فوائد کو علیحدہ بیان کرتے کیونکہ اسمین ایک طرح کا التباس ہوگیا۔ علامہ نسفی نے عقائد
مین لکھا کہ نصوص قرآن وحدیث اپنے ظاہر معنی پر ہین اور ظاہر سے پھیر کر ایسے معانی جنکا باطنیہ فرقہ دعوی کرتا ہے محض الحاد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ باطنیہ
ملحد ایسے معانی کی جانب تحریف کرتے ہین جو حقیقی یا مجازی کچھ نہین ہین چنانچہ علامہ تفتازانی نے لکھا کہ یہ ملحدین مدعی ہین کہ نصوص مین
ایسے معانی ہین کہ سوائے معلم کے انکو کوئی نہین جانتا ہے یعنی دعوی کرتے ہین کہ جس پیر سے بیعت کی ہے وہی انکو خوب جانتا اور تعلیم کرتا ہے
اور اس سے ان ملحدون کی غرض یہ کہ شریعت کو بالکل مٹا دین اور یہ لوگ ملحد زندیق ہین۔ ہان محققین مشائخ جو کہتے ہین کہ
نصوص سے ظاہر معنی مراد ہین اور باوجود اسکے نصوص مین بعضے ایسے اشارہ ہین کہ انمین اور ظاہر معنی ہین جو مقصود ہین تطبیق ممکن ہے تو یہ قول
کمال ایمان ومحض عرفان ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے قدماے مشائخ واولیاے معروفین کے کلمات کو تتبع کیا تو بے شبہ وہ اشارات عین معرفت ہین بلکہ وہ
نصوص سے خود مستفاد ہین لیکن اُنکے ساتھ ضرور ہے کہ آدمی کا قلب متوجہ الی اللہ تعالیٰ ہو اور ہوا جس سے جدا ہوا اور باوجود اسکے بعضے اشارات
کا استفادہ نصوص کثیرہ کے افادات کو ترتیب لطیف کے ساتھ جمع کرنے سے نکلتا ہے اور بعض لطائف کا استفادہ آسان ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے ایمان
کی خوبی ہر بندہ کی شناخت مین اسطرح رکھی کہ اُسکو موت محبوب ہو اور قدماے مشائخ سے ماثور ہے کہ ولی کے واسطے موت نعمت غیر مترقبہ ہے پس اسکا
استفادہ بوجوہ متعددہ ہے اول قولہ تعالیٰ قل ان کانت لکم الدار الآخرۃ عند اللہ خالصۃ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ اور مذمت فرمائی
یہود وغیرہ کی بقولہ۔ یود احدہم لو یعمر الف سنۃ۔ لیکن کمال رحمت سے یہ امر مومنون پر ظاہر منصوص نہین فرمایا کیونکہ قبل کمال کے موت سے کراہت طبعی ہوتی ہے
علاوہ برین خوف آلہی عزوجل عین ایمان ہے کیونکہ یہ کوئی بندہ تکبر نہین کرسکتا کہ اسکے واسطے دار آخرت ہے بلکہ وہ صرف محبت صادقہ رکھتا ہے سعید بن جبیر
رحمہ اللہ تعالیٰ نے حجاج ظالم سے کہا تھا کہ تو میرے قتل سے پریشان ہوگا اور مجھے یہ غرہ ہوگا کہ تو نے مجھے اچھے قتل کیے کیونکہ وہ لوگ موت کے منتظر تھے
اور مترجم کہتا ہے کہ قال تعالیٰ منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رأیتموہ وانتم تنظرون
اور جب اللہ تعالیٰ نے یہودیون کی حرص حیات دنیاوی پر مذمت فرمائی تو ہم لوگون کو کان لگانا چاہیے۔ وفی الحدیث السعید من وعظ بغیرہ۔ یعنی مرد سعید وہ
ہے کہ دوسرے کو دیکھکر نصیحت پاوے۔ وقد قال تعالیٰ وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمنائے موت سے منع فرمایا یعنی
کہ نیک کی نیکیان زیادہ ہونگی اور بدکار شاید توبہ کی توفیق پاوے پس یہ حکم حق ہے اور کسی کو روا نہین کہ کسی دکھہ درد کی وجہ سے موت کی تمنا کرے کیونکہ
یہ امر آخرت سے بیباکی ہے کیونکہ مومن خائف موت سے فقط اپنے گناہون وندامت سے ہراسان ہوتا ہے باوجود جزم اس امر کے کہ مغفرت آلہی عزوجل
کے ساتھہ دار آخرت ہی دار کرامت وعیش ہے اور جو شخص وصول مراد کو اس دار فانی سے نکل جانے پر معلق دیکھے وہ جذب محبت مین آرزومند ہوگا حالانکہ

اسمین اور جس شخص کو دکھ درد سے تمنائے موت ہے تفاوت علم وجہل ہے اور تفاوت آسمان وزمین ہے پس یہ اشارہ تو نصوص کے ساتھ آسانی سے مفہوم ہے
اور یہان اشارات دقیقہ ہین کہ طول تذکر وتفکر کے ساتھ حاصل ہوتے ہین وما یذکر الا اولوا الالباب - اور یہی محققین حکماء ربانیین ہین بخلاف ملاحدہ
باطنیہ کے کہ جو عین وسوسۂ شیطان ونفس مین شیطانی خیالات کے متبع ونصوص کے معانی سے منکر ہین اور خوب جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا
ان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم - اور باین معنی یہ لوگ اکثر امور سے لوگون کو بدعوی کشف والہام آگاہ کرتے اور اپنے دام مین پھنساتے ہین حالانکہ
عوام یہ نہین جانتے کہ انکو الہام شیطانی ہے اور کوئی شخص پاؤگے جو اپنے قیاسات سے الہام وکرامت ہین اور استدراجات شیطانیہ مین اپنی قوت سے فرق
کرلے اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے ہمکو نہایت آسانی سے فرق کرنیکا طریقہ بتلا دیا کہ جو شخص عین اتباع سنت وشریعت پر مستقیم ہو وہ ولی ہے اور جو اس سے
خارج ہو ہرچند وہ کرشمہ دکھلاوے ہرگز اُسپر ایمان نہ لاؤ کیونکہ صراط مستقیم سے جب باہر ہے تو کیونکر جانوگے کہ لطف الٰہی عزوجل سے معذور رکھا گیا ہے یا وہ
شیطان کے تابع کرکے مطرود کیا گیا ہے پس جو لوگ لباس صوفیہ مین پیر بنے ہوئے لاکھون مرید رکھتے ہین جب دیکھو کہ وہ شریعت واتباع سنت سے خارج ہے
تو ہرگز مطمئن نہو کہ وہ شیطان کی اتباع مین کمال رکھتا اور وحی شیطانی سے بہت سے استدراجات دکھلاتا ہے اور مترجم نے اس قسم کے چند مدعیون کو
دیکھا کہ وہ شریعت مین الحاد اور معانی نصوص سے جاہل اور اقوال مین تحریف کرتا ہے - اعاذنا اللہ تعالی من ذلک - م - قال اللہ تعالی ان الذین یلحدون
فی آیاتنا لا یخفون علینا - اسکی تفسیر مین ابن عباس رضی نے کہا کہ الحاد آیات یہ کہ کلام الٰہی عزوجل کو بے موقع رکھے - رواہ ابن ابی حاتم - اور ابن مسعود رض نے فرمایا
کہ ہر آیت کے شان ہے کہ اسکے موافق ایک قوم نے عمل کیا اور اسکے واسطے ایک قوم آویگی جو اسپر عمل کرے - رواہ ابن ابی حاتم - مترجم کہتا ہے کہ اسمین
حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر عمل کرنے والے قیامت تک ماضی ومستقبل داخل ہین بخیر ازینکہ حضرت آدم سے لیکر تا زمانہ اسلام جو لوگ گذرے جنا تک
کسی کا حال معلوم ہو سکتا ہے متعدد وہ کہ خود قرآن پاک مین بیان ہے اور عجائبات مین سے یہ کہ قرآن پاک کی تاویلات آیات ہر ایک قوم مابعد مین مشاہدہ
ہوتی جاتی ہے اور دلیل سیر یہ کہ خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اولین وآخرین کا علم چاہے وہ قرآن سے منور ہو - ذکرہ فی الاتقان
اور بعض نظائر بطور آسان مثال کے یہ ہین کہ قال تعالی یا ایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل الآیہ یعنی اللہ تعالی نے مومنون کو
خطاب فرمایا کہ اے اہل ایمان بہت سے علمائے یہود اور درویشان نصاریٰ البتہ باطل ذریعہ سے لوگون کے مال کھاتے اور روکتے ہین علما مفسرین نے کہا کہ
مسلمین کو احبار ورہبان کا حال اس تنبیہ کے واسطے سنایا کہ تم مین ایسے لوگ نہونا چاہئین - حالانکہ اسوقت اہل ایمان مشاہدہ کرتے ہین کہ بہت لوگ عالم بنے
ہوئے یا پیر ومرشد بنے ہوئے یہی شیوہ رکھتے ہین کہ بدعات ومنکرات کے ذریعہ سے عوام کو اپنی طرف راغب کرتے ہین اور علمائے ربانیین کی نصائح سے انکو بہکاتے ہین حتی کہ عوام اہل
توحید کے دشمن ہو جاتے ہین اور اس قسم کے درویشون کو ہر جگہ پاؤگے قولہ تعالی واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ یعنی ایسے فتنہ سے بچو جو تم مین سے فقط
ظلم کرنے والون ہی کو خاصۃً نہین پہونچیگا یعنی وہ فتنہ جب نازل ہوا تو عام ہو کر ظالم ومتقی سب کو گھیر لیگا - حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت مین ایک قوم نے ظلم کیا اور اسکے بعد مسلمانون مین فتنہ پھیل گیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس آیت کو پڑھکر
فرماتے کہ ہم نہین جانتے تھے کہ اسکی تاویل ہم ہی لوگون مین واقع ہوگی یعنی افسوس کرتے کہ ہم سب کو اسیوقت ان ظالمون کو گرفتار کرنا واجب تھا
ولیکن امر الٰہی قدر مقدور ہے - حدیث مین ہے کہ تم لوگ ظالمون کے ہاتھ روکوگے ورنہ اللہ تعالی تم مین پھوٹ پیدا کریگا حتی کہ تم مین سے صالح دعا کریگا اور قبول
نہوگی - اور تمام تفسیر کتاب مین دیکھو - اسمین تنبیہ ہے کہ اس ملک مین سلاطین وامراء نے ظلم کیا اور طرح طرح کے شہوات پر کمر باندھی اور اسوقت علماء وعوام
صالحین نے کچھ نہ کیا یا وہ نہ مانے آخر سب ہی مغلوب کر دیئے گئے حتی کہ کوئی دو دل متفق نظر نہین آتے ہین - اسی قسم سے حدیث اشراط الساعۃ مین ہے
کہ بکریون کے چرانے والے عمارات عالیہ مین تطاول کرینگے اور اسوقت صم بکم ملوک الارض ہونگے - تاویل واللہ تعالی اعلم اب نظر آتی ہے کہ اقوام تاتاری نے

ملکون پر قبضہ کیا اور دنیاوی آرایش مین مبتلا ہوگئے حتی کہ اسلام جو آخرت کی تعمیر وزراعت تھا چھوٹا اور دنیا کی جانب مرجع ہوگیا اور اسوقت
روے زمین کے بادشاہون کی یہ کیفیت ہے کہ دنیاوی تدابیر وآرایش بہت کثیر مگر اللہ تعالی کی معرفت مین محض گونگے بہرے ہین اور مؤید اسکی وہ
حدیث ہے کہ فرمایا کہ قریب قیامت کے نصاری تمام روے زمین پر غالب وبکثرت ہونگے اور لوگ انکی اتباع کرینگے۔ اسوقت آنکھون کے سامنے یہ منظر موجود ہے
حالانکہ حدیث اسوقت جمع ہوئی کہ نصرانیون کی قلت وضعف سے کوئی نہین سمجھتا تھا کہ یہ لوگ کیونکر ایسے عروج پر ترقی کرینگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے عہد مبارک مین جسطرح ظلم وفسق وفجور اقوام روم وغیرہ مین تھا وہ معلوم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ اس امت والے بھی یہود و
نصاری کے قدم بقدم چلینگے چنانچہ جو لوگ علم تاریخ سے واقف ہین وہ بعینہ مطابق پاتے ہین کہ جو افعال قبیحہ انمین شائع تھے وہ ہی آخر مسلمانون مین پھیل گئے۔
اور اگر مترجم چاہتا تو جو اسنے حدیث سے نقل کیا اسکی آیت قرآن سے سورۂ بنی اسرائیل سے لاوے ولیکن مثال مین قدر مذکور کافی ہے۔ بالجملہ یہ ثبوت ہوا
کہ قرآن مجید مین آیات کریمہ جیسے اگلون کے حالات مین ہے اسیطرح آیات کریمہ قیامت تک قومون کے بیانات ہین اور یہ امر اعجاز سواے حضرت
خلاق العلیم عزوجل کے مقدور بشری نہین ہے اور احادیث گویا تفسیر آیات ہین اور حدیث مین آیا کہ اس امت کے فساد وزوال کے وقت مین یہ لوگ اتباع
وطریق سنت چھوڑ کر دیگر ذرائع سے عروج وترقی کی خواہش کرینگے حالانکہ اس چال سے انکو کچھ حصول نہوگا۔ اصل حدیث سنن ابن ماجہ وغیرہ
مین ہے۔ حالانکہ اسوقت تم دیکھتے ہو کہ بالکل یہی مشاہدہ ہے۔ منجملہ علامات کے روایت ہے کہ اسوقت قریب مصر کے ایک شخص اسلام کے واسطے قتال
کریگا اور وہ آخر مغلوب ہوجائیگا۔ اور اس روایت مین حاکم مصر کا حلیہ ومدت مذکور ہے اور یہ سب مشاہدہ ہوچکا۔ یہ سب آسان ہوتہ علم الکتاب سے
اور معلوم ہوا کہ قرآن پاک مین علم اولین وآخرین موجود ہے اور یہ خلاف ظاہر تفسیر نہین ہے۔ م۔ شیخ نے اتقان مین لکھا کہ اس سے قرآن کے علوم غیر متناہی وعجائب
بے شمار معلوم ہوگئے لیکن پہلے ظاہر تفسیر کا حفظ اور اسپر مستقیم ہونا امر ضروری ہے اسواسطے کہ ظاہر کو محکم کرنے سے پہلے باطن تک پہونچنے کی کوئی امید
نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے بلکہ دلیل منصوص یہ ہے کہ حدیث مین ہے کہ جسنے عمل کیا اسپر جو جانتا تو اللہ تعالی اسکو ایسے امر کا علم دیتا ہے جو اسنے نہین جانا۔
اس سے بتحقیق مستفاد ہوا کہ جسنے ظاہر تفسیر پر عمل کیا اسکو تاویلات باطن کا علم حاصل ہوتا ہے اور روایت حدیث کہ قرآن کے واسطے
ظہر وبطن ہے۔ اس سے یہی مراد کہ ظاہر تفسیر پر استحکام واستقامت سے تاویلات وعلوم باطنہ حاصل ہوتے ہین پس جب کسی شخص کو اول درجہ بطن پر
علم ہوا تو یہ بطن اسکے حق مین ظہر ہوگیا یعنی یہ اسکے حق مین ظاہر تفسیر ہوگیا پس جب وہ اس بطن پر مستقیم رہا و عمل کیا تو آئندہ اسکو درجہ دوم جو
اس سے اعلی ہے ظاہر ہوا اور بعد ظہور کے وہ پہلی اس شخص کے حق مین ظہر ہوگیا وعلی ہذا القیاس اور مراتب کی کوئی انتہا نہین ہے۔ م۔ شیخ تاج الدین بن
عطاء اللہ نے کتاب لطائف المنن مین لکھا کہ مشائخ صوفیہ نے جو کلام الہی عزوجل واحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر بیان کی اور وہ معانی
عجیبہ غریبہ ہین تو یہ ظاہر نصوص سے اعراض نہین ہے بلکہ وہ لوگ کہتے ہین کہ ظاہر معانی بیشک مراد ہین اور باوجود اسکے آیت یا حدیث سے یہ معنی باطن بھی
اس شخص کو مفہوم ہوتے ہین جسکا سینہ اللہ تعالی نے کھول دیا۔ ھ۔ مترجم کہتا ہے کہ بدین معنی مترجم نے بعض اشارات عرائس کو فائدہ کے ذیل مین ترجمہ
کیا تاکہ صاحب نصیب اپنے حال کو شریعت وتقوی سے آراستہ کرکے ان معانی کا شائق ہو واللہ سبحانہ وتعالی الموفق للسداد۔ م۔ **فصل**۔ اتقان مین
نفائس علوم القرآن بہت بسط کے ساتھ ذکر فرمائے جسمین سے مترجم نے بطور لباب لینا ضروری واحسن سمجھا واللہ المستعان۔ واضح ہو کہ قرآن مجید
کے اشرف علوم مین سے یہ کہ اسکے نزول اسباب نزول وترتیب نزول ونازل بمکہ ونازل بمدینہ مع ترتیب نزول ہر مقام اور مکی کا حکم مدنی اور برعکس
اور مکی کا حکم متعلق بمدینہ ومدنی کا حکم متعلق بمکہ اور مکیہ مشابہ بمدنی وبرعکس اور نازل بجحفہ وبیت المقدس یا تبوک وطائف وحدیبیہ اور آیات لیلی
ونہاری وصیفی وشتائی وغیرہ جانے اور معلوم کرے کہ کس کلام کے مشائعت مین گروہ ملائکہ آیا کہ نہین اور جانے کہ مکیہ سورتون مین کون آیات

مدنیہ ہین اور مدنیہ سورتون مین کون آیات مکیہ ہین یعنی اکثر سورہ کا نزول مدینہ مین ہوا مگر بعض آیات سابق مین ہجرت سے پہلے مکہ مین نازل ہوئین۔ اور پہچانے کہ کس کلام کو مکہ سے حبش یا مدینہ لے گئے اور کس کلام کو مدینہ سے نقل کیا اور کون کلام مجمل اور کون مفسر اترا و کن آیات کے مکیہ یا مدنیہ ہونے مین مجتہدین کے اقوال ہین۔ ھ۔ بالجملہ انواع کثیرہ مفیدہ ہین لہذا ہر ایک کو نوع علیحدہ مین بیان کرنا مناسب ہے۔ (النوع الاول بیان مکیہ و مدنیہ) واضح ہو کہ اصطلاح مکی و مدنی داخل قرآن مجید نہین اور نہ آنحضرت صلعم اسواسطے مامور تھے اور نہ اللہ تعالی نے اسکا جاننا امت پر فرض کیا بلکہ اسکا پہچاننا بطریق اجتہاد اور تتبع روایات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ قرآن کا نزول مکہ و مدینہ و شام مین ہوا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شام سے تبوک مراد ہے یعنی جب آپ غزوۂ تبوک کو تشریف لے گئے اور وہان قرآن مجید نازل ہوا۔ اور وہ پارہ یازدہم کے آیات کثیرہ ہین۔ مین کہتا ہون کہ مکہ و مدینہ سے ان دونون کی حالت قیام مراد ہے لہذا اشہر اصطلاح یہ کہ مکیہ وہ سورہ یا آیت جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی خواہ مکہ مین ہو یا طائف وغیرہ سفر مین ہوا اور مدنیہ وہ کہ بعد ہجرت کے نازل ہوئی خواہ مدینہ یا سفر مین اگرچہ مکہ مین ہو۔ وعلی ہذا جو تبوک یا حج وغیرہ مین نازل ہوئی وہ مدنی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے قسم کے ساتھ بیان کیا کہ مین ہر آیت کے سبب نزول کو اور مقام نزول کو جانتا ہون (کمار واہ البخاری) پس یہ علم مرغوب ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایات اس باب مین نہین بلکہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حفظ پر مبنی ہے پھر اکثر علماؒ اس بارہ مین منقول روایت پر اعتماد کرتے ہین اور بعضون نے سیاق و احکام وغیرہ سے بھی استنباط کیا۔ (بیان مکیہ و مدنیہ) واضح ہو کہ آج کل جس ترتیب سے قرآن مجید تلاوت ہوتا ہے یہی ترتیب لوح محفوظ ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا قطعی اجماع ہے اور اسی پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو حفظ تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورتون کو طویل و وسط و قصیر کے لحاظ سے دوسری طور پر جمع کیا لیکن ترتیب لوح محفوظ مین اُنسے کچھ اختلاف ماثور نہین ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورۂ انعام پوری یکبارگی مکہ مین نازل ہوئی باستثناے تین آیات قل تعالوا الخ۔ اور اس سے پہلے جو سورہ ہین بقرہ و آل عمران و نساء وہ مدینہ مین نازل ہوئین اور مکہ مین نازل ہوا سورۂ اعراف و یونس و ہود و یوسف و رعد و ابراہیم و سورۂ حجر و نحل سوا آخری تین آیات کے کہ وہ مدینہ مین غزوۂ احد سے واپسی کے وقت نازل ہوئین۔ و سورۂ بنی اسرائیل و کہف و مریم و طہ و انبیاء و سورۂ حج سواے تین آیات ہذان خصمان اختصموا فی ربہم الخ کے کہ یہ آیات مدینہ مین نازل ہوئین۔ و سورۃ المومنین والفرقان و سورۂ شعرا سوا آخری پانچ آیات یعنی الشعراء یتبعہم الغاوون الخ کے و سورۃ النمل والقصص والعنکبوت والروم و سورۂ لقمان سواے قولہ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام الخ کے کہ مدینہ مین نازل ہوئین۔ و سورۃ السجدہ سوا تین آیات افمن کان مومنا الخ کے۔ و سورۂ سبا و فاطر و یٰس و الصافات و ص و سورۂ زمر سواے تین آیات قل یا عبادی الذین اسرفوا الخ کے کہ وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارہ مین نازل ہوئین۔ سورتہای سبعہ حوامیم یعنی ساتون سورہ حٰم بھی مکی ہین۔ سورۂ ق والذاریات و طور والنجم والقمر و سورۃ الرحمن والواقعہ والصف و سورۃ التغابن سوا چند آیات آخری کے کہ وہ مدینہ مین نازل ہوئین۔ و سورۃ الملک و سورۂ ن و الحاقہ و سورہ سال و سورۂ نوح والجن والمزمل سواے دو آیات ان ربک یعلم انک تقوم الخ کے و سورۃ المدثر سے آخر قرآن تک بھی سب مکیہ ہین سورۂ اذا زلزلت واذا جاء نصر اللہ و قل ہو اللہ احد و قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس کے کہ یہ مدینہ مین نازل ہوئین اور اسی طرح مدینہ مین نازل ہوا سورۂ انفال و براءۃ و نور و احزاب و سورۂ محمد و الفتح والحجرات والحدید و اسکے مابعد کی سورتین سب سورہ تحریم تک کہ یہ سب مدنیہ ہین۔ رواہ ابو جعفر النحاس باسناد جید رجالہ کلہم ثقات من علماء العربیۃ المشہورین۔ اور بیہقی نے عکرمہ و حسن بن ابی الحسن سے مرسلاً اور بطریق مجاہد عن ابن عباس موصولاً اسکے معنی روایت کیے (بیان ترتیب نزول) یعنی مثلاً مکیات سورتون مین اول کون سورت اتری پھر آخر تک اسی طرح مدنیات مین نزول کی ترتیب کیونکر ہے کیونکہ اللہ تعالی نے کمال رحمت و عین حکمت سے اسی ترتیب لوح محفوظ پر جو موجود ہے

نازل نہین فرمایا بلکہ بحسب مواقع وضرورات کے نازل فرمایا اور اسمین بعضے لطائف اسرار ہین جو آئندہ انشاء اللہ تعالی بیان ہونگے لہذا تلاوت
کی موجودہ ترتیب تو معلوم ہے۔ رہا علم ترتیب نزول تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کسی سورہ کا ابتدا مکہ مین نازل ہوا تو وہ مکہ مین لکھا
جاتا تھا پھر اللہ تعالی جو کچھ چاہتا تو اسمین زیادت ومحو فرماتا تھا اور قرآن مین سے جو اول نازل ہوا وہ اقرا باسم ربک ہے ۞ مترجم کہتا ہے کہ
طول کے ساتھ ابن الضریس نے بسند ضعیف روایت کیا اور مین نے دو وجہ سے اسکا ترجمہ چھوڑا ایک یہ کہ اسناد قوی نہین ہے اور دوم یہ کہ ابتدا کے
لحاظ سے سورہ لکھا گیا جیسا کہ خود ابن عباسؓ سے مروی ہے اگرچہ ابتدا مین چند آیات کا نزول ہوا پھر باقی تمام سورہ مدینہ مین نازل ہوا پس
بلحاظ کثرت کے سورہ مدنی ہے اور بلحاظ ابتدا کے مکی مین شمار ہوگا پس عوام کو خلط ہوجائیگا شیخ ابن الحصارؒ نے فرمایا کہ کوئی سورہ مکیہ ومدنیہ
نہین مگر آنکہ اسمین سے آیات مستثنی ہین۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ سورہ کا مکی یا مدنی نام بوجہ کثرت آیات کے ہے ورنہ مدنی مین سے جو آیات قلیلہ کہ مکہ
مین نازل ہوئین انکے لحاظ سے وہ مکیہ ہوگا۔ یا مکیہ سے جو آیات مدینہ مین نازل ہوئین انکے اعتبار سے وہ مدنی ہوگا لیکن اکثر وزائد کے لحاظ سے نام
رکھا گیا۔ شیخ ابن الحصارؒ نے کہا کہ (۲۰) سورہ بالاتفاق مدنی ہین اور (۱۲) سورہ کے مکی ومدنی ہونے مین اختلاف ہے اور باقی بالاتفاق مکی ہین۔
(فصل) جن سورتون کے مکی ومدنی ہونے مین اختلاف ہے ازانجملہ۔ الفاتحہ۔ ابو عبید وفریابیؒ نے بسند صحیح حضرت مجاہدؒ سے روایت
کیا کہ وہ مدنی ہے اور ابن عطیہ نے بھی قول زہری وعطاء وسواد وعبداللہ بن عبید بن عمیر نقل کیا اور طبرانیؒ نے بسند صحیح مجاہدؒ کے طریق سے ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان ابلیس رن حین انزلت فاتحۃ الکتاب وانزلت بالمدینۃ یعنی جب سورہ فاتحۃ الکتاب نازل ہوا تو ابلیس چیخ کر
رو یا اور وہ مدینہ مین نازل ہوئی۔ بعض علماءؒ نے کہا کہ شاید آخری جملہ کہ ''وہ مدینہ مین نازل ہوئی'' مجاہدؒ نے اپنا کلام ملا دیا یعنی اپنے طور پر
بیان فرمایا کہ وہ ابوہریرہؓ کے کلام سے مل گیا حتی کہ راوی نے اسکو کلام ابوہریرہؓ سمجھا۔ کیونکہ جمہور علماءؒ کے نزدیک سورہ فاتحہ مکیہ ہے اس دلیل سے
کہ اول تو شرع مین معہود نہین کہ کوئی نماز بغیر فاتحہ ہو۔ دوم یہ کہ قولہ تعالی السبع المثانی والقرآن العظیم۔ کی تفسیر صحیح بخاری وغیرہ مین سورہ فاتحہ ہے
اور آیت کریمہ سورۃ الحجر مین ہے جو بالاتفاق مکیہ ہے تو سورۃ الحجر سے پہلے نزول ہوا جس سے احسان رکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ دلیل اول کا ضعف
ظاہر ہے اور دلیل دوم کا جواب یہ ہے کہ محققین کے نزدیک سبع مثانی سات سورہ طوال ہین چونکہ سات سورہ مع باقی قرآن کا علم اس
سورہ فاتحہ مین جمع فرمایا جیسا کہ حسن بصریؒ وغیرہ سے بسند صحیح مروی ہے اور اتقان کے نوع فاضل ومفضول مین توضیح مذکور ہے لہذا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ سے تفسیر فرمائی کیا نہین دیکھتے ہو کہ سبع مثانی وقرآن عظیم دونون کی یہ تفسیر ہے اور یہ نہین دیکھتے ہو کہ
بالاتفاق آپنے یہ تفسیر مدینہ منورہ مین فرمائی ہے۔ پس یہ دونون دلائل ضعیف ہین ہان ابتدا مین جو اثر کہ ابن عباسؓ سے منقول ہے
اس سے بھی مدنیہ ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ سورہ انعام سے پہلے جملہ سورتون کو مدنی فرمایا ہے بعض علماء نے دونون قول مین اسطرح توفیق دی کہ
سورہ فاتحہ دو مرتبہ نازل ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ جیسے آیت وضو مین اشکال ہے کہ وہ بالاتفاق سورہ مدنیہ مین ہے حالانکہ نماز بغیر طہارت کے ماثور
نہین ہے۔ اور جسنے یہ زعم کیا کہ سورہ نساء مکیہ ہے اسکا زعم خلاف حدیث صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زعم غلط ہے۔ (ازانجملہ سورہ یونس)
بقول مشہور مکیہ ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو کفار عرب نے تعجب سے انکار کیا کہ اللہ تعالی کی شان اعلی ہے کہ آدمی اسکا رسول ہو
پس نازل ہوا۔ اکان للناس عجبا الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قدر صرف ثبوت ہوا کہ مکہ مین نزول شروع ہوا اور یہ منافی نہین کہ
زائد سورہ کا نزول مدینہ منورہ مین واقع ہوا ہو فافہم۔ (سورہ رعد) مجاہد وعلی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباسؓ مین مکیہ ہے اور روایت پر کہ گذری
اور دیگر روایات مین مدنیہ ہے اور وفاق یہ کہ باعتبار اکثر آیات کے مکیہ اور بعض آیات مانند قولہ تعالی اللہ یعلم ما تحمل کل انثی الآیۃ مدنیات ہین۔ (سورۃ الحج

اثر ابن عباسؓ مین جو اوپر گزرا مکیہ ہے باستثنائے چند آیات کے اور دیگر آثار مین مدنیہ ہے اور جمہور کے نزدیک اس سورہ مین آیات مکیہ و مدنیہ مختلط ہین یعنے اکثر کے لحاظ سے مکی یا مدنی نہین کہہ سکتے ہین۔ (سورۃ الفرقان) جمہور کے نزدیک مکیہ ہے اور قول ضحاک مین مدنیہ ہے۔ (سورۃ یٰسٓ) مشہور یہ کہ اتفاقاً مکیہ ہے اور بعض نے قول غریب مدنیہ ہونے کا نقل کیا۔ اسی طرح (سورۃ ص۔ کا حال ہے۔ جیسے سورۃ محمد و حجرات مدنیہ ہین اور قول غریب مکیہ کا نقل کیا گیا۔ (سورۃ الرحمٰن) جمہور کے نزدیک مکیہ اور یہی صواب ہے بدلیل روایت الترمذی والحاکم دربارۂ حسن جواب الجن حالانکہ قصۂ جن مکہ مین واقع ہوا تھا۔ وعن اسماء بنت ابی بکر قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یصلی نحو الرکن قبل ان یصدع بما یومر والمشرکون یسمعون فبای آلاء ربکما تکذبان۔ رواہ احمد باسناد جید۔ (سورۃ الحدید) بقول جمہور مدنیہ ہے لیکن خلاف نہین کہ اسمین آیات مکیہ ہین ظاہر وہ ابتدائی ہین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب یہ کہ آپ اپنی بہن کے یہان گئے تو ایک صحیفہ دیکھا جسمین اول سورۂ حدید مکتوب تھی اسکو پڑھا اور یہی سبب اسلام ہوا۔ کما رواہ البزار وغیرہ۔ (سورۃ الصف) بقول جمہور مختار و مرجح یہ مدنیہ ہے۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ ہم لوگ چند اصحاب رضی اللہ عنہم بیٹھے ذکر کرتے تھے کہ اگر ہم جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون عمل زیادہ محبوب ہے تو اسپر عمل کرتے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وهو العزیز الحکیم یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون الخ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر سورۃ تک سنائی۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ (سورۃ الجمعۃ) بقول صحیح مدنیہ ہے بدلیل حدیث ابی ہریرہ عند البخاری وقصہ انفضاض بحالت خطبہ بروایت صحاح۔ (سورۃ التغابن) ایک قول مین صرف آخر مدنیہ ہے اور دوم مین کل مدنیہ ہے۔ (سورۃ الملک) مشہور قول اتفاقی یہ کہ مکیہ ہے اور غریب قول مجہول ہے کہ مدنیہ ہے اور صواب اول ہے۔ (سورۃ الانسان) بعض نے آیت واحدہ ولا تطع منہم کو مکیہ کہا اور بعض نے کل کو مدنیہ۔ (سورۃ المطففین) بروایت نسائی عن ابن عباس مدنیہ ہے والاسناد صحیح۔ پس یہی معتمد ہے۔ (سورۃ الاعلیٰ) بقول جمہور مکیہ ہے بتائید حدیث البخاری عن البراء رضی اللہ عنہ اور شاید کہ سفر ہجرت مین نزول ہو۔ (سورۃ الفجر) بقول جمہور مکیہ ہے۔ (سورۃ البلد) اظہر یہ کہ مکیہ ہے وقیل مدنیہ ہے۔ (سورۃ اللیل) بقول اشہر مکیہ ہے اور قصہ اسباب نزول سے مدنیہ ظاہر ہوتی ہے وقیل مختلط۔ (سورۃ القدر) اکثر کے نزدیک مکیہ ہے اور ترمذی و حاکم نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا گیا کہ بنو امیہ آپکے منبر پر ہین تو آپکو ناگوار ہوا پس نازل ہوا انا اعطیناک الکوثر۔ و نازل ہوا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ لیکن مزنی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ (سورۃ لم یکن) بقول اشہر مکیہ ہے و مدنیہ کی تائید بروایت ابو حبۃ البدری رضی اللہ عنہ کہ جب سورۂ لم یکن نازل ہوئی تو جبرئیل نے آکر کہا کہ یا رسول اللہ آپکا پروردگار آپکو حکم فرماتا ہے کہ آپ ابی بن کعب کو یہ سورہ پڑھا دین۔ رواہ احمد۔ اسی دلیل سے شیخ ابن کثیر نے جزم کیا کہ مدنیہ ہے مین کہتا ہون کہ مسند ابی بن کعبؓ مین مرفوع وارد ہے کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ مین تجھپر سورۂ لم یکن پڑھون پس ابی بن کعب نے عرض کیا کہ کیا رب عز و جل نے میرا نام لیا آپنے فرمایا کہ ہان پس ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روئے۔ (سورۃ الزلزال) مین مکیہ و مدنیہ کے دونون قول ہین اور حدیث ابو سعید الخدری بروایت ابن ابی حاتم دلیل ہے کہ وہ مدنیہ ہے۔ (سورۃ العادیات) دونون قول ہین سے مدنیہ ہونے کی دلیل روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ (سورۃ الهٰکم) مختار یہ کہ مدنیہ ہے کیونکہ ابن ابی حاتم نے ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اسکا نزول انصار کے دو قبائل کے حق مین ہے جنہون نے تفاخر کیا تھا۔ اور بخاری نے ابی بن کعب سے روایت کی کہ ہم اسکو قرآن سے جانتے تھے کہ لو کان لابن آدم وادیا من ذہب الخ یہانتک کہ سورۃ الهٰکم نازل ہوئی۔ اور روایت ترمذی از علی رضی اللہ عنہ درباب عذاب القبر بھی دلیل ہے۔ (سورۃ ارایت الذی) مین بھی دو قول ہین۔ اور مرجح مکیہ ہے۔ (سورۃ الکوثر) صواب یہ کہ مدنیہ ہے

دلیل حدیث مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ولنذار حجہ النووی (**سورۃ الاخلاص**) اسمین دو قول اور دلائل متعارض ہین شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ میرے نزدیک
مدنیہ ہونے کو ترجیح ہے چنانچہ مین نے کتاب اسباب النزول مین بیان کیا ہے۔ (**سورۃ الفلق وسورۃ الناس**) مختار یہ کہ دونون مدنیہ ہین۔
اسمین اشارہ ہے کہ انکی مکیہ ہونے کی دلیل بھی موجود ہے مین کہتا ہون کہ شیخ سیوطی نے بعض آثار ابتداے اتقان مین اسکے مؤید روایت کیے ہین۔
(**التنبیہ**) بیہقی وابن الحصار نے کہا کہ ہر سورہ مین آیات مدنیہ ہین لیکن بعضے لوگ اسمین صرف اجتہاد پر اعتماد کرتے ہین اگرچہ سلف سے روایت نہو
(**الضوابط**) جنسے مکی و مدنی کی شناخت ہوتی ہے اور بعض محققین نے کہا کہ عند التحقیق یہ ضوابط کلیہ نہین ہین۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ جہان یا ایہا الذین
آمنوا ہے وہ مدینہ مین اتارا گیا اور جہان یا ایہا الناس ہے وہ مکہ مین اترا۔ رواہ الحاکم والبیہقی والبزار۔ اور ابو عبیدؒ نے اسکو علقمہؒ سے جو ابن مسعودؓ کے اصحاب مین سے
ہین روایت کیا اور میمون بن مہران نے کہا کہ جہان قرآن مین یا ایہا الناس یا بنی آدم ہے وہ مکی ہے اور جو یا ایہا الذین آمنوا ہے وہ مدنی ہے۔ رواہ ابو عبید
ابن الحصارؒ نے اشارہ کیا کہ حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ کی اسناد ضعیف ہے اگرچہ ناسخ منسوخ بیان کرنے والون نے اسپر اعتماد کیا اور مترجم کے نزدیک تلخیص
یہ کہ قول عبد اللہ بن مسعودؓ کی تاویل دو طرح ہو سکتی ہے اول یہ کہ نزول سے معنی متعارف مراد ہون پس وارد ہوگا کہ سورۂ بقرہ مدنیہ ہے حالانکہ اسمین یا ایہا الناس
اعبدوا ربکم الذی خلقکم موجود ہے اور سورۂ نساء مدنیہ کے اول ہی مین یا ایہا الناس موجود ہے اسیطرح بہت سی مکیہ سورتون مین یا ایہا الذین آمنوا موجود ہے
پس بعض نے زعم کیا کہ یہ ضابطہ کلیہ نہین بلکہ اکثر یون ہی واقع ہوا۔ تاویل دوم یہ کہ مکہ مین یا مدینہ مین نازل ہونے سے یہ غرض کہ اسکا حکم ان لوگون سے
متعلق ہے پس اس تاویل پر معنی یہ ہوے کہ نزول کسی مقام پر ہو یا ایہا الناس اور یا بنی آدم خطاب باہل مکہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اسوقت مین ابتداء خطاب
اہل مکہ کو ہوا اگرچہ تبلیغًا تو دنیا بھر کے کافرون کو خطاب ہے لیکن یہ امر ظاہر ہے کہ جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات شریف خود موجود تھے اُنپر اتباع
اولًا و بالذات فرض متحتم ہے پس مقصود یہ کہ خطابات قرآنی مین ایہا الناس سے اولًا و بالذات مخاطب اہل مکہ ہین پھر تمام عرب کے بت پرست پھر تمام روے زمین کے
کفار ہین اگرچہ اہل ایمان کو خود یہ نصیحت برابر محفوظ رکھنا لازم ہے کیونکہ مومنین تو ایمان ہی لائے پس انھین کو اصل نفع اور وہی برابر ایمان پر جمے رہینگے اور
یا ایہا الذین آمنوا خطاب اہل مدینہ کو ہے یعنی آنکہ یہ خطاب ان لوگون کو ہے جو ایمان لائے اور معلوم ہوا کہ ظہور ایمان بغیر مغلوبی کے مدینہ مین ہوا اگرچہ
ایک جماعت عظیم مکہ مین مسلمان ہو چکی تھی پس اس خطاب سے مومنین مقصود ہین اور انمین اولًا و بالذات تو مہاجرین و انصار ہین پھر تمام عرب پھر روے زمین
اور یہ تاویل اولی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض قرآن مکہ مین نازل ہوا اور وہ متعلق باہل مدینہ ہے یعنی مہاجرین و انصار اس سے اولًا مخاطب ہین اور بعض کا
نزول مدینہ مین ہوا اور مومنین تو اسپر ایمان لا چکے پس حکم خطاب اولًا متعلق باہل مکہ ہے کیونکہ اہل مکہ پر سب سے مقدم ایمان لانا واجب تھا
اسیواسطے انھین پر اولًا جہاد ہوا۔ (**مثلہ متعلقۃ ہذا الباب**) واضح ہو کہ قولہ تعالی یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی نزول
مکہ مین بروز فتح مکہ ہوا یعنی بعد ہجرت کے آٹھوین سال جب مکہ فتح ہوا تو وہان یہ آیت نازل ہوئی حالانکہ بنا بر اصطلاح مذکور کے یہ آیت مدنیہ ہے۔ اسی طرح
قولہ تعالی الیوم اکملت لکم دینکم بمقام عرفہ بحجۃ الوداع اور قولہ تعالی ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الآیۃ بحق عثمان بن طلحۃ الحجبی بھی نازل بمکہ اور
حکمًا مدنیہ ہین۔ اور اسکے برعکس سورۃ الممتحنہ کا نزول مدنیہ مین مگر حکم متعلق باہل مکہ ہے چنانچہ تفسیر دیکھو۔ قولہ تعالی فی سورۃ النجم الذین یجتنبون کبائر
الاثم والفواحش الا اللمم۔ پھر یہ سورہ مکیہ ہے لیکن مشابہ بمدنی ہے کیونکہ فواحش جنمین حد واجب ہو حالانکہ حدود کی سزا فقط مدینہ مین ہوئی ہے۔ سورۂ
والعادیات اگرچہ مدنی ہے مگر مشابہ بنزول مکہ ہے۔ مثال جو قرآن مکہ سے مدینہ لائے وہ سورۂ یوسف و اخلاص و سبح اسم ربک الاعلی ہے۔ مثال جو مدینہ سے
مکہ لائے قولہ تعالی یسألونک عن الشہر الحرام قتال فیہ۔ اور آیت الربوا۔ اور ابتداے سورۃ براءۃ وغیر ذلک چنانچہ تفسیر مین اپنے اپنے مقام پر معلوم
ہوگا۔ مثال جو حبشہ کو دے گئے قولہ تعالی قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء الآیات شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ ان آیات کو روم بھیجا تا بھی صحت کو

پہونچا۔ اور صحیح ہوا کہ جعفر بن ابی طالب نے نجاشی حبشہ کو سورہ مریم سنائی تھی۔ (**النوع الثانی**) دربیان حضری وسفری حضر کی حالت مین قرآن کثیر نازل ہوا اور یہ ظاہر ہے پس سفری کی مثالین ذکر کرنا مناسب ہے۔ اول قولہ تعالی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی کیونکہ سال حجۃ الوداع مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ ہم خلف المقام نماز طواف ادا کرین تب نازل ہوا۔ (دوم) قولہ تعالی لیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا۔ عمرہ حدیبیہ مین بروایت ابن جریر عن الزہری۔ (سوم) قولہ تعالی واتموا الحج والعمرۃ للہ۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے صفوان بن امیہ سے حجۃ الوداع مین ایک شخص زعفرانی لباس کے سوال احرام عمرہ مین روایت کی۔ مین کہتا ہون کہ مختصر حدیث صحیح مسلم مین موجود ہے۔ (چہارم) قولہ فمن کان منکم مریضا الآیہ۔ بحق کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ در سفر حج بروایت احمد بلکہ صحیحین۔ (پنجم) قولہ تعالی الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح الآیہ۔ حمراء الاسد کے مقام پر نازل ہوئی۔ رواہ البیہقی عن ابن عباس باسناد صحیح یعنی غزوہ احد کے بعد جب آپ لشکر لیکر حمراء الاسد تک گئے۔ (ششم) قولہ تعالی ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا الآیہ غزوہ فتح مکہ مین جوف کعبہ کے اندر نازل ہوئی۔ کما رواہ ابن مردویہ اور صحاح مین فتح مکہ مین نزول مذکور ہے۔ (ہفتم) قولہ تعالی اذا کنت فیہم فاقمت لہم الصلوۃ الآیہ۔ عسفان مین درمیان ظہر وعصر کے نازل ہوئی کما اخرجہ احمد عن ابی عیاش الزرقی رض۔ (ہشتم) قولہ تعالی الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ عرفات مین بعد ظہر کے بیوم الجمعہ حجۃ الوداع مین نازل ہوئی کما فی الصحیح عن عمر رض۔ (نہم) آیت تیمم کا نزول بیداء یا ذات الجیش مین نازل ہوئی کما فی الصحیح عن عائشہ رض۔ (دہم) اذ تستغیثون ربکم الآیہ کا نزول بدر مین ہوا بروایت الترمذی۔ (یازدہم) اول انفال کا نزول بدر سے مراجعت مین ہوا۔ بروایت احمد۔ (دوازدہم) قولہ لو کان عرضا قریبا وسفرا قاصدا لاتبعوک ولکن بعدت علیہم الشقۃ الآیات۔ کا نزول غزوہ تبوک مین ہوا۔ بروایت ابن جریر۔ (سیزدہم) قولہ لئن سالتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب الآیہ۔ غزوہ تبوک کے سفر مین بروایت ابن ابی حاتم۔ (چہاردہم) خاتمۃ النحل کا نزول غزوہ احد مین جب حضرت حمزہ رض کے مشہد پر تھے۔ بروایت بیہقی والبزار لیکن بروایت ترمذی وحاکم بروز فتح مکہ۔ (پانزدہم) قولہ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا الآیہ بعض نے جانا کہ سفر ہجرت مین نازل ہوا بدلیل آنکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان لوگون نے اپنے پیغمبر کو نکالا ہے واللہ یہ لوگ سب ہلاک ہونگے پس یہ حکم نازل ہوا۔ رواہ الترمذی عن ابن عباس لیکن مترجم کہتا ہے کہ صحاح مین روایت ہے کہ جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین پہلے ہی جانتا تھا کہ یہی ہوگا۔ (شانزدہم) سورہ انا فتحنا بعد صلح حدیبیہ کے خواہ حدیبیہ یا اسی کے قریب نازل ہوئی کما فی الصحیح۔ (ہفدہم) قولہ سیہزم الجمع ویولون الدبر الآیۃ۔ یوم بدر مین نازل ہوئی۔ (ہیزدہم) اذا جاء نصر اللہ۔ اوسط ایام تشریق مین نازل ہوئی پس آپنے وداع سمجھکر خطبہ معروفہ پڑھا۔ رواہ البیہقی والبزار۔ اور اس باب مین روایات دیگر ہین۔ (**نوع ثالث**) معرفت لیلی ونہاری اور اسکی مثالین بہت ہین اور اکثر قرآن کا نزول دن مین ہوا اور بعض رات مین نازل ہوا چنانچہ (۱) قولہ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الخ کی تفسیر مین دیکھو کہ رات کو نزول ہوا کما فی صحیح ابن حبان (۲) قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الی قولہ واللہ یعصمک من الناس۔ رات مین نازل ہوئی۔ رواہ الترمذی والحاکم۔ (۳) سورہ انعام ابن عباس رض نے کہا کہ مکہ مین رات مین نازل ہوئی اس شان سے کہ اسکے ساتھ ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے ہوے مشایعت مین تھے۔ رواہ الطبرانی وابو عبید۔ (۴) قولہ تعالی وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیہم الارض الآیۃ آخری تہائی رات باقی تھی کہ آیت توبہ نازل ہوئی کما فی الصحیح من حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) سورہ مریم چنانچہ ابو مریم الغسانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے حضور مین عرض کیا کہ رات میرے یہان لڑکی پیدا ہوئی تو فرمایا کہ رات مجھپر سورہ مریم نازل ہوئی پس اس کا مریم نام رکھو۔ رواہ الطبرانی۔ (۶) آیت حجاب نازل ہونے کے بعد عورتون کو پردہ کے ساتھ اپنی ضرورت مین نکلنے کی آیت رات مین نازل ہوئی چنانچہ صحیح بخاری مین ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کے قصہ مین ہے اور چونکہ ازواج مطہرات رات ہی مین بضرورت پاخانہ وغیرہ کے

نکلا کرتی تھین جیسا کہ قصۃ الافک مین حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیح مین ہے (۷) سورۂ انا فتحنا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
سے فرمایا کہ رات مجھپر ایسی سورت نازل ہوئی کہ جسپر آفتاب چمکتا ہے اس سے زیادہ محبوب ہے پس سورۂ انا فتحنا تلاوت فرمائی۔ اور تمام حدیث صحیح البخاری
مین ہے۔ (۸) سورۂ والمرسلات۔ کہ وہ شب عرفہ یعنی نوین ذی الحجہ کو رات مین غار منٰی مین نازل ہوئی۔ رواہ الاسماعیلی فی مستخرجہ اور صحیحین مین
بدون ذکر شب عرفہ موجود ہے۔ اور اس نوع کے امثلہ دیگر ہین۔ (التنبیہ) آیۃ التیمم سفر مین وقت صبح کے نازل ہوئی کمافی حدیث عائشہ
رضی اللہ عنہا فی الصحیح۔ آیہ لیس لک من الامر شئی او یتوب علیہم الآیۃ بھی صبح مین نازل ہوئی بلکہ یہ عجیب ہے کہ نماز مین نزول ہوا چنانچہ صحیح کی
حدیث مین ہے کہ جب نماز صبح کی دوسری رکعت مین آپ چاہتے تھے کہ اہل مکہ مین ابوسفیان وغیرہ پر قنوت مین بددعا فرماوین کہ یہ آیت نازل
ہوئی جسمین آپ کو اس سے منع فرمایا گیا۔ (التنبیہ) حاکم نے حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ زیادہ سچا خواب وہ ہوتا ہے جو دن مین ہو
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دن مین وحی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے رواہ الحاکم فی التاریخ۔ اس سے لازم آیا کہ وحی خاصۃً دن ہی مین نازل ہوئی ہے
جواب یہ کہ روایت مذکور صحیح نہین بلکہ منکر ہے قابل حجت نہین ہے۔ (فائدہ جلیلہ) وحی کبھی ایسی حالت مین نہین ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اپنی ازواج مطہرات مین سے کسی کے لحاف مین ہون سوائے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چنانچہ صحاح مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے آگاہ فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارہ مین کوئی شخص مجھے تکلیف نہ دے کہ کسی زوجہ کے ساتھ مین مجھپر وحی نازل نہین ہوتی سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ بھی مثل آیہ لیس لک
من الامر شئی الآیہ کے بے نظیر ہے اور اس سے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بے مثل تفضیلت ظاہر ہے۔ المترجم۔ (نوع رابع) آیات گرما و سرما
کی مثالون مین سے (۱) کلالہ کی میراث مین دو آیتین ہین۔ واحدیؒ نے کہا کہ انمین پہلی آیت جو سورۂ نساء کے اول مین ہے وہ سرما مین نازل ہوئی اور
دوسری آیت جو سورۂ نسا کے آخر مین ہے وہ گرما مین نازل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی امر مین
بار بار اسقدر عرض نہین کیا جسقدر کلالہ کے بارہ مین عرض کیا اور آپنے بھی کسی بارہ مین اسقدر درشتی نہین فرمائی جسقدر اسکے بارہ مین مجھپر درشتی
فرمائی حتی کہ انگلی سے میرے سینہ مین چونکا اور فرمایا کہ اے عمر تجھے وہ آیت گرما کافی نہین ہوئی جو سورۂ نساء کے آخر مین ہے۔ رواہ مسلم۔ اسی طرح
مستدرک کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین اس آیت کو آیۃ الصیف فرمایا۔ رواہ الحاکم۔ اور واضح ہو کہ جو قرآن کہ سفر حجۃ الوداع مین نازل ہوا
وہ سب گرما مین شمار ہے جیسے اول مائدہ و قولہ الیوم اکملت لکم دینکم۔ و قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ۔ و آیت دین و سورۃ النصر۔ اور اسی طرح
جو آیات کہ غزوۂ تبوک مین نازل ہوئین وہ بھی گرمائی ہین اسواسطے کہ غزوۂ مذکور شدت گرما مین واقع ہوا تھا۔ (بیان امثلۂ سرمائی)
یعنی جو سرما مین نازل ہوئین۔ (۱) قولہ ان الذین جاؤ بالافک الآیات۔ چنانچہ صحیح کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مین وارد ہے کہ سرد روز مین نازل
ہوئی۔ (۲) جو آیات غزوۂ احزاب مین نازل ہوئین وہ بھی سرمائی ہین کیونکہ حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ مین ثبوت ہے کہ سخت جاڑا تھا کما رواہ
البیہقی وغیرہ۔ اور اسمین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود الآیات۔ (نوع
خامس) امثلۂ فراشی و نومی یعنی جو بستر و خواب مین نازل ہوا کیونکہ آپ کا خواب بیداری سے بہتر تھا چنانچہ صحیح و سنن مین احادیث اس باب مین
مصرح ہین بلکہ خواب انبیاء علیہم السلام وحی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرزند خواب مین دیکھا اور اسی پر عمل واجب ہوا چنانچہ قرآن مجید مین مذکور ہے
(مثال اول) قولہ تعالیٰ واللہ یعصمک من الناس۔ اسوقت نزول ہوا کہ آپ بستر خواب پر تھے چنانچہ اوپر گزرا۔ (۲) قولہ تعالیٰ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا۔
چنانچہ صحیح مین ہے کہ تہائی آخر رات باقی تھی کہ نزول ہوا اور حالیکہ آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ معنی یہ کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
اس حالت مین پاس سے ہٹ جاتی تھین۔ چنانچہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصریح فرمائی کہ مجھے۔ (۹) خصال عطا ہوئے۔ الخ۔

از انجملہ ایک خصلت یہ ذکر فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی حالت مین وحی نازل ہوتی کہ آپ اپنی ازواج مین سے کسی کے لحاف مین ہوتے پس یہ بی بی آپ سے الگ ہٹ جاتی تھی اور مین آپکے لحاف ہی مین رہتی اور آپ پر وحی کا نزول ہوتا تھا۔ رواہ ابویعلی۔ مترجم کہتا ہے کہ اصل حدیث مین (عند ام سلمہ) کا لفظ ہے اور اسکی دو تفسیرین ہوسکتی ہین (۱) ام سلمہؓ کے پاس تھے۔ جیسا کہ ترجمہ کیا گیا۔ (۲) ام سلمہ کے یہان تھے اور یہ محاورہ معروف ہے جیسے کہتے ہین کہ فرسی ودیعۃ عند فلان۔ یعنی فلان کے پاس میرا گھوڑا ودیعت ہے یعنی اسکے یہان ودیعت ہے اور یہ مراد نہین کہ اس سے ملا ہوا ساتھ ہے پس شاید کہ آپ اسوقت نماز تہجد مین ہون جب وحی نازل ہوئی حالانکہ آپ اُس رات حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہان تھے۔ اسی طرح واضح ہو کہ خواب مین نزول قرآن کی مثال بھی درحقیقت موجود نہین ہے اگرچہ خواب انبیاء بھی وحی ہوتا ہے۔ امام رافعیؒ نے کہا کہ یہ توصحیح ہے لیکن قرآن مجید کے بارہ مین موجود یہ کہ کل قرآن حالت بیداری مین نازل ہوا ہے۔ المترجم۔ خوابی کی مثال مین کہا گیا کہ سورۃ الکوثر ہے چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگون کے درمیان تشریف رکھتے تھے کہ یکایک اغفاء کیا پھر مسکراتے ہوے سر اُٹھا کر فرمایا کہ ابھی مجھپر ایک سورہ نازل کیا گیا پھر بسم اللہ کے ساتھ انا اعطیناک الکوثر آخر تک پڑھی۔ رواہ مسلم۔ اغفاء ایک خفیف اُونگھ جیسے سر ڈالکر ہوتی ہے۔ رافعیؒ نے کہا کہ یہ خواب نہین بلکہ وہ حالت ہے جو آپ پر وحی کے وقت طاری ہوتی تھی شیخ سیوطیؒ نے قول رافعیؒ کو احسن واصح کہا اور بیان کیا کہ رافعی کے قول پر وقوف سے پہلے مین خود اسی جانب مائل تھا مترجم کہتا ہے کہ اس ضعیف کو بھی اغفاء کی یہی تاویل ظاہر ہوئی تھی کہ یہ حالت وحی کا بیان ہے بمعنی آنکہ نزول مین کوئی شدت نہین ہوئی بلکہ خفیف اغفاء کے ساتھ قلب متمکن ہوگیا۔ پھر مین نے دیکھا کہ آخر مین امام رافعیؒ نے بھی تاویل مختصر ذکر فرمائی ہے فالحمد للہ علی ذلک۔ **(نوع سادس)** شیخ ہبۃ اللہ المفسرؒ نے کہا کہ سورہ صافات کی تین آیات یعنی قولہ ومامنا الا لہ مقام معلوم الآیات۔ مکیہ یا مدنیہ نہین ہین۔ ابن العربی نے کہا کہ شاید مراد یہ کہ آسمان و زمین کے درمیان فضاء مین نزول ہوا شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ مجھے اسکی کوئی دلیل ظاہر نہین ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید بدون روایت کے صرف معانی کے لحاظ سے قرار دیا کہ شب معراج مین نزول ہوا ہے کہ وہان ملائکہ کی طرف سے اللہ تعالی نے وحی فرمائی کہ ہر ایک کے واسطے اسکے رتبہ کا مقام معین ہے کیونکہ شیخ موصوف نے علاوہ تین آیات کی چوتھی آیت زخرف واسأل من ارسلنا من قبلک من رسلنا الآیہ۔ اور آخر سورہ بقر کی دو آیات آمن الرسول الخ کو بھی اسی مین داخل کیا پس قولہ واسأل من ارسلنا الآیہ کے معنی یہ کہ پوچھ لے ان لوگون سے جنکو ہمنے تجھسے پہلے رسول کرکے بھیجا تھا الخ پس ان رسولون سے پوچھنا اسی طور پر کہ معراج مین سب سے مواجہہ ہوا تھا۔ تو وہین آیت کا نزول ہوا اور شیخ سیوطیؒ نے آخر سورہ بقرہ کا استدلال بحدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پیش کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج مین لے گئے الخ۔ اسمین مذکور ہے کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزین عطا ہوئین (۱) پانچون نمازین۔ (۲) خاتمہ سورہ بقرہ (۳) جسنے آپ کی امت مین سے اللہ تعالی کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہین بنایا اسکی مغفرت کی۔ رواہ مسلم۔ واضح ہو کہ اسی طرح تحت زمین نازل ہونے کے معنی بھی صرف مجازی مشابہت کے طور پر ہین یعنی غار مین نزول ہونا چنانچہ غار منی مین نزول سورہ والمرسلات۔ بدلیل حدیث البخاری۔ مترجم کہتا ہے کہ غار حراء مین ابتدا سورہ اقرأ باسم ربک۔ کا نزول صحیح وغیرہ مین معروف ہے حالانکہ وہ زیر زمین کے مشابہ نہین بلکہ اسکو بالاے زمین کی مثال مین لیا گیا ہے۔ اور مترجم نے اسمین طول اسواسطے نہین دیا کہ سواے ایک لطیف معرفت کے اسکا فائدہ بہت کم ہے **(نوع ہفتم)** اول کیا نازل ہوا صحیح قول یہ کہ سب سے اول سورہ اقرأ کا اول نازل ہوا چنانچہ حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ابتداے ظہور وحی سے یہ ہوا کہ خواب صادق دیکھنے لگے پس آپ جو کوئی خواب دیکھتے وہ سپیدہ صبح کی طرح عیان ہو جاتا (یعنی بعینہ ظہور ہوتا تھا) پھر آپکو تنہائی پسند ہوگئی پس آپ غار حراء پر تشریف لے جاتے پس وہان چند راتین عبادت مین مشغول ہوتے اور اسکے لیے توشہ مہیا کر لیتے تھے پھر آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے تو پھر

خدیجہؓ اتنی ہی راتون کا توشہ مہیا کردیتی تھیں یہانتک کہ ناگاہ آپ پر وحی آگئی درحالیکہ آپ غار حرا مین تھے چنانچہ آپکے پاس فرشتہ آیا یعنی جبرئیل
علیہ السلام آخر تک کما فی الصحیحین وغیرہما۔ اور اسمین نزول اقرأ باسم ربک تا قولہ ما لم یعلم ہے۔ اور بیہقی وحاکم نے حضرت ام المؤمنین سے مصرح روایت
کی کہ قرآن سے اول اقرأ نازل ہوا اور بیہقیؒ نے اسناد کو صحیح کہا۔ اور طبرانی نے بسند صحیح ابو موسی رضی اللہ عنہ سے اور سعید بن منصور نے عبید بن عمیر سے اور
ابو عبیدؒ نے مجاہدؒ سے یہی روایت کیا ہے۔ اور واضح ہو کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ مین اول نزول یا ایہا المدثر۔ بروایت صحیحین وغیرہ کے معنی یہ کہ
سورۂ کاملہ سب سے اول یہی سورہ مدثر ہے کیونکہ اقرأ کا نزول کامل نہین ہوا تھا۔ عمرو بن شرحبیل تابعی نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ام المؤمنین خدیجہؓ سے کہا کہ جب مین تنہا ہوتا ہون تو آوازین سنتا ہون پس مجھے خوف ہے کہ یہ کوئی امر ہو یعنی میرے حق مین ضرر وجان کا خوف ہو
پس حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ معاذ اللہ ہرگز اللہ تعالی آپکے ساتھ ایسا نہین فرماویگا کیونکہ آپ امانت ادا کرتے اور اہل قرابت سے سلوک کرتے اور سچ بولتے
ہین۔ پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت خدیجہؓ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ بیان کیا اور کہا کہ آپ محمدؐ کو
ساتھ لیکر ورقہ بن نوفل کے پاس جاؤ پس ابو بکرؓ آپکے ساتھ مین ورقہ کے پاس گئے اور ورقہ سے یہ حال بیان کیا کہ جب مین تنہا ہوتا ہون تو یا محمد یا محمد کی
آوازین سنتا ہون تو مین بھاگ آتا ہون پس ورقہ نے کہا کہ آپ ایسا نکرین بلکہ ثابت قدم رہین حتی کہ سُنیئے کہ وہ کیا کہتا ہے پھر مجھے بھی آگاہ فرمائیے گا پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہائی مین سنا کہ یا محمد تو ثابت رہے پس کہا کہ یا محمد کہو بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین آخر تک رواہ البیہقی وغیرہ
وہذا مرسل جید۔ بیہقی نے کہا کہ محتمل یہ کہ بعد اقرأ و المدثر واقع ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ امر ثبوت ہوگیا کہ سورۂ فاتحہ کا نزول قدیم ہے اور وہ مکیہ ہے اور
اسکے ساتھ بسملہ کا بھی نزول ہوا اور توضیح واقعات اسطرح ظاہر ہوتی ہے کہ اول نزول غار حرا مین اقرأ کے ساتھ جب آپ خوفناک واپس ہوئے اور خدیجہؓ
سے واقعہ بیان کیا اور ام المؤمنینؓ نے آپکے خصائل حمیدہ سے استدلال کیا کہ اللہ تعالی ایسے نیک شخص کے حق مین آفت نہین مقدر فرماویگا اور وہ
آپ کو لیکر ورقہ بن نوفل کے پاس گئین اور ورقہ نے سنکر تشفی دی کہ یہ ناموس اکبر دلیل نبوت ہے کاش مین اسوقت تک اس بوڑھاپے مین زندہ
رہتا کہ جب آپکو آپ کی قوم نکالیگی تو آپ کی کامل مدد کرتا۔ ۵۔ جیسا کہ صحیح مین ہے۔ پھر ایک مدت تک وحی منقطع ہونے کے بعد سورۃ المدثر نازل
ہوئی پھر یہ واقعہ سورۃ الفاتحہ کا ہوا۔ یہ تو کلام بیہقیؒ کی تفسیر ہے اور ظاہرا سورۃ المدثر سے پہلے سورۃ الفاتحہ کی تعلیم ہوئی پھر سورۃ المدثر مین حکم ہوا
کہ اُٹھیے اور پیغام الٰہی سے انذار کیجیے۔ یعنے قوم کو دعوت کیجیے کہ عذاب الٰہی سے ڈرین۔ ۵۔ یہ مین نے اسواسطے کہا کہ حدیث جابرؓ مین ہے کہ مدثر کے بعد برابر
وحی کا تار ہوگیا پس اسکے بعد آواز سے توحش کے معنی بعید ہین واللہ تعالی اعلم۔ م۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اول اللہ تعالی نے مفصلات مین سے
ایسی سورت نازل فرمائی جسمین جنت ودوزخ کا ذکر ہے پھر اسلام کی جانب لوگ رجوع ہوئے تو احکام حلال وحرام نازل ہوئے۔ کما رواہ البخاری ومسلم
شیخ سیوطیؒ نے ذکر کیا کہ معنی یہ کہ اول نازل مین سے یہ سورت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ معنی ہین کہ حرام وحلال کے احکام سے اول صرف
اعتقادی سورت کا نزول ہوا۔ حاصل یہ کہ اول وعید عذاب ووعدۂ ثواب سے اعتقاد وتوحید کی جانب رجوع فرمایا اسکے بعد پھر احکام کی فی الجملہ
مشقت رکھی۔ اور یہ مراد نہین کہ نزول مین اول یہ ہے کیونکہ اول اقرأ کا نزول خود حضرت عائشہؓ نے روایت فرمایا ہے فاحفظ۔ م۔ فتح الباری شرح
بخاری مین ہے کہ روایات متفق ہین کہ مدینہ مین سب سے اول سورۂ بقرہ کا نزول ہوا۔ سیوطیؒ نے کہا کہ واحدیؒ نے علی بن الحسین سے روایت کی کہ مکہ مین
اول اقرأ اور آخر سورۃ المؤمنون نازل ہوئی اور مدینہ مین ویل للمطففین۔ اور آخر مین سورۂ براءۃ نازل ہوئی اور مکہ مین جس سورۃ کا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا وہ سورۃ النجم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قسم کے آثار مین وجہ یہ واقع ہوئی کہ موقع وسوال کی راہ سے اولیت بیان کی گئی ہے جیسے
حضرت ام المؤمنینؓ نے نزول کی راہ سے اول اقرأ کی روایت کی پھر ہدایت وارشاد کی راہ سے اول ایسی سورت مفصل بیان کی جسمین کہ جنت ودوزخ

م - (فروع) جہاد مین اول آیت بقول ابن عباسؓ اذن للذین یقاتلون الآیہ ہے - بروایت مستدرک حاکم - اور بقول ابو العالیہ
قولہ تعالیٰ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم الآیہ - بروایت ابن جریر - مترجم کہتا ہے کہ توفیق یہ کہ اول اجازت تو قول ابن عباسؓ ہے اور اسکے مؤید حدیث ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے
کہ مین پہلے جانتا تھا کہ عنقریب جہاد کا حکم ہوگا کما فی السنن - اور احکام جہاد مین شروع بقول ابو العالیہ ہے کیونکہ اس سے یہ حکم نکلا کہ جو لوگ تمسے
قتال نکرین مثلاً صلح کرین تو انکے واسطے دوسرا حکم ہے جیسے ترغیب جہاد مین اول آیت یہ ہے ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم الآیہ کما فی
اکلیل الحاکم - حرمت خمر مین اول یسألونک عن الخمر والمیسر الآیہ پھر قولہ تعالیٰ لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ الآیہ - پھر قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا
انما الخمر والمیسر الآیہ - اور تفسیر مین اسکی توضیح آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ طعام مین اول آیت قولہ تعالیٰ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم الآیہ - سورۂ
انعام مین مکہ مین نازل ہوئی پھر قولہ تعالیٰ فکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً الآیہ سورۃ النحل اُخری - پھر مدینہ مین سورۂ بقرہ کی آیت انما حرم علیکم المیتۃ
الآیہ - پھر سورۂ مائدہ کی آیت حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیہ - سجدہ کے بارہ مین اول سورہ (یعنی کامل سورۃ جسمین سجدہ ہے) سورۃ النجم ہے - رواہ
البخاری عن ابن مسعودؓ - اس سے معلوم ہوا کہ سورہ اقرأ کا تکملہ بعد النجم کے نازل ہوا ہے - م - (نوع ثامن) آخر آیت سورت باعتبار نزول کے
واضح ہو کہ شیخ ابوبکر بن العربیؒ نے کہا کہ اسمین اجتہاد سے ہر ایک نے آخر بیان کیا ہے - بعض علماءؒ نے کہا کہ بعض نے آخر باعتبار سورت کے اور بعض نے
باعتبار آیت کے پھر آیات مین آخر باعتبار خصوص احکام کے مراد لیا چنانچہ صحیحین مین براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ آخر جو آیت اُتری وہ قولہ تعالیٰ
یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ - اور آخر جو سورہ نازل ہوا وہ براءۃ ہے - اس روایت مین آخر آیت اس لحاظ سے کہ مواریث مین یہ آخری
آیت ہے - ابن عباسؓ نے کہا کہ آخر جو آیت نازل ہوئی وہ ربوا کی آیت ہے رواہ البخاری - اور یہی حضرت عمرؓ و ابوسعید خدری سے صحیح ہوا
اور مراد قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین - اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ
کل قرآن سے آخری آیت واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لایظلمون - ہے کہ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نو
راتین زندہ رہے - اور ابن عباس کی روایت اسکے مانند ہے لیکن اسمین (٨١) روز کی زندگی مذکور ہے - اور یہی اقرب ہے کیونکہ گذرا کہ نزول
حجۃ الوداع مین تھا اور شاید کہ سعید بن جبیرؒ نے تسع لیال کے بجائے تسع فی تسع کہا یعنی (٨١ روز) اسکو راوی نے تسع لیال کر دیا - کیونکہ ابن عباسؓ
کی روایت خود سعید بن جبیر کے طریق سے مروی ہے - اور ابن جریرؒ نے بطریق زہری عن سعید بن المسیب روایت کی کہ سب سے آخری نزول آیۃ
المداینہ ہے - ہذا مرسل صحیح یعنی قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الآیہ شیخ ابن حجرؒ نے کہا کہ قرآن مجید مین آیۃ الربوا و آیۃ واتقوا یوما و آیۃ المداینہ
سب متوالی موجود ہین پس ان آثار مین کچھ اختلاف نہین ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ سب سے آخری نزول یہ ہوا کہ آیۃ الربوا سے لیکر آیۃ المداینہ آخر تک نزول ہوا
مترجم کہتا ہے کہ پھر بھی آخری نزول باعتبار احکام کے ہے جیسے ان روایات مین ربوا مین آخری اور معاملات مین آخری ہونا مقید کیا پس توحید مین
آخری اسکے بعد یہ آیتین ہین لقد جاءکم رسول من انفسکم چنانچہ عبد اللہ بن احمد و ابن مردویہ وغیرہ نے ابی بن کعبؓ سے روایت کی - اور یہ لحاظ باعتبار
آیات کے ہے - اور نظیر پوری سورہ کی ابن عباسؓ نے کہا کہ آخری سورہ اذا جاء نصر اللہ الخ ہے کہا رواہ مسلم - اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے قول مین
آخر سورۂ مائدہ و اذا جاء نصر اللہ ہے کما فی الصحیحین اور معنی یہ کہ اطعمہ حلال وحرام مین آخر مائدہ ہے اور واضح ہو کہ سلف کے اقوال مین کبھی آخری نزول
بدین معنی آیا کہ اسکے بعد کوئی ناسخ نازل نہین ہوا بیہقی و ابن العربیؒ نے جزم کیا کہ اس بارہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی وحی نہین ہے بلکہ صحابہ
رضی اللہ عنہم مین جسکے نزدیک حفظ و اجتہاد سے جو آخر معلوم ہوا اسنے بیان کیا - (نوع تاسع) در بیان سبب نزول - یہ نوع نفیس ہے جسمین
بخاریؒ کے استاد شیخ علی بن المدینی کی مفرد تصنیف ہے اور واحدیؒ نے اور شیخ ابن حجرؒ نے بھی تالیفات فرمائین اور شیخ سیوطیؒ نے لباب النقول

اس باب مین عمدہ تصنیف کی ور اس نوع کے فوائد کثیرہ علماء پر مخفی نہین ہین ازانجملہ حکم مشروع ہونے کی حکمت اور اسکے متعلق فوائد کثیرہ مفہوم ہوتے
ہین - ازانجملہ کبھی کلام عام ہوتا ہے اور سبب نزول معلوم ہونے سے تخصیص کی دلیل مل جاتی ہے - ازانجملہ شیخ امام ابن دقیق العید و ابن تیمیہ نے کہا کہ سبب
نزول معلوم ہونا فہم قرآن کے واسطے قوی مدد ہے چنانچہ قولہ تعالی ولا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیہ - جسکا حاصل یہ کہ جو لوگ اپنی حرکات پر بغیر فعل
شایستہ کے اتراتے ہین انکو عذاب سے دور مت خیال کر - مروان بن الحکم کی سمجھ مین دشوار ہوا کہ ہم لوگ ایسی حالت اپنے نفوس مین پاتے ہین پس ہم
خوفناک ہین کہ عذاب سے نہین بچینگے یہانتک کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ اہل کتاب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پوچھا تو انھون نے چھپا کر جھوٹ
بتلایا اور اپنی تعریف چاہی پس اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرما کر انکی تفضیح کی چنانچہ صحیحین مین مفصل مذکور ہے - مترجم کہتا ہے کہ اس سبب نزول سے
سمجھ مین آگیا کہ مفاد کلام مجید یہ ہے کہ جس شخص نے شایستہ فعل نہ کیا بلکہ لوگون کی نگاہ مین ایسے طور پر یہ نقل کیا کہ وہ شایستہ سمجھے حالانکہ اللہ تعالی عالم الغیب کے
نزدیک وہ پوشیدہ نہین ہے پھر یہ شخص جاہل اپنے نفس کے فریب مین آیا اور اُسنے لوگون کے استحسان پر اپنے نفس مین خوشی پائی تو وہ عذاب سے دور نہین ہے کیونکہ
اسکی غفلت و بد اعتقادی تو ظاہر ہوگئی کہ اُسنے اللہ تعالی سے خوف نہ کیا اور یہ نہین سمجھا کہ آخر کار میرا معاملہ میرے نامۂ اعمال سے ہوگا اور لوگون کی
تحسین سے مجھے کچھ فائدہ نہوگا بلکہ اگر یہ نیک ہوتا اور لوگ اپنی جہالت سے اسکو بد کہتے تو اس سے ہزار درجہ بہتر تھا کہ درحقیقت بد ہے اور لوگ نیک سمجھتے ہین
ہین - اسی قسم سے قولہ تعالی لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا الآیہ - یعنی جو لوگ ایمان لائے و کارہاے نیک کیے تو جو کچھ اُنھون نے کھایا اُنپر
اسمین گناہ نہین ہے - بعض نادانون نے سمجھا کہ مومنین صالحین پر جو کچھ کھاوین گناہ نہین ہوتا حتی کہ بعضون نے اپنی جہالت رائج کرنے کے لیے اسکو بعض صحابہ رضی اللہ
عنہم کی طرف منسوب کیا حالانکہ یہ بہتان کے قریب ہے اور یہ نہین سمجھا کہ جس مومن نے مثلاً شراب پی حالانکہ اسکی ممانعت ہے تو اُسنے کار نیک کہان کیا حالانکہ
اللہ تعالی نے تو عملوا الصالحات کی قید فرمائی ہے پس معنی یہ ہین کہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین مثلاً شراب حرام ہونے سے پہلے جسنے شراب پی تھی اُسپر کچھ گناہ
نہین ہے چنانچہ سبب نزول مین وارد ہے کہ بعد حرمت شراب کے لوگون نے کہا کہ قبل ازین جو لوگ ہم مین سے شہید ہوے انکا کیا حال ہوگا پس
یہ حکم نازل ہوا پس معنی معلوم ہونے کے بعد کچھ مستفاد ہوا کہ امت مین جس عالم مجتہد کے نزدیک قرآن و حدیث سے مثلاً طوطا حلال ثابت ہوا اور
اُسنے کھایا تو کسی کے نزدیک اُسپر کچھ گناہ نہین ہے اور جس مجتہد کے نزدیک وہ ممنوع ظاہر ہو اور وہ کھاوے تو اُسپر گناہ ہے اور اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ اہل السنۃ
والجماعۃ کے نزدیک بالاجماع انکے علماے ربانی و ائمہ مجتہدین مثل امام جعفر صادق و اوزاعی و ثوری و ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد وغیرہم سب متمسک بسنت
و جماعت ہین حالانکہ حلال جانورون مین اجتہادی اختلاف ہے لیکن کسی کے نزدیک حلال جاننے والے پر کچھ گناہ نہین ہے اور سب علماے صالحین ہین
اسی قبیل سے قولہ تعالی فاینما تولوا فثم وجہ اللہ - یعنی جدھر پھرو اُسی طرف وجہ اللہ تعالی ہے یعنی قبلہ ہے پس اگر کوئی شخص بغیر غور کے سمجھے کہ کعبہ کی جانب خصوصیت
نہین بلکہ ہر طرف قبلہ ہے تو خلاف اجماع کے گمراہی ہو جاوے اور جب غور سے سبب نزول سمجھا اور دیگر آیات مانند قولہ فول وجہک شطر المسجد الحرام - پر متوجہ ہوا تو جان لیا کہ
آدمی پر فرائض مین استقبال قبلہ فرض ہے اور اس آیت مین اللہ تعالی نے ایک جماعت مسائل کا علم عطا فرمایا - اول آنکہ خانہ کعبہ کی جانب استقبال کرنا ایک جہت
عبادت ہے ورنہ اُس مکان کا قصد نہین چاہیے حتی کہ اگر مکان کی عمارت نہو تو بھی قبلہ کی وہی جہت باقی ہے - دوم یہ کہ اللہ تعالی کے واسطے جہت نہین ہے بلکہ اسکی شان
پاک جمیع جہات سے پاک ہے اور ہر طرف اسکی عبادت کے واسطے فی نفس الامر یکسان ہے لہذا نوافل سفر مین سواری پر جدھر جاتا ہو پڑھتا ہے چنانچہ صحاح کی احادیث و اجماع علما
اسپر دلیل ہے اور اسی طرح جہان آدمی کو جنگل وغیرہ مین قبلہ مشتبہ ہوا و تحری کی ضرورت واقع ہو تو جزم تحری سے پڑھے اور یہی جہت اسکے واسطے عین قبلہ ہے
حتی کہ خطا جاری نہین ہے برخلاف اسکے کہ اگر مقتدی نے عمداً امام سے مخالفت کی تو نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا مین اسپر موافقت لازم ہے چنانچہ اگر بغیر اقتدا
کے اسنے تحری سے دوسری طرف پڑھی تو دونون کی نماز صحیح ہے کیونکہ دوسرے کی نماز مستقل ہے باقتدا نہین ہے چنانچہ عین الہدایہ مین مدلل دیکھ لو - اسی قسم سے

قولہ تعالیٰ فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ یعنی صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے مین اسپر کچھ گناہ نہین ہے۔ بظاہر بغیر غور کے آدمی یہ سمجھیگا کہ سعی صفا و مروہ
ایسی چیز ہے کہ کرے تو خیر کچھ گناہ نہوگا۔ اور جو شخص غور کرے وہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے صفا و مروہ کو شعائر اللہ فرمایا تو یہ معنی نہین ہوسکتے ہین بلکہ یہ کہ
شعائر اللہ کی تعظیم مین عین ثواب ہے اور کافرون کے وہان بت رکھنے سے شعائر اللہ مین فرق نہوگا تو کافرون کے خیال سے گناہ مت سمجھو چنانچہ
ہمنے سبب نزول مین یہی پایا کہ وہان کافرون نے بت رکھے تھے اور انھین کے قصد سے دوڑتے تھے تو اسلام مین صحابہ رضی اللہ عنہم نے گناہ کا
خوف کیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اور منجملہ علوم کثیرہ کے اس سے معلوم ہوا کہ جو امور کہ تعظیم الٰہی عزوجل سے ہین اگر مشرکون نے انمین شرک بنایا ہو
تو مشرکون کا فعل مردود ہے اور شعائر الٰہی عزوجل مین کچھ خلل نہوگا کیونکہ مخلوق کے فعل کا اثر وہان کچھ نہین ہوسکتا ہے جیسے خانہ کعبہ مین مشرکون
نے سیکڑون بت رکھے تھے مگر طواف خانہ کعبہ وہی تعظیم ہے اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام مین مشرکون نے فرزند کا شرک بنایا تو انکا قول مردود ہے اور
حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحال خود پیغمبر صادق ہین۔ اسی قسم سے قولہ تعالیٰ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما الآیہ۔ کیونکہ بغیر غور کے آدمی سمجھیگا کہ بس حرام
غذا صرف انھین چیزون مین منحصر ہے جو اس آیت مین مذکور ہین حالانکہ جسنے قاعدۂ بلاغت سے غور کیا تو سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر مشرکون کی مذمت
فرمائی کہ انھون نے حلال الٰہی کو حرام کرلیا اور حرام کو حلال کرلیا پس انکی تردید کے واسطے ایجاز بلیغ یہ کہ اسکا نقض کردیا جاوے چنانچہ انکی محرمات کو توڑ دیا
کما قال الشافعیؒ مترجم کہتا ہے کہ انکی تحریم کو توڑا اور تحلیل کو نہین توڑا جسمین بلاغت یہ کہ اصل مین حلت ہے سوائے ان چیزون کے جنکو اللہ تعالیٰ نے
بندون کی عبودیت و ثواب کے واسطے عین حکمت بالغہ کے ساتھ حرام کردیا پس مشرکون پر تشنیع ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے طیبات رزق اپنے بندون کے
واسطے حلال کیے ہین تو تم حرام کرنے والے کون ہو۔ قال تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق۔ پس انمین طیبات رزق
کے حرام کرنے والے کو رد کردیا کہ وہ کون ہے جو حرام کرے لہٰذا محقق ہوا کہ تحریم کی دلیل شرعی چاہیے اور حلت تو اصل منصوص ہے۔ بالجملہ حاصل قول شافعیؒ
یہ ہوا کہ آیت مذکورہ مین حرام چیزون کا انحصار مقصود نہین ہے بلکہ مشرکون کی تحریم توڑ دینے کا قصد ہے۔ از انجملہ سبب نزول جاننے مین یہ فائدہ ہے
کہ آدمی اپنی گمراہی و جہالت سے قرآن پاک مین بعض خاص لوگون پر محمول نکرے جیسے مروان بن الحکم نے زعم کیا قولہ تعالیٰ فلا تقل لہما اف۔ اور والدین
کے واسطے اف کہنے کی آیت کا محل عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق ہین اور یہ زعم باطل تھا چنانچہ ام المومنین عائشہؓ نے سبب نزول بیان فرماکر
مروان کا قول رد کردیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر لوگ جنکے قلوب مین کجی و مرض ہے مانند روافض و خوارج کے یونہی اللہ تعالیٰ کی آیات مین بیجا افترا کرتے
ہین اور جسکی یہ حالت ہو وہ فہم قرآن سے بے نصیب رہتا ہے۔ م۔ (المسئلہ) سوال یہ ہے کہ آیت کا نزول جس سبب خاص مین ہوا کیا اسی معنی
خاص کا اعتبار ہے یا نظم کلام کے معنی عام کا اعتبار ہے۔ جواب صحیح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ عموم معنی کا اعتبار ہے اگرچہ سبب نزول خاص ہوا اور جہان سبب
خاص پر انحصار ہوا تو کسی دلیل دیگر سے واقع ہوا ہے۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ حدثنی محمد بن ابی معشر قال انبانا ابو معشر نجیح قال سمعت سعید المقبری یذاکر
محمد بن کعبؒ الخ۔ یعنی سعید المقبری نے محمد بن کعب سے مذاکرہ مین کہا کہ بعض کتب مین آیا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین بعضے ایسے لوگ ہین کہ انکی زبانین شہد سے زیادہ
شیرین ہین اور انکے دل ایلوے سے زیادہ تلخ ہین وہ لوگ بھیڑون کے بالون کے لباس پہنتے اور دین کے عوض دنیا کھینچتے ہین پس محمد بن کعب نے کہا کہ
کتاب الٰہی مین اسکی تصدیق موجود ہے قال تعالیٰ من الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا و یشہد اللہ علی ما فی قلبہ وہو الد الخصام۔ سعید المقبریؒ نے کہا کہ یہ
آیت تو مجھے معلوم ہے کہ جس شخص خاص کے حق مین نازل ہوئی تھی پس محمد بن کعب نے فرمایا کہ آیت ایک شخص کے بارہ مین نازل ہوتی پھر وہ عام ہوتی ہے
مترجم کہتا ہے کہ معنی یہ کہ جس شخص کے بارہ مین حکم کی ضرورت ہوئی پس آیت نازل ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ اس شخص کا حکم یہ ہے اور اسی طرح جو
شخص ایسا ہوگا اسکا یہی حکم ہوگا اور مترجم نے اوپر بیان کردیا کہ قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیہ کس طرح عام ہے اور مروان نے

اسکے سمجھنے مین خطا واقع ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو اسکو اہل کتاب کے بارہ مین محمول کیا اس سے تخصیص مراد نہین بلکہ بیان سبب نزول سے معانی سمجھانا مقصود ہے۔ م۔ شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ اکثر روایات مین صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے وارد ہوا کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی خصوص جب کسی شخص خاص مین ہو مثلاً وارد ہوا کہ خلع کی آیت دربارۂ زوجۂ ثابت بن قیس نازل ہوئی اور آیۃ الکلالہ دربارۂ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نازل ہوئی تو اس سے انکا یہ مقصود نہین کہ حکم آیت انہین خاص لوگون مین مخصوص ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ ایسے واقعہ مین یہ حکم الٰہی عام ہے چنانچہ فلان شخص کا جب ایسا واقع ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ (التنبیہ) ہان اگر آیت کا کلام ہی عام نہو بلکہ خاص ہو تو یہ خود ظاہر ہے کہ آیت شخص خاص کے بارہ مین نزول ہے جیسے قولہ تعالیٰ وسیجنبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی کیونکہ الاتقی معرفہ خاص ہے اور بالاجماع صحابہ و تابعین متفق ہین کہ یہ منقبت و مدح شریف خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارہ مین وارد ہوئی اور جس شخص نے زعم کیا کہ آیت عام ہے اُسنے غلط کیا اسواسطے کہ اول تو اس آیت مین کوئی صیغۂ عام نہین ہے اور دوم اجماع صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے خاص ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا حالانکہ وہ خوب سمجھنے والے تھے پس اگر آیت عام ہوتی تو اسمین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واسطے مدح نہوتی کیونکہ بلا اختلاف مدح خاص ہوتی ہے تو آیت سے مخالف ہو جائیگا پس عام سمجھنا قطعاً غلط ہے (فائدہ) اسی سے امام فخر الدین رازیؒ نے استدلال کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارہ مین اللہ تعالیٰ نے اس امت مین اتقی فرمایا اور دوسری آیت مین آیا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی تم مین سے بزرگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ کہ جو تم مین سب سے زیادہ متقی ہے تو ثابت ہوگیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ بزرگ ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ توضیح یہ ہو کہ تقویٰ کے مراتب ہین اور انمین متقی سے لیکر اتقی تک مدارج ہین جیسے درجۂ نبوت مین نبی سے لیکر خاتم الانبیا تک مدارج ہین پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بعد انبیا علیہم السلام کے امت مین اتقی فرمایا اور اتقا کو سب سے بزرگ فرمایا تو ہمکو آگاہ کیا کہ اس امت مین ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے اکرم ہین اور دوسری آیت مین فرمایا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یعنی اولاد آدم مین یہ امت محمدیہ سب سے بہتر ہے تو ہمنے قطعاً جان لیا کہ سب امتون مین یہ امت افضل ہے اور اس امت مین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ افضل ہین اور یہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی صحابی دیگر کے واسطے اتقی نہین فرمایا تو معلوم ہوا کہ تقویٰ کا اعلیٰ مرتبہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا ہے جیسے تقویٰ نبوت کا مرتبہ اعلیٰ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اور اسکے مقابلہ مین اشقی ہے کہ انتہائے شقی کا مرتبہ ابلیس لعین کو دیا اور اسکے بعد اسکے توابع ذریات ہین حتی کہ آدمیون مین سے جنھون نے کفر و شرک والحاد کیا یہی شقی ہوکر اسکے تابع ہین چنانچہ قوم صالح علیہ السلام مین سے ناقہ کا قتل کرنے والا اشقی تھا چنانچہ فرمایا۔ اذ انبعث اشقاہا۔ اور یہ معنی حدیث مین بھی منصوص ہین۔ واضح ہو کہ اتقی مطلقاً بعد انبیا علیہم السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین اور بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اتقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہین اور اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اپنے درجہ پر اتقی ہین پس کل صحابہ رضی اللہ عنہم بہ نسبت باقی امت کے اتقی ہین اور باقی امت بہ نسبت دیگر امم کے اتقی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآن و حی سے اتقی بتلا دیا اور باقی بھی آیات و احادیث وغیرہ سے نکالا ہے فاحفظ۔ (التنبیہ) اجماع ہے کہ قرآن مجید کے آیات کا نزول اپنے اپنے اوقات مین ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت خاصہ جو اس امت کے اعلیٰ طبقہ پر مبذول تھی بموقع واقعہ اسکا حکم نازل فرمایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جہان اسکا موقع جس سورۃ مین ہے بتلایا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے کہ یہ آیت جو اسوقت نازل ہوئی ہے فلان سورۃ کے اس مقام مین لکھو پس اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب کبار کو قرآن پاک محفوظ تھا اور چونکہ کل سورتین یکجا مکتوب نہین تھین اسی واسطے جب بعد وفات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل یمامہ مرتد ہوئے اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے بحکم حضرت خلیفہ برحق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اکابر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے ساتھ انسے قتال کیا اور آخر اس کثیر جماعت پر اللہ تعالیٰ نے غلبہ دیا اور مسیلمہ کذاب مردود مارا گیا تو اسوقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ جنگ یمامہ مین قراء قرآن اکثر شہید ہوئے اور مجھے خوف ہے کہ دیگر مواقع مین ایسا ہی

میں ہی

ہو تو قرآن مجید مین سے جاتا رہے لہذا آپ حکم فرماوین کہ قرآن پاک جمع کیا جاوے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بعد الہام الٰہی عزوجل کے جمع کرکے یکجا لکھنے کا حکم فرمایا۔ کما فی الصحیح مطولاً۔ بالجملہ یہ شہادت ہے کہ قرآن اسوقت یکجا مکتوب نہین تھا بلکہ حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینہاے پاکیزہ پر لکھا تھا۔ اور جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان مبارک مین نازل ہوکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے حتی کہ سال حجۃ الوداع مین دوبارہ دور کیا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ اس سال میری وفات ہے چنانچہ صحیح مین یہ حدیث مطول موجود ہے۔ م۔ (التنبیہ) واحدی نے کہا کہ اسباب نزول مین کلام کرنا بدون روایت یا سماع کے حلال نہین ہے یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے نزول کو مشاہدہ کیا اور سماع سے اسباب نزول کو جانا اور انکے بعد تابعین کی روایات سے علم ہوا۔ محمد بن سیرین نے کہا کہ مین نے عبیدہ رحمہ اللہ تعالی سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب مین ثقہ تھے ایک آیت کو پوچھا تو فرمایا کہ اللہ تعالی سے تقوی کر اور سدید کہہ وہ لوگ گذر گئے جو جانتے تھے کہ کس سبب مین یہ قرآن نازل ہوا ہے۔ بعض لائقون نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی بعض کی یہ شان تھی کہ جزم سے نہین کہتے چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب ایک انصاری نے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین مخاصمہ کیا اور آپ نے زبیر رضی اللہ عنہ کے موافق حکم دیا اور انصاری اسوقت بمقتضاے بشریت رنجیدہ ہوا حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت حکم دیا تو زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ میرا خیال ہے کہ اسی بارہ مین نازل ہوا قولہ تعالی فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم تا قولہ ویسلموا تسلیما یعنی نہین قسم ہے تیرے رب کی کہ نہین مومن ہونگے جب تک یہ نکرین کہ جو جھگڑا انکے درمیان واقع ہوا ہے اسمین تجھکو حاکم بناوین پھر جو کچھ تو حکم فرماوے اس سے اپنے دلون مین تنگی نہ پاوین اور اسکو بایمان دل سے مان لین کما فی الصحیحین وغیرہ پس دیکھو کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے احتیاط کے واسطے یون فرمایا کہ میری دانست یا میرے خیال مین یہ آیت اسی بارہ مین نازل ہوئی ہے۔ حاکم رحمہ اللہ نے علوم الحدیث مین لکھا کہ جو صحابی کہ وحی و تنزیل مین حاضر ہوا ہے جب اسنے کسی آیت قرآن کی نسبت آگاہ کیا کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی تو یہ قول بمنزلہ حدیث مسند ہے یہی قول ابن الصلاح نے اختیار کیا چنانچہ صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہودی کہتے تھے کہ جو مرد اپنی عورت سے الٹا کرکے دبر یعنی پچھوڑے کی طرف سے فرج مین جماع کرے تو بچہ احول یعنی بھینگا پیدا ہوگا پس اللہ تعالی نے اسکی تردید مین نازل فرمایا۔ نساؤکم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم الآیۃ یعنی تمہاری جوروین تمہاری کھیتی ہین سو جیسے تمہارا جی چاہے انکے پاس آؤ خواہ چت یا پٹ بیٹھ۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالی کے کلام پاک سے معلوم ہوا کہ عورت سے جماع کرنے مین کوئی تنگی نہین رکھی گئی کہ مثلاً چت ہی ہو ورنہ گنہگار ہوگا۔ اور یہود نے بد اعتقادی پھیلانی چاہی تھی کہ بچہ احول ہوگا پس اسکو رد کردیا کہ اللہ جسطرح چاہے پیدا فرماتا ہے اور اسمین کسی وضع کو دخل نہین ہے لیکن یہ حکم دیا کہ ذکر الٰہی عزوجل کے ساتھ نیک نیت اولاد کو مقدم کرو یعنی محض شہوت مقصود نہو بلکہ اس کھیتی سے اولاد صالح کے امیدوار ہو۔ چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم مرد و عورتین کامل الایمان تھے تو انمین یہ امر ممکن نہین تھا۔ اور یہود کے تجربہ مین غالباً ایسا آیا ہوگا اسواسطے کہ یہ قوم صرف شہوت پرست بدکار تھی اور اطبا کے قاعدہ مین مقرر ہوا کہ جماع کے وقت بیچپت ہو اور انزال کی لذت سے مرد و عورت کی آنکھین چڑھ جاوین تو بچہ مین یہ اثر ظاہر ہوتا ہو اور پٹ جماع کی صورت مین عورت بروقت انزال کے کبھی داہنی طرف اور کبھی بائین طرف نگاہ پھیر لیگی تو بچہ احول ہوگا۔ چونکہ طبیب صرف تن پروری کے قواعد جانتا ہے اور تن پروری کفار ہوتے ہین جو نفس کی شیطانی شہوات مین منہمک ہوتے ہین تو اللہ تعالی انکے حق مین انکی بد اعتقادی کی سزا پوری کردیتا ہے ورنہ اللہ تعالی ہی پیدا کرنے والا ہے اور کسی شخص یا شکل یا کسی چیز کو اسمین کچھ دخل نہین ہے اور اہل ایمان کا اعتقاد صرف اللہ تعالی کی الوہیت پر ہے اور وہ ایسی شہوت مین منہمک نہین ہوتے ہین پس انکی حق سے اللہ تعالی ہر وہ مومن پیدا کرتا ہے کیونکہ وہی پیدا کرنے والا ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ بعض فرقہ گمراہ جنھنے اس آیت سے سمجھا کہ عورت کے پچھاڑی کے مقام مین وطی کرنا جائز ہے وہ شہوت پرست نجس و بد اعتقاد ہے کیونکہ مقعد سے آج تک کسی کا بچہ پیدا ہوا نہین سنا۔ حالانکہ اللہ تعالی نے اپنے بندون کو انکی کھیتیون مین ہر طرح کی اجازت دی اور وہ

محل فرج ہی جس سے اولاد کی پیداوار ہوتی ہے اور اہل السنۃ میں سے بعض نے شاذ قول بعض اہل السنۃ کا نقل کیا حالانکہ باطل و غیر صحیح ہے بلکہ اجماعاً اہل السنۃ کے نزدیک سلف و خلف سب کے نزدیک مقعد بازی حرام ہے حتی کہ اگر کسی نے عورت سے یہ حرکت کی تو اسپر توبہ فرض ہے اور سیاست کے طور پر سزا دیجاویگی اور اگر کسی نے لونڈون سے یہ حرکت کی تو قتل کیا جائیگا۔ کیا نہین سمجھتے کہ عورتون سے حالت حیض مین وطی کرنا بوجہ نجاست کے حرام کیا یہانتک کہ پاک ہوجاوین حالانکہ مقعد کی نجاست انتہائی نجس ہے تو اسکے قطعی حرام ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہے (الفائدة الجليلة) شیخ ابن تیمیہؒ نے کہا کہ جب صحابی یا ثقہ تابعی نے کہا کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی ہے تو کبھی یہ مراد ہوتی ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ واقعہ تھا۔ اور کبھی یہ مراد ہوتی ہے کہ سبب نزول تو امر دیگر ہے لیکن یہ امر بھی اس آیت کے حکم مین داخل ہے مترجم کہتا ہے کہ اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیئے تاکہ تفسیر مین جو اسباب نزول مذکور ہوئے انمین بعض نے ایک امر سبب نزول بیان فرمایا اور بعض نے امر دیگر فرمایا پس سمجھ لیا جاوے کہ درحقیقت کچھ اختلاف نہین ہے بلکہ ایک نے حقیقی سبب نزول بیان کیا اور دوسرے نے اسکے عام حکم کے تحت مین جو افراد داخل ہین انمین سے ایک فرد بیان کی ہے۔ (الفائدة) مترجم کہتا ہے کہ اکثر علماؒ نے کہا کہ آیت مکرر نازل ہوئی ہے یعنی بعض نے کہا کہ اس سے تکریم و تشریف کا فائدہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض صورتون مین مکرر نزول مین یہ مقصود ہوتا ہے کہ اس آیت مین جو پہلے نازل ہوچکی ہے۔ اسکا حکم مذکور ہے مثال یہ کہ قولہ تعالی ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیہ کے سبب نزول مین ایک تو ابو طالب کے لیے استغفار۔ دوم ایک انصاری کا اپنے والد کے لیے استغفار۔ سوم آنحضرت صلعم کا اپنی والدہ شریفہ کے بارہ مین استغفار کی درخواست کرنا روایات ہین۔ پس ان روایات کے معنی مین توفیق سطرح ہے کہ دراصل یہ ابو طالب کے استغفار سے ممانعت مین وارد ہوئی اور قولہ ما کان استغفار ابراہیم لابیہ الآیہ شاید پہلے نازل ہوا اور شاید کہ انصاری کے واقعہ مین نزول ہو کیونکہ انصاریؓ نے استغفار ابراہیم علیہ السلام سے استدلال کیا تھا۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ شریفہ کے لیے دعا کی درخواست کی یعنی مجھے اجازت دی جاوے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہوکر یہی آیت تلاوت کردی لہذا یہ روایت نہین کہ آپ پر کیفیت وحی طاری ہوئی تھی۔ واللہ تعالی اعلم م۔ (التنبیہ) صحابی نے جو سبب نزول بیان کیا وہ بمنزلہ مسند مرفوع کے ہے اسی طرح جب تابعی ثقہ نے بیان کیا تو وہ بمنزلہ حدیث مرسل ہے حتی کہ ائمہ حنفیہؒ کے نزدیک مانند جمہور علماء کے مقبول ہے اور شافعیہ کے نزدیک جب دوسری روایت مرسل سے تائید ہوجاوے تو مقبول ہے۔ واضح ہو کہ جب سبب نزول مین روایات مختلف وارد ہون تو انکے اسانید پر غور کرنا چاہیے پس اگر ایک اسناد صحیح اور دوسری ضعیف ہو تو صحیح پر اعتماد ہے اور اگر دونون اسناد صحیح ہون تو دیکھا جاوے کہ اگر ایک مین صرف یہ روایت ہو کہ یہ آیت دربارۂ امر ہذا نازل ہوئی ہے اور دوسری مین ایک واقعہ ذکر کیا اور کہا کہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پس اصل سبب نزول مین اسی پر اعتماد ہے اور اگر دونون روایتون مین واقعات کے بعد نزول مذکور ہو یعنی ہر ایک روایت مین ایک واقعہ مذکور ہے مثلاً قولہ تعالی علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروہن الآیہ۔ دربارۂ اجازت اکل و شرب تا وقت سحری حالانکہ پہلے صرف خواب تک کھانا و پینا جائز تھا پس سبب نزول مین مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی اپنی زوجہ سے رات مین وطی کی اور بعد اسکے ہوشیار ہوکر صبح کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور دوسری روایت مین ہے کہ ایک صحابی انصاری دن بھر باغ مین کام کرکے شام کو آئے تو کھانا تیار نہ تھا پس انکی زوجہ اس انتظام مین گئین جب تیار کرکے لائین تو یہ سو گئے تھے پس دوسرے روز انکو غش آگیا تب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور معلوم ہے کہ یہ سورہ مدنیہ اور دونون واقعے بھی مدنی ہین پس اعتماد کیا جائیگا کہ یہ دونو متصل واقع ہوئے اور انکے بعد ہی نزول ہوا تو یہ واقعہ اسکا سبب نزول ہوگیا کیونکہ آیت مین جماع و اکل و شرب دونون کی اجازت سحری تک ہے اور اگر دونون واقعات مین سے ایک مکہ مین اور دوسرا مدینہ مین ہو تو محمول ہوگا کہ سبب نزول اول ہے اور دوسرے واقعہ کا حکم اس سے نکالا گیا ہے

اور اسکی مثال قولہ تعالی ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی القربی الآیۃ۔ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا لیکن شیخ سیوطی رح نے ذکر کیا کہ اگر
دونون روایتون کی اسنادمین سے ایک اصح ہو تو اسی کو ترجیح ہوگی خصوص جبکہ راوی خود اس واقعہ مین حاضر ہوا اور اسکی مثال یہ کہ یہود سے قریش
نے کہلا بھیجا کہ ہم کو کوئی سوال بھیجو کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کرین پس یہودیون نے کہلا بھیجا کہ روح کو دریافت کرو پس نازل ہوا
قولہ تعالی ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ رواہ الترمذی عن ابن عباس وصححہ۔ اور بخاری رح نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
کی جس سے ظاہر ہوا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موجودگی مین یہود نے یہ سوال کیا تھا اور آپ کھڑے ہو گئے پس ابن مسعود رض نے جانا کہ آپ پر وحی کی جاتی ہے پھر اٹھا کر
یہ آیت پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت کا نزول مدینہ مین ہوا ہے شیخ سیوطی رح نے کہا کہ روایت بخاری کو ترجیح ہے کیونکہ اسناد قوی ہے اور ابن مسعود خود حاضر تھے۔
مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک صواب یہ کہ سورہ مکیہ مین یہ آیت موجود ہے اور اصل نزول بنا بر روایت ترمذی کے مکہ مین ہوا اور مدینہ مین یہود کے سوال کے
وقت اللہ تعالی نے مکرر اسی آیت کا حکم بھیجا کہ اسی کو تلاوت کرین لہذا وحی کے وقت جو شدت آپ پر طاری ہوتی تھی وہ نہین ہوئی بلکہ کھڑے رہے
پھر سر اٹھا کر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے اس آیت مین مکرر نزول قرار دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ مکرر نزول کے معنی بھی میرے نزدیک یہی ہین
کہ اول مرتبہ بطور وحی کے نزول ہوا اور دوسری مرتبہ صرف یاد دلا کر اسی آیت مین حکم شامل ہونا بتلایا جاتا ہے۔ (تنبیہ) کبھی سبب واحد واسطے
کئی آیات کا نزول متعدد سورتون مین نازل ہوا جیسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ مین دیکھتی ہون کہ اللہ تعالی نے مردون کا ذکر فرمایا
اور عورتون کا ذکر فضیلت ہجرت مین نہین ہے تو نازل ہوا قولہ تعالی ان المسلمین والمسلمات الآیۃ۔ اور نازل ہوا قولہ انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی الآیۃ
رواہ الحاکم۔ (نوع عاشر) اسباب نزول کی قسم مین سے یہ کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان پر قرآن نازل ہوا یعنی اللہ تعالی نے قبل نزول کے بعض صحابہ
رضی اللہ عنہم کی زبان پر جاری کردیا اور اصل اسمین موافقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہین چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے عمر کی زبان پر حق جاری کردیا ہے اور عمر کے قلب مین حق رکھدیا ہے۔ ابن عمر رض نے کہا کہ جب کبھی لوگون مین
کوئی واقعہ پیش آیا اور لوگون نے ایک بات کہی اور عمر رض نے دوسری بات کہی تو یہی ہوا کہ عمر رض کے قول کے موافق قرآن نازل ہوا۔ رواہ الترمذی
اور مترجم نے موافقات عمر رضی اللہ عنہ کو قولہ تعالی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ کے تحت مین ذکر کیا ہے اور خلاصہ یہ کہ مقام ابراہیم مین مصلی
بنانا و حجاب و قولہ عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن الآیۃ۔ و قیدیان بدر۔ و قولہ تعالی فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے موافق قرآن نازل ہوا۔ عبد الرحمن بن ابی لیلی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی ملا اور کہنے لگا کہ تمھارے صاحب (یعنی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم) جبرئیل ع کا ذکر کرتے ہین وہ تو ہم لوگون کا دشمن ہے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالی و اسکے ملائکہ و رسولون
و جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہو تو اللہ تعالی ایسے کافر کا دشمن ہے پس اللہ تعالی نے قولہ تعالی من کان عدوا للہ وملائکتہ الآیۃ۔ نازل فرمائی
رواہ ابن مردویہ۔ مترجم کہتا ہے کہ دوسری روایت مین آیا کہ یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا پس آیت کا نزول ہوا۔ مترجم کہتا ہے
کہ دونون روایتین متحد ہین اور ابن مردویہ کی روایات سے اصل قصہ معلوم ہوگیا کہ یہودی مردود نے در اصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا
کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جبرئیل وحی لاتا ہے اور وہ ہمارا دشمن ہے ورنہ ہم مسلمان ہوجاتے پس راوی نے مختصر کرکے اسقدر بیان کیا کہ یہود نے
کہا کہ جبرئیل ہمارا دشمن وحی لاتا ہے ورنہ ہم اسلام لاتے۔ و سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار ہین جب انھون نے سنا کہ حضرت
ام المؤمنین عائشہ کے نسبت افک کا قصہ اسطرح بیان کیا گیا ہے تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سبحانک ہذا بہتان عظیم پس جب اللہ تعالی نے برات
کی آیات نازل فرمائین تو اسمین سخت زجر و توبیخ فرمائی اور مسلمانون کو بھی ملامت سے جھڑکا بقولہ تعالی لولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بہذا

سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ پس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اسقدر میں موافقت کی۔ اسی قبیل سے قولہ تعالیٰ ویتخذ منکم شہداء ہے چنانچہ عکرمہ سے روایت
ہے کہ جب جنگ احد میں اصحاب بھاگ کر مدینہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر آنے میں دیر ہوئی تو صحابیات عورتیں نکلکر جانب احد روانہ
ہوئیں تاکہ دریافت کریں پس ہر ایک سے پوچھتی تھیں ناگاہ اونٹ پر دو شخص آتے تھے پس ان سے پوچھنے لگیں تو انھوں نے بتلایا کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں تو یہ عورتیں خوش ہوئیں اور کہنے لگیں کہ اب کچھ تردد نہیں ہے ویتخذ اللہ من عبادہ الشہداء یعنی بندوں میں سے تو اللہ تعالیٰ
شہید بناویگا۔ اسی قبیل سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے قبل نزول کے بوقت شہادت یہ پڑھنا شروع کیا تھا۔ وما محمد الا رسول
قد خلت من قبلہ الرسل الآیۃ حتی کہ یہ آیت بعد اسکے یون ہی نازل ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ بعید از اللہ تعالیٰ اعلم ہے کہ حضرت مصعب اسوقت
اس دار فنا سے جانب آخرت جاتے تھے اور محض سکون و ثبات قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدہ رضوان پر یقین تھا اور کل صحابہ رضی اللہ عنہم کو
جو یقین کمال حاصل تھا اب تمام عمر کی عبادت سے نہیں ہوتا پس ببرکت فیض رسالت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آیت علم الٰہی میں نزول
میں تھی اسوقت انکے قلب و زبان پر جاری ہوئی اور یہ حق صریح تھا جیسے موافقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں اور مترجم نے ایک اشارہ کیا
جسکا ادراک صرف مومنین صادقین مومنین کے قلب پر ہوگا۔ **نوع حادی عشر** مکرر نزول کی نسبت ایک جماعت متقدمین
و متاخرین کا قول ہے تاکہ تذکیر و موعظت ہو یعنی یاد دلانا دل میں اسکے معنی ثبت کرنا و تفخیم شان مقصود ہے۔ از انجملہ خاتمہ سورہ نحل و اول سورہ
روم و آیۃ یسئلونک عن الروح و قولہ تعالیٰ اقم الصلوۃ طرفی النہار۔ اور اسی طرح سورہ اخلاص مکہ میں مشرکوں کا جواب تھا اور مدینہ میں یہود
و نصاریٰ کا جواب ہوا اور اسی طرح قولہ تعالیٰ ما کان للنبی والذین آمنوا الآیۃ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ کوئی واقعہ یا سوال ایسا پیش آیا کہ اس میں حکم قرآن نازل ہو
حالانکہ قبل ازین ایسی آیت نازل ہو چکی کہ جو اسکے حکم و جواب کو متضمن ہے پس اللہ تعالیٰ نے بعینہ اس آیت یا سورہ کو وحی فرمایا تاکہ یاد دلانے و تفخیم کا افادہ ہو
مترجم کہتا ہے کہ مترجم نے سابق میں یہی معنی اپنی طرف سے نقل کیے فالحمد للہ تعالیٰ علی الوفاق۔ م۔ **نوع ثانی عشر** بعض قرآن نازل ہوا حالانکہ
اسکے حکم کا وقت اسکے بعد پیش آیا مثال یہ کہ مکہ میں نازل ہوا قولہ تعالیٰ سیہزم الجمع و یولون الدبر اس آیت سے مفہوم ہوا کہ کافروں کا جماؤ منہزم ہوگا اور پیٹھ پھیریگا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اسوقت اپنے دل میں کہتا کہ وہ کون جماعت اور کہاں ہے پھر بعد ہجرت کے جب بدر کا روز ہوا اور قریش کا لشکر جو اب
بھاگا تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے تعاقب میں دیکھا کہ آپ تلوار کھینچے ہوئے انکے تعاقب میں یہ پڑھتے ہیں سیہزم الجمع و یولون الدبر پس یہ آیت
واسطے واقعہ بدر کے تھی۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ قتادہ نے کہا کہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب لشکر مشرکین کو بھگاویگا
بقولہ تعالیٰ جند ما ہنالک مہزوم من الاحزاب۔ پس بدر کے روز اسکی تاویل واقع ہوئی۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور اسی قسم سے قولہ تعالیٰ قل جاء الحق
وما یبدئ الباطل وما یعید اور قولہ تعالیٰ قل جاء الحق و زہق الباطل الآیۃ۔ چنانچہ انکا نزول مکہ میں ہوا اور تاویل خواہ جہاد ہو جیسا کہ ابن مسعود سے مروی
رواہ ابن ابی حاتم خواہ فتح مکہ ہو کیونکہ فتح مکہ کے روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں آیات پڑھتے اور بتوں کو گراتے تھے کما فی الصحیحین۔ یا مجاہد و حکم بن
ابن الحصار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ میں بہت سی مکی سورتوں میں صریح ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حسب وعدہ غالب فرماویگا اور اسکا
دین سب پر عالی ہو جائیگا اور بارہا بطور کنایہ و لوازم کے ذکر فرمایا مثلاً مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالیٰ الذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ
الآیۃ۔ اور قولہ تعالیٰ وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم الآیۃ۔ اور جیسے قولہ تعالیٰ ہم للزکوۃ فاعلون حالانکہ
زکوۃ کا فرض ہونا بعد ہجرت کے واقع ہوا ہے۔ اور اسی طرح دیگر شرائع الاسلام کا ذکر قبل فرضیت کے مکیہ سورتوں میں ہے جیسے سورہ مزمل میں قولہ
وآخرون یقاتلون فی سبیل اللہ۔ اور قولہ واقیموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ۔ قسم دوم یہ کہ حکم پہلے جاری ہوا اور آیت اسکے بعد نازل ہوئی اور اسکی

١١ مکرر اور نزول

١٢ نزول قبل از حکم

مثالوں میں سے علماءؒ نے بیان کیا کہ (۱) آیۃ الوضوء ہے کہ جس میں نماز کے ساتھ وضو کا حکم تھا اور ابن عبد البرؒ نے کہا کہ سوائے جاہل کے کوئی شخص منکر نہیں ہوگا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ وضو سے نماز پڑھی ہے اور جمیع اہل السیر متفق ہیں حالانکہ آیۃ الوضوء مع حکم تیمم کے مدینہ میں سفر جہاد سے واپسی کے وقت
بیداء میں حضرت عائشہؓ کے قلادہ گم ہونے پر صبح کے وقت نازل ہوئی کما فی الصحیح۔ (۲) شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ جمعہ کی فرضیت مکہ میں ہوئی حالانکہ
آیۃ الجمعہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ بدلیل حدیث عبد الرحمن بن کعب کہ جب کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں اور میں انکو جمعہ کی
نماز کو لیجاتا تو جب اذان سنتے تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے واسطے ترحم سے استغفار کرتے پس میں نے پوچھا تو فرمایا کہ اے فرزند عزیز اسی شخص نے
ہمکو اول جمعہ پڑھایا قبل اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے تشریف لاویں۔ رواہ ابن ماجہ۔ (۳) قولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء الآیۃ کا
نزول ہجرت کے نویں سال ہوا حالانکہ زکوٰۃ کی فرضیت تو ابتدائے ہجرت ہی میں ہو چکی تھی۔ توضیح یہ کہ اس آیت میں جہاں زکوٰۃ صرف کیجاوے اُنکا بیان ہے
حالانکہ زکوٰۃ پہلے سے انھیں مصارف میں صرف ہوتی تھی۔ (نوع ثالث عشر) بعض سورتیں پوری یکبارگی نازل ہوئیں اور بعض متفرق نازل ہوئیں اکثر
یہی کہ تھوڑا تھوڑا متفرق نازل ہوا چنانچہ اول سورۂ اقرأ میں سے مالم یعلم تک نزول ہوا اور اسکی مثالیں کثرت سے ہیں۔ بیان قسم اول کہ یکبارگی نزول ہوا پس اسی قسم سے
سورۂ فاتحہ و اخلاص و تبت یدا و لم یکن والضحیٰ و سورۂ فلق و سورۂ ناس ہیں اور بروایت مستدرک عن ابن مسعودؓ سورۂ مرسلات ہے اور اسی قسم سے سورۂ صف و سورۂ
انعام ہے لیکن ابن الصلاح نے کہا کہ سورۂ انعام کے بارہ میں کوئی اسناد صحیح نہیں ملی اور بعض روایات میں آیا کہ اسکی چند آیات مدینہ میں نازل ہوئیں۔ (نوع رابع عشر)
بعض قرآن کے وقت نزول میں ملائکہ کی مشایعت تھی اور بعض میں نہیں چنانچہ ابن حبیبؒ و ابن النقیبؒ نے کہا کہ سورۂ انعام کی مشایعت میں ستر ہزار فرشتے
تسبیح پڑھتے تھے۔ اور فاتحۃ الکتاب کے ساتھ میں اسی ہزار فرشتے اور آیۃ الکرسی کی مشایعت میں تیس ہزار فرشتے جیسے سورۂ یونس کے ساتھ میں تھے اور آیۃ واسئل من
ارسلنا قبلک من رسلنا الآیۃ کی مشایعت میں بیس ہزار فرشتے تھے اور باقی قرآن بغیر مشایعت کے تنہا جبرئیل علیہ السلام لائے شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ ذہبی نے
سورۂ انعام کی روایت کی نسبت موضوع ہونے کا شبہ کیا اور باقیوں کی بابت مجھے روایت نہیں ملی ولیکن امام احمدؒ نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ سنام القرآن و ذروہ ہے جسکی ہر آیت کے ساتھ میں اسی فرشتہ نازل ہوا اور آیۃ الکرسی تحت
العرش سے نکالکر ملائی گئی ہے۔ سعید بن منصورؒ نے سنن میں ضحاک سے روایت کی کہ خواتیم سورۂ بقرہ کو جبرئیل لائے ایسی شان سے کہ مشایعت میں جسقدر فرشتے
اللہ تعالیٰ نے چاہے ساتھ تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے یہاں سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی و خاتمہ سورۂ بقرہ و سورۂ کوثر کے فضائل میں بہت سی
صحیح احادیث و روایات ذکر فرمائیں لیکن کسی میں مشایعت کا ذکر نہیں ہے حالانکہ اس نوع میں صرف یہی بیان ہے۔ (نوع خامس عشر) قرآن
میں بعض وہ معارف ہیں کہ انبیاء سابقین پر نازل ہوئے اور بعض وہ کہ سابق کسی پر نازل نہیں ہوئے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ آپکو بشارت ہو کہ دو نور آپکو عطا ہوئے جو کسی نبی کو آپ سے پہلے عطا نہیں ہوئے ایک فاتحۃ الکتاب اور دوم خواتیم سورۂ بقرہ
رواہ مسلم فی الصحیح۔ اس حدیث میں اہل العلم کے واسطے تنبیہ ہے کہ قرآن مجید کے ہر سورہ و آیت کے ساتھ میں نور معرفت خاص ہے جو خاص [illegible] ان کے
واسطے ظاہر ہوتا ہے جب شریعت پر استقامت حاصل ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے بعض آثار اس قسم کے ذکر کیے جن سے معلوم ہوا کہ انبیاء سابقین پر بھی
بعض آیات خاص تھیں لیکن مترجم کے نزدیک اول تو اسکی اسناد میں ضعف ہے اور دوم یہ مضامین [illegible] آیات مجھے [illegible] قرآن مجید [illegible]
پس کوئی صورت نہیں کہ قرآن سے کچھ باہر ہے پس مترجم کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ خصوصیات کی مثال بیان کرنا چاہیے یعنی وہ معارف جو خداوند تعالیٰ
نے مکنون فرمائے حتی کہ خاتم المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے اور یہ اقرب ہے [illegible] جو آپکو مقام محمود میں القا ہونگے
۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سبع طوال میں سے موسیٰ علیہ السلام کو فقط دو سورتیں عطا ہوئیں اور سوائے انکے کسی نبی کو انمیں سے کوئی عطا

١٣ تصریح نزول [illegible]

١٤ مشایعت ملائکہ [illegible] نازل [illegible]

١٥ معارف

نہیں ہوئی۔ رواہ البیہقی۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے توریت بھی شریعت تھی لہذا یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے معارف ہیں اگرچہ نزول کتابی تو سابق ہوچکا تھا۔ م۔ ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ بروقت مصیبت کے جو میری امت کو عطا ہوا ہے کسی امت کو سابق میں عطا نہیں ہوا۔ الطبرانی سبح اسم ربک الاعلیٰ آخر تک صحف ابراہیم و موسیٰ میں موجود ہے۔ رواہ ابن عباس عند الحاکم و سعید بن منصور۔ قولہ تعالیٰ ہٰذا نذیر من النذر الاولیٰ۔ یہ آیات صحف ابراہیم و موسیٰ میں ہیں۔ قولہ تعالیٰ ان ہٰذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراہیم و موسیٰ۔ دلیل صریح ہے کہ صحف ابراہیم و موسیٰ میں موجود ہیں۔ کعب احبار سے روایت ہے کہ سورۂ انعام کا شروع ہی توریت کا شروع ہے اور خاتمہ ہود ہی توریت کا خاتمہ ہے۔ اور اس باب میں آثار کثیرہ ہیں اور صحیح الاسناد اکثر اپنے اپنے مقام پر تفسیر میں مذکور ہیں۔ (**نوع سادس عشر**) قرآن مجید نازل ہونے کی کیفیت کے بیان میں اس باب میں عجائب علوم و اسرار ہیں اور بعض عام فہم امور انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہونگے واضح ہو کہ یہ امر بدیہی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو معجزۂ دائمی قرار دیا حتی کہ ہر زمانہ میں ہر شخص کے واسطے قرآن پاک معجزہ موجود ہے اسی طرح اسکے نازل فرمانے میں بھی کتب سابقہ سے علیحدہ طریقہ عطا فرمایا۔ ہاں قرآن کے معجزہ ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ خود زبان عربی میں ماہر ہو جیسے عصاے موسیٰ کے اژدہا بن جانے کے لیے یہ شرط تھی کہ آدمی آنکھوں والا ہو اور حضرت عیسیٰ کے پرندہ بنا کر اڑانے میں بھی آنکھیں شرط تھیں ورنہ کیونکر دیکھتا مگر آنکہ وہ عقلی طور پر استدلال کرتا یعنی باطن سے اندھا نہوتا غرضکہ ظاہری آنکھیں یا عقلی آنکھیں شرط تھیں اسی طرح قرآن مجید کے واسطے یا تو عربی زبان کی مہارت بلیغ ہو کہ وہ انتہاے بلاغت کو دیکھے یا عقلی آنکھیں ہوں کہ وہ دلیل سے سمجھ جاوے۔ اور دلیل عقلی یہ ہے کہ تمام عرب جو مدتوں جان دینے کی لڑائیاں لڑے وہ ہمیشہ اسوقت یہ کہتے رہے کہ کہ قرآن مجید جادو ہے یعنی آدمی کا کلام نہیں ہے پھر جب اسلام لائے تو اعجاز کا اقرار کیا جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہلے منکر تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی حجت بالکل ظاہر ہے پھر جب ایمان لائے تو اقرار کیا پھر یہ لوگ کروروں تھے اور ممکن نہیں کہ اسقدر کروروں ایک امر غلط پر متفق ہوجاویں حالانکہ قاطبۃً طبقہ بطبقہ سیکڑوں کرور برابر اسکے معجزہ ہونے پر متفق ہیں تو عقلاً قطعی دلیل ہے کہ وہ نظم کلام عربی میں درجہ اعجاز ہے کہ اسکے مثل محال ہے۔ م۔ کیفیت نزول میں اصح قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ۲۴ تاریخ رمضان کی لیلۃ القدر میں قرآن پاک کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایکبارگی نازل فرمایا پھر آسمان دنیا سے بسبب وقائع و نوازل کے حسب الحکم الٰہی عزوجل نجماً نجماً نازل ہوتا رہا حتی کہ ۲۳ برس میں پورا کیا گیا۔ یہی معنی حاکم و بیہقی و نسائی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بوجوہ متعددہ روایت کیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ولا یاتونک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تفسیرا یعنی کفار تیرے پاس کوئی مثل نہیں لاوینگے مگر آنکہ ہم تیرے پاس حق کو اور بہتر تفسیر لاوینگے۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یعنی مشرکین جب کوئی امر جدید لاتے تو اللہ تعالیٰ اسکے جواب میں امر حق و معرفت حقہ نازل فرماتا تھا۔ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن مجید کو لوح محفوظ سے جدا کرکے آسمان دنیا کے بیت العزۃ میں رکھا گیا۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ قرآن شریف رمضان کی لیلۃ القدر میں ایکبارگی آسمان دنیا پر نازل فرمایا۔ یہ سب اسانید صحیحہ ہیں۔ شیخ ابن حجرؒ نے کہا یہی قول صحیح معتمد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی وقرآنا فرقناہ لتقراہ علی الناس علیٰ مکث ونزلناہ تنزیلا یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ معنی ارشاد فرمائے کہ ہمنے یہ قرآن تجھے عطا کیا نجم نجم کرکے تاکہ تو اسکو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کے ساتھ تلاوت فرماوے اور ہمنے اسکو احسن طور پر نازل فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے تنبیہ ہوگئی کہ قرآن پاک کے اسطرح نازل فرمانے میں کیا خوبی و لطافت ہے۔ حاصل یہ کہ منجملہ اسرار حکمت کے اول تعظیم قرآن۔ دوم اظہار کرامت خاتم المرسلین۔ سوم تکمیل امت مرحومہ۔ چہارم تثبیت و اتقان۔ پنجم اظہار معجزات۔ ششم تکمیل قوائے روحانی۔ ہفتم حفظ اتقانی۔ (توضیح بیان امر اول) یہ کہ شیخ ابو شامہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے اس رحمت کاملہ کے نزول کے واسطے اہل السموات کو تنبیہ کی جنھوں نے جانا کہ یہ آخری کتاب کامل معجزہ نازل ہونے والی ہے اور اللہ تعالیٰ نے شیاطین کی راہیں مسدود اور انکے تصرفات

باطل کردیے کیونکہ جب نور کا ظہور ہوا تو تار مضمحل ہوگئی پس اگر حکمت الٰہی اسکی شان کبیر کو مقتضی ہوتی تو وہ دیگر کتب آسمانی کی طرح لکھا ہوا کتاب
مین نازل ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو توریت وانجیل وغیرہ کتب سابقہ سے امتیاز دیا حتیٰ کہ مجموعاً آسمان دنیا پر نازل کیا اور نجماً نجماً اسکو زمین پر نازل
فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ نور کلام ربانی خالص بقلب اتقی واطہر نازل ہوا بدون پردۂ کتابت وتحریر کے اور اسکو قلب سلیم سے سمجھو کیا نہین سمجھتے ہو کہ اگر ایک شخص کے
سینہ مین قرآن محفوظ ہو اور دوسرے شخص کے سینہ پر لکھا ہوا قرآن رکھا ہو تو ان دونون کے انوار وبرکات مین بہت فرق ہے۔ اسیسے (امر دوم) سمجھ سکتے ہو
کہ نور خالص کے نزول کے واسطے قابلیت بدرجہ کمال ضرور ہے پس ظاہر فرمایا کہ اس نور کو پردۂ لباس مین اتارنا اخفا ہے لہٰذا ظاہر فرمایا کہ اتقی قلب پر نور خالص دوحی
نازل کیا گیا ہے لہٰذا صحیح مین روایت ہے کہ ہر پیغمبر کو وہ دیا گیا کہ اسکے مثل پر بشر ایمان لایا اور مجھے جو دیا گیا وہ وحی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی پس
مین امیدوار ہون کہ قیامت کے روز میرے اتباع زیادہ ہونگے مترجم کہتا ہے کہ اسکے دو فائدے مفہوم ہین اول آنکہ ہر پیغمبر کے واسطے اسکا معجزہ صرف
اسی ساعت کے لیے تھا اور کلام پاک کا معجزہ بلباس کتاب تھا تو اسوقت کی امت اسی قابلیت پر مخلوق ہوئی تھی۔ دوم۔ آپ کا معجزہ دائم تا قیامت ہے
اور خالص نور ہے تو اس سے خود ظاہر ہے کہ امت کو ایسی اس فہم کی قابلیت عطا ہوئی ہے تو ضرور ہوا کہ جب انہین معرفت کی قابلیت وسیع ہے تو تابعین بھی
زائد ہونگے کیونکہ تابع تو درحقیقت وہ شخص ہے کہ عین توحید پر ہو اور الحمدللہ کہ اہل اسلام مین خالص توحید والے بکثرت گذرے ہین بخلاف نام کے تابع کے جیسے
یہودی مجسم اور نصرانی جسمانی کہ انہین سے ہر ایک کو آج تک سمجھ مین نہین آتا کہ اللہ تعالیٰ کے صفات کا الجواہل اسلام بیان کرتے ہین اسکے معنی کیا ہین
حالانکہ اہل اسلام مین سے غریب جاہل کے قلب پاکیزہ مین بے دغدغہ وہ معنی موجود ہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ جو کہ خیر الامم فرمائی گئی ہے
ہر ایک نے اپنی معرفت قلبی سے جان لیا کہ سبحان اللہ ہمارے پیغمبر خاتم النبیین سید المرسلین ایسے کمال اعلیٰ پر ہین کہ وحی الٰہی مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا نزل بہ الروح الامین
علیٰ قلبک باذن اللہ۔ تو آپ ہی کا قلب تھا کہ جسنے اس امانت ونور خالص کو برداشت کیا اللھم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ اور اس سے
صاف واضح ہوا کہ جب نور وحی خاص قلب پر بلا حجاب نازل ہوا تو وہ قلب جس درجۂ عالیہ پر فائز ہوگا اسکا اندازہ کون کرسکتا ہے کیونکہ کتاب سے
نور کا قلب پر ظہور کرنا بدقت وتدریج ہے جسکے واسطے مجاہدہ ومشقت طویل چاہیے اسیواسطے احادیث صحیحہ مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
وحی کے نزول مین شدت برداشت فرماتے تھے پس باوجود اس کمال کے یہ شدت اٹھاتے تو عقل نورانی سے سمجھو دیکھو کہ کتابی لباس سے
نور کے ظہور مین کیا مشقت وجہد بلیغ ہے اور وہ بھی بذریعہ اپنے فعل کے ہے۔ لہٰذا فرمایا۔ کذلک لنثبت بہ فؤادک۔ یعنی کافرون کی جہالت ہے کہ بےعقلی
سے انھون نے چاہا کہ کتاب کیون نہین نازل ہوئی اور کمال کو چھوڑ کر ناقص کے طالب ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے رد کیا کہ ہمنے یون ہی نجماً نجماً
نازل فرمایا ہے تاکہ اس نور سے تیرے باطن کو تمکین وتثبیت عطا فرماوین۔ ظاہر ہے کہ انوار خاصہ کے ظہور سے قلب کو کس درجہ تثبیت حاصل ہوگا
حتیٰ کہ لائق معراج کرلیا۔ اسیسے (امر سوم) کا بیان واضح ہوا کہ جب قلب پر نازل ہوا اور انھین انوار کو صاحب نور نے اپنے اصحاب پر تلاوت کیا تو انکے
قلوب مین ایک واسطہ سے وہ نور منتقل ہوا اور انکے قلوب مین صلاحیت کاملہ پیدا ہونے لگی۔ اسی واسطے انکا [illegible] اللہ متفق ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت ایک ساعت سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا اب نہین ہوسکتا حتیٰ کہ تمام عمر شب وروز کی عبادت سے آخر مین وہ
بات حاصل نہوگی اور اسی پر اہل السنۃ کافۃ متفق ہین اور یہی احادیث وآثار [illegible] ترجمہ عقائد مقصود عین الہدایہ مین مترجم نے
مشرح لکھا ہے۔ اب سنو کہ جس شخص نے صفائی قلب وخلوص نور ایمان کے ساتھ [illegible] تلاوت کی تو وہ جس درجہ قبولیت پر فائز ہے دوسرا شخص جسمین
یہ نور ایمان وخلوص نہین اسکی ہزار بلکہ دس ہزار رکعت بھی اسکا مقابلہ نہین کرسکتی ہین۔ اسی شخص عاقل ذرا غور کر کہ اہل جنت کو بعد دخول جنت کے
کہا جائیگا کہ کچھ اور چاہتے ہو تو اہل جنت حیران ہونگے کہ اب کیا باقی ہے اسوقت حکم ہوگا کہ یہ نعمت عظمیٰ کہ [illegible] اپنا [illegible] تمکو عطا کیا کبھی [illegible]

ناخوشی نہوگی - اور اللہ تعالی نے قرآن مین بعد ثواب جنت کے فرمایا - ورضوان من اللہ اکبر یعنی اللہ تعالی کی طرف سے رضوان حاصل ہونا اس سے بڑھکر ہے پس رضوان آلہی کا یہ مرتبہ اعلی ہے اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیاہی مین عطا کردیا بقولہ تعالی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ - پس یہ شان کمال انکے واسطے اسی عنوان سے عطا ہوئی - اسسے (امر چہارم) کی توضیح معلوم ہوئی کہ جب کسی عزیز وافر تمیز کی تعلیم مین کامل توجہ ہوتی ہے تو ہر علم دینی سے تھوڑا تھوڑا لیکر روزانہ اسکو تعلیم کرتے ہین اور جب وہ ہر روز کے سبق کو محفوظ کرلیتا ہے اور اچھی طرح سمجھ جاتا ہے اور اسکے دل مین یہ مضمون جم جاتا ہے تو آیندہ سبق دیتے ہین تاکہ وہ دل جما کرے حتی کہ وہ اس علم مین کامل ہوجاتا ہے اور اگر ایکبارگی اسکو تمام کتاب القا کردی جاوے تو اول ہی چاٹ ہوگا اور ظاہر ہے کہ کیا حاصل کریگا - لہذا حدیث حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا مین وارد ہے کہ اول مفصلات مین سے ایک سورہ نازل ہوا جسمین جنت و دوزخ کا ذکر تھا پھر جب اسلام کی طرف لوگ دوڑے تو حلال و حرام نازل ہوا اگر اول ہی فرضیت وقتی نماز و روزہ وجمعہ وجماعت و زکوۃ و حج و منع غیبت و شراب و تحریم زنا و باجا وغیرہ احکام کثیرہ نازل ہوتے تو انکی اتباع مین مشکل ہوجاتا اور تثبت حاصل نہوتا کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسی علیہ السلام سے مدت تک معجزات دیکھے اور مدت سے دین نبوت سے واقف تھے پھر جب انپر یکبارگی توریت نازل ہوئی تو قبول سے انکار کرنے لگے کما قال تعالی واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ الآیۃ پس واضح ہوا کہ اللہ تعالی نے طبقہ اعلی کی تکمیل مین ایسی عنایت خاصہ مبذول فرمائی کہ اپنے کلام پاک کے انوار سے بواسطہ اپنے پیغمبر خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے تثبت وکمال کامل عطا کیا حتی کہ انکو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت سے سرفراز کیا اور بعد انکے یہ خلافت نبوت نہین رہی بلکہ خلافت سلطنت ہوگئی - اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے تین طریقہ سے تثبت عطا فرمایا - اول یہ کہ نور کلام کا القا انپر بواسطہ خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نور خاص تھا اور دوم ہر موقع نزول انکے واسطے زیادت ایمان تھا کما قال تعالی زادتہم ایمانا - اور سوم پیچھے بعد دیگرے فرائض سے نفس متمرن ہوجاتا یعنی پہلے قلب مین ہر وقت توحید آلہی کی یاد اور خوف عذاب دوزخ اور امید ثواب جنت مع ایمان خالص کے مشق ہوا پھر اعمال مین سے ایک فرض کا حکم ہوا حتی کہ اسکے ساتھ انکے نفوس مستقیم و ثابت ہوئے اور جو نور حاصل ہوا تھا وہ بڑھتا گیا اسی طرح جب یہ ملکہ حاصل ہوگیا تو دوسرا فرض نازل ہوا علی ہذا القیاس جانب ممانعت مین بھی تعلیم فرمائی اور اسسے ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ جو رحمت و عنایات ازلی بحال قرن اول صحابہ رضی اللہ عنہم مبذول تھی اسکی ہون آیندہ کسی قرن کو نہوگی و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم - ولہذا حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ایک گروہ جہاد کریگا پس پوچھا جائیگا کہ کیا تم مین کوئی شخص ہے جسنے حضرت رسول اللہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو پس کہا جائیگا کہ ہان تو اسکے واسطے فتح کیا جائیگا پھر ایک گروہ جہاد کریگا تو پوچھا جائیگا کہ کیا تم مین ایسا شخص ہے جسنے ایسے شخص کو دیکھا ہو جسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے پس کہا جائیگا کہ ہان پھر انکے واسطے فتح کردیا جائیگا - پس یقین صحیح ہے کہ اللہ تعالی نے ازل مین قرن صحابہ رضی اللہ عنہم وہ امت رکھی تھی جسکو اپنے حبیب خاص خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مبعوث فرماوے اور اسسے ہر شخص جسکے دل مین اللہ تعالی نے نور عقل رکھا ہے انکے شرف و منزلت کو سمجھ سکتا ہے اور جو شخص اس نور عقل سے بے نصیب ہے اور صرف حواس دماغی سے ادراک کرتا ہے وہ جاہل ہے اور رفتہ رفتہ اپنے قیاسات بیہودہ سے گمراہ ہوگا انہا اصل یہود کو توریت یکبارگی عطا ہوئی اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث الفتون مین مروی ہے کہ پھر جب موسی علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا تو انھون نے الواح توریت کو لیا اور جو حکم اللہ تعالی نے تبلیغ کے واسطے دیا تھا وہ بنو اسرائیل کو پہنچایا یعنی وظائف عبادات اوامر و نواہی پس یہ امر بنو اسرائیل پر گران گذرا اور انھون نے اسکی تعمیل کے اقرار سے منھ موڑا حتی کہ اللہ تعالی نے انپر پہاڑ مثل سائبان کے رفع فرمایا اور وہ انکے سرون کی جانب جھکا تھا حتی کہ انکو اپنی موت نظر آنے لگی پس سجدہ مین گرے اور اسکی قبولیت کا اقرار کیا - رواہ النسائی وغیرہ

اور یہی تفسیر ابن ابی حاتم نے ثابت بن الحجاج سے روایت کی - اور اسمین دیگر آثار باسانید صحیحہ مروی ہین بلکہ مترجم کہتا ہے کہ خود قرآن مجید
مین منصوص ہے - پھر یہ امر ظاہر ہے کہ اگر احکام آہستہ آہستہ نازل ہوتے تو قبول مین تردد نہوتا - اور یہ معلوم ہے کہ جملہ احکام آسانی سے ادا ہو سکتے ہین
اور انکار و تردد صرف شرارت نفس سے ہوتا ہے پس اللہ تعالی نے استطاعت و آسانی سے زائد کوئی حکم نہین دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استدعا پر
ایک رحمت مزید فرمائی کہ یکبارگی احکام نازل نہین کیے حالانکہ کافرون کو شیطان نے ابھارا کہ انھون نے کہا - لولا انزل علیہ القرآن جملة
واحدة یعنی ایکبارگی قرآن کیون نہین نازل ہوا - شیطان کی یہی تمنا تھی کہ آہستہ نزول کی رحمت عظیم سے یہ امت محروم ہو لیکن اللہ
تعالی نے اسکو خوار کیا اور کافرون کو جواب دیا - کذلک لنثبت به فؤادك الآیة یعنی ہمنے یون ہی تدریج نازل فرمایا ہے تاکہ اس تدریج سے قلب و اسرار
باطن کی تثبیت فرماوین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تثبیت مقصود ہے تو آپ کے طفیل مین آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کے قلوب و اعضا کی تثبیت ہوئی
اور اس رحمت عظیم کی قدر وہ شخص پہچانتے جو اپنے قلب کی اصلاح مین کچھ مدت سعی کرے اور عوام کے واسطے اسکے سمجھنے کے لیے ایک نظیر تعلیم
موجود ہے اور وہ سابق مین مذکور ہوئی کہ جاہل علم سے آراستہ ہونے کے لیے اگر اطفال کو آہستہ آہستہ ایک ایک حرف و فقرہ و سبق دیکر تدریج کے
ساتھ ترقی دیجاوے تو طفل اس علم مین بدرجہ کمال پہونچ جائیگا اور اگر ایکبارگی القا کر دیا جاوے تو ناقص رہیگا اگر کہا جاوے کہ بعد صحابہ رضی اللہ عنہم
کے تو سب کو ایکبارگی ملا - جواب یہ ہے کہ بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو تابعین پیدا ہوئے انھون نے ابتدا سے ہوش سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کی آواز تلقین پائی اور سات برس سے نماز مین لگائے گئے اور سن تمیز سے فراغت کے ساتھ علوم مین مشغول ہوے اور اپنے زمانہ کے کمال پر فائز ہوے
اور یہ انکے حق مین تدریج ہے اور باوجود اسکے وہ درجہ کمال جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا ممکن نہوا اور اللہ تعالی نے پیغمبرون کی مانند
انمین بھی مراتب لکھے ہین ولہذا حدیث مین وارد ہے کہ تم مین سے جو شخص امور معروفہ کا دسوان حصہ چھوڑ دیگا ہلاک ہوگا اور ایک زمانہ آویگا کہ جو شخص دسوان
حصہ ادا کریگا نجات پاویگا - اور ایک حدیث مین ہے کہ آج عمل بہتر ہے یعنی تم مین علم حاصل ہو چکا و عمل کی فراغت ہے اور ایک زمانہ آویگا کہ اسوقت عمل سے علم بہتر ہوگا
مترجم کہتا ہے کہ غالبا یہ وقت وہی ہے یا کئی سو برس پیشتر سے شروع ہو چکا کیونکہ علم سے دلائل بینات و صدق نبوت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آدمی پر
آئینہ ہوجاتے ہین اور تصدیق ہی عین ایمان ہے اور بہت سے بے علم دیکھے گئے کہ وہ اعمال نوافل وغیرہ مین کثرت کرتے حالانکہ جناب باری تعالی مین مناجات
نماز سے غافل ہین یعنی یہ توجہ نہوئی کہ حضور حق عز وجل مین الحمد یا سورہ سے کیا عرض کیا کیونکہ اسکے معنی نہین جانتے ہین اور اکثر لوگ نوافل و صدقات نفلی
بہت دیتے ہین حالانکہ والدین و اقارب بلکہ فرض نفقہ سے محروم ہین اور بہتیرے ہر کام مین کسی قدر دنیا کا کام کر گزرتے ہین اور بہت لوگ نوافل ادا
کرتے اور فرائض چھوڑتے ہین پس یہ بے علمی کا نتیجہ ہوتا ہے جیسے کبھی علم والا اپنی وجاہت و نام و لوگون کی عقیدت و دنیاوی اغراض مین بدنام
ہوتا ہے - اعاذنا اللہ تعالی بفضلہ من کل ذلک مما لیس بخیر و نسألہ تعالی العافیة فی الدنیا والآخرة وھو ربنا حسبنا اللہ و نعم الوکیل (الوصل) صحیح مین
ثابت ہے کہ وحی کبھی مثل صلصلة الجرس آتی تھی - علما نے کہا کہ یہ آواز فرشتہ کی آمد سے تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہو جاتے اور حدیث
مین ہے کہ ہر بار ایسی وحی مین گمان ہوتا کہ گویا میری جان قبض ہوجائیگی - صحیح کی روایت مین ہے کہ یہ طریقہ وحی بہت سخت ہوتا ہے - حضرت
ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ شدت جاڑے مین وحی آتی اور بعد افاقہ کے آپکی پیشانی مبارک سے پسینا جاری ہوتا - جب فرشتہ کا کلام کبھی
کبھی قلب پر القا کیا جاتا - شیخ سیوطی رح نے لکھا کہ شاید یہ پہلی حالت کا بیان ہو اور شاید طریقہ سوم ہو کہ کبھی وحی کی صورت مین فرشتہ آیا اور کلام
القا کیا کہ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حفظ فرماتے تھے جیسا کہ صحیح مین ہے اور فرمایا کہ یہ صورت مجھپر آسان ہے اور سیان وجوہ دیگر ہین جنکا بیان
شرح صحیح بخاری مین انشاء اللہ تعالی پاوگے - (فائدہ) ابن ابی حاتم رح نے سفیان الثوری سے روایت کی کہ انبیاے سابقین مین ہر ایک پر کبھی

وحی عربی ہی مین نازل ہوئی پھر ہر پیغمبر نے اپنی قوم کے واسطے ترجمہ کی - مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنی یہ ہین کہ وحی الٰہی عزوجل لوح محفوظ سے عربی
مین ہے پھر ہر پیغمبر کے واسطے اسکی قوم کی زبان مین لکھی گئی - (**فائدہ**) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جبرئیل نے مجھے ایک حرف پر پڑھایا پس مین نے مراجعت کی اور برابر مین نے زیادتی چاہی یہانتک کہ سات حرف پر نوبت پہونچی - رواہ البخاری ومسلم
یعنی ایک طور پر ختم کیا جاتا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالی مین درخواست کی کہ میری امت پر آسانی دی جاوے پس
دو حرف یعنی دو طور پر ہوا پھر آپ نے زیادتی چاہی حتی کہ سات طور پر ہوا - چنانچہ بعض روایات مین مصرح ہے پھر واضح ہو کہ ابتداء سے ان حرفون کا
مفاد متعلق تلاوت ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حارث بن ہشام کو ایک سورہ اپنی قرارت سے کچھ مختلف پڑھتے سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس پکڑ لے گئے اور عرض کیا کہ یہ دوسری طور پر پڑھتا ہے آپ نے کہا کہ اے عمر اسکی گردن چھوڑ دو پھر فرمایا کہ پڑھ تو حارثؓ نے اسی طور پر جیسے حضرت عمرؓ نے
سنی تھی پڑھی - آپ نے فرمایا کہ ہان یون ہی نازل ہوئی ہے - اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ پڑھو پس عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی قرارت پر پڑھی تو
فرمایا کہ ہان اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر فرمایا کہ اے عمر یہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا ہے پس جسکو جو میسر ہو وہ پڑھے کما فی الصحیح مترجم کہتا ہے کہ صحابہ
وتابعین ومابعد ائمہ مسلمین سب متفق ہین کہ مصحف مجید مین جو قراءات متواترہ معروفہ ہین اور وہ تابعین کے وقت سے برابر سات قراءات متواترہ ہین انکے سوا
دوسری قرارت نماز مین نہین جائز ہے اور تین قراءات دیگر بدرجہ مشہور ہین پس انکا بھی جواز کہا گیا ہے اور حق یہ ہے کہ یہ تین قراءتین درحقیقت انھین سات مین
داخل ہین اگرچہ سب ہین ملا کر دس ہون - م - حدیث سات حرف مین یہ بھی آیا کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ہر قرارت شافی کافی ہے جب تک کہ آیۃ
عذاب کو رحمت پر یا آیۃ رحمت کو عذاب پر ختم نکرے - رواہ احمد باسناد صحیح مترجم کہتا ہے کہ یون ہی جب تغیر نص ہو جیسے مترجم نے ایک حافظ سے سنا کہ
اسنے خطا سے پڑھا یخرجھم من النور الی الظلمات - اور اسکے آگے آیت مین پڑھا کہ یخرجونہم من الظلمات الی النور پس نص مین تبدیل ہو گئی کیونکہ آیت یہ ہے
یخرجھم من الظلمات الی النور یعنی اللہ تعالی اپنی ولایت سے اپنے بندون مومنین کو تاریکیون سے نور مین لاتا ہے - اور آگے آیت یون ہے کہ یخرجونہم من النور الی الظلمات
یعنی کافرین جنکو بتون سے محبت ہے انکے شیاطین انکو نور سے تاریکیون مین لیجاتے ہین - واضح ہو کہ ابتداے کفر مین کافر ایک تاریکی مین
جاتا ہے پھر جب باہر رہا اور کفر کے موافق عمل کیا تو زیادہ تاریکی مین گیا گویا پہلے کچھ روشنی تھی وہ جاتی رہی اور جب تیسرے طبقہ مین گیا تو دوسرے طبقہ کی جو کچھ روشنی تھی
جاتی رہی حتی کہ جب مرا تو محض تاریکی بلا نور ہے اسیواسطے حدیث مین وارد ہے کہ جہنم نہایت سخت سیاہ وتاریک ہے اور اگر موت سے پہلے وہ ایمان
کی طرف پھرا تو تاریکی سے نور کی طرف پھر زیادہ نور پھر اُس سے بھی زیادہ حتی کہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے سراپا نور فرماتا ہے کما قال تعالی نور علی نور یہدی اللہ
لنورہ من یشاء - (**نوع سابع عشر**) اسماے قرآن - واضح ہو کہ اللہ تعالی نے عرب کے قصیدہ ودیوان وغیرہ اباطیل نامون سے مباین اس کتاب
پاک کے نام ذکر فرمائے - جیسے کتاب مبین - قرآن کریم - کلام اللہ - نور مبین - ہدی - رحمۃ للمومنین - فرقان - حق - شفاء المومنین - موعظہ شفاء
الصدور - ذکر مبارک - علی حکیم - حکمۃ بالغہ - کتاب حکیم - مہیمن - حبل اللہ - صراط مستقیم - بعض علماء نے (۵۵) نام بیان کیے جنکو شیخ سیوطیؒ نے
استقصار کیا ہے - اور وہ سب قرآن مجید مین خود موجود ہین - کعب احبار رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے کہ توریت مین ذکر ہے کہ اللہ تعالی نے خطاب فرمایا
کہ اے محمد مین تجھپر ایک توریت جدید نازل کرنے والا ہون جو اندھی آنکھین کھولیگی اور بہرے کانون کو اور ڈھکے دلون کو کھول دیگی - رواہ ابن الضریس
قتادہؒ نے فرمایا کہ جب موسی علیہ السلام نے توریت لی تو عرض کیا کہ اے رب مین الواح کے علم مین پاتا ہون کہ تیرے بندون مین ایسی امت ہے جنکی
انجیلین انکے سینون مین ہونگی پس اے رب انھین کو میری امت کر دے اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے موسی یہ امت جسکا تو نے اظہار کیا یہ امت احمد ہے
رواہ ابن ابی حاتم باسناد صحیح - (**فائدہ**) قرآن کی سورتون کے نام کچھ اپنی راے وقیاس سے نہین ہین اور نہ نام رکھنا جائز ہے بلکہ

جو نام معلوم ہین یہ سب صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثبوت ہوئے ہین اور صحیح مین ابن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے جسمین ابن مسعودؓ نے کہا کہ
یہ اس سروار کا مقام ہے جسپر سورۃ البقرہ نازل ہوئی - اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۃ البقرہ کا نام لینا ثبوت ہوا ہے لہذا جمہور علماء کے نزدیک
صحیح یہ کہ ان ناموں کو اطلاق کیا جاوے - (فائدہ) بعض سورتوں کے متعدد نام ہین جنسے سورۃ کا شرف ظاہر ہے شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ سورۂ
فاتحہ کے کچھ اوپر بیس نام مجھے معلوم ہوئے - حدیث ابو ہریرہؓ مین ہے کہ یہ سورۃ (۱) ام القرآن ہے اور یہ (۲) فاتحۃ الکتاب اور یہ (۳) سبع مثانی ہے - رواہ
ابن جریر (۴) فاتحۃ القرآن (۵) القرآن العظیم (۶) ام الکتاب (۷) وافیہ - کیونکہ یہ پوری پڑھی جاتی اور حمد و ثناء الٰہی اور بندہ کی حاجات کے واسطے
وافی ہے (۸) الکنز (۹) الکافیہ (۱۰) اساس (۱۱) نور (۱۲) سورۃ الحمد (۱۳) سورۃ الشکر (۱۴) سورۂ حمد اولیٰ (۱۵) سورۂ حمد قصویٰ (۱۶) الرقیہ
کیونکہ بعض صحابہ نے اس سے رقیہ کیا (۱۷) شفاء - کیونکہ شفاء حاصل ہوئی (۱۸) شافیہ (۱۹) سورۃ الصلوٰۃ - کیونکہ حدیث مین ہے کہ قسمت الصلوٰۃ
بینی و بین عبدی نصفین یعنی سورۂ فاتحہ کی شان مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ میرے درمیان و میرے بندے کے درمیان نصفا نصف ہے - (۲۰)
الصلوٰۃ (۲۱) سورۂ دعاء (۲۲) سورۂ سوال (۲۳) سورۂ مناجات (۲۴) سورۂ تفویض - اور شیخ سیوطیؒ نے بعض نام دیگر لکھے ہین -
اور سوا فاتحہ کے دوسری سورتوں کے ناموں کو انشاء اللہ تعالیٰ موقع تفسیر مین فی الجملہ بیان کیا جائیگا - (نوع ثامن عشر) خطابیؒ نے
کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید اسواسطے جمع نہین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نسخ تلاوت و زیادت کا وقت آپ کی حیات تک رکھا تھا
اور آپ جانتے تھے کہ جب اسکو کتاب کریم فرمایا ہے تو خود اپنی حفظ و رعایت سے اسکو کتاب محفوظ فرما دیگا حالانکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینوں
مین محفوظ تھا - ابن ابی داؤد نے عبد خیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے باسناد صحیح روایت کی کہ مین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر
رحمت فرماوے کہ قرآن جمع کرنے مین سب سے زیادہ ثواب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پایا کیونکہ ابو بکرؓ نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا - ابن حجرؒ نے کہا کہ یہ اثر صحیح معتمد ہے
مترجم کہتا ہے کہ یہ اول جمع برابر باقی رہا اور اسی سے عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوا کر آفاق مین بھیجدیے اور اول جمع کے وقت اسلام مین
زیادہ وسعت نہین تھی اسواسطے کہ اوراق چھوٹے و بڑے نئے و پرانے سب طرح کے تھے اور بعد اسکے اللہ تعالیٰ نے اسلامی بیت المال معمور کر دیا -
تو اچھے کاغذ پر مصاحف لکھوائے گئے - روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر مین بیٹھے ~~حضرت ابو بکر~~
~~رضی اللہ عنہ گھر مین بیٹھے~~ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کی بیعت حضرت علی کو ناگوار ہوئی پس آپنے حضرت علی کو بلوا کر پوچھا کہ کیا
میری بیعت ناگوار ہوئی ہے - حضرت علیؓ نے کہا کہ واللہ ہرگز کچھ بھی ناگوار نہین آپنے پوچھا کہ پھر آپ گھر کیون بیٹھ رہے حضرت علیؓ نے کہا کہ یا خلیفۂ
رسول اللہ میرے دل مین خیال آیا کہ کوشش کے ساتھ کتاب الٰہی کو جمع کرون کہ سوا نماز کے چادر نہ اٹھاؤن پس آپنے فرمایا کہ آپ کی رائے خوب ہے
ابن حجرؒ نے کہا کہ اس اثر کی اسناد ضعیف ہے - روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُن رقعات کو تلاش کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے خود املاء فرمائے تھے پس حضرت عمر و زید بن ثابت کو حکم دیا کہ دونون مسجد کے دروازہ پر بیٹھو پس جو شخص دو گواہ لاوے تو اسکو قبول کرو
گما رواہ ابن داؤد - اسکی اسناد مین سب راوی ثقات ہین - مترجم کہتا ہے کہ اُسوقت کیفیت یہ تھی کہ تمام عرب مرتد ہو گیا تھا سوا ے
اصحاب رضی اللہ عنہم کے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بسرداری خالد بن الولید کے ان مرتدون سے قتال کے لیے
روانہ کیا او مسیلمہ کذاب و سجاح کی قومین ساٹھ ہزار سے زیادہ جمع ہو کر لڑین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تھوڑی تھی اور انمین سے جو لوگ شہید ہوے
تو قراء بھی شہید ہوئے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بعد الہام الٰہی عز و جل کے یہ حکم دیا پس جب صحابہ مہاجرین و انصار
رضی اللہ عنہم مع بعض اصحاب یمن وغیرہ کے جو اسلام پر قائم تھے ان مرتدون سے قتال کو گئے تھے تو مدینہ منورہ مین کافی جماعت نہین تھی لہذا

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھوائے ہوئے رقاع جہاں جہاں موجود تھے انکو لوگ لاتے تھے تو یہ اطمینان کرنا منظور تھا کہ یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
لکھوایا ہوا ہی کیونکہ خود اس سے دوسرونے نقل کیا تھا پس مزید طمانینت کے لیے دو گواہ طلب کیے کیونکہ اب کئی آدمی متفق ہوگئے کہ یہ وہی تحریر ہی جو خود حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی ہی اور ظاہر ہوا کہ فقط حفظ پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ لکھوائے ہوئے سے مقابلہ کیا۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ صحاح کی روایت مین ہی
کہ آخر سورہ براءۃ فقط خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ لکھو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ رضی اللہ عنہ
کی اکیلی گواہی کو دو گواہوں کے معادل کیا ہی۔ اسکے یہی معنی ہین کہ حفظ تو خود ان لوگون کو حاصل تھی لیکن لکھی ہوئی فقط حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس ملی۔ اور کثیر
احادیث و روایات مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین جب آپ لکھواتے تو شانہ و تختیون و چمڑے کے ٹکڑون وغیرہ پر ہوتا تھا چنانچہ صحاح
روایات مین آیا کہ زید رضی اللہ عنہ نے عسب و لخاف و رقاع و قطع ادیم و اکتاف سے جمع کیا۔ عسب جمع عسیب وہ جرید النخل ہی کہ اسکے چوڑی طرف کو لکھا
کرتے تھے۔ لخاف جمع لخفہ یعنی پتلا پتھر کہ اسپر بھی لکھا کرتے تھے۔ اور بعض روایت مین صحائف ہی اور اسکے بھی یہی معنی ہین۔ رقاع جمع رقعہ یعنی ٹکڑا و پارہ خواہ
چمڑے کا ہو یا کاغذ وغیرہ کا۔ قطعہ ادیم چمڑے کا ٹکڑا۔ اکتاف جمع کتف یعنی بکری یا اونٹ کا شانہ چنانچہ جب وہ خشک ہوجاتا تو اسپر بھی لکھا کرتے تھے۔ موطا
مین ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بروایت ابن وہب اور بخاری موسیٰ بن عقبہ عن زہری سے باسناد صحیح روایت ہی کہ جب یمامہ کی لڑائی مین مسلمان شہید ہوئے
تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حفاظ کی وفات سے قرآن جاتے رہنے کا خوف کیا پس جمع کا حکم دیا تو جو کچھ جسکے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھوایا
ہوا تھا وہ لایا جاتا تھا یہانتک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد مین وہ اوراق مین جمع کیا گیا پس اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نے مصحف
مین جمع کیا ہی۔ اور اس باب مین روایات صحیحہ متواترہ ہین پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ مصحف مجھے بھیجدیجیے
کہ مین اُس سے مصاحف لکھوا کر اصل مصحف آپکو واپس دونگا چنانچہ یہی ہوا اور شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے آثار کثیرہ وارد کیے جنمین یہ امر ثابت ہی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
نے باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے اہتمام سے مصاحف لکھوائے۔ سوید بن غفلہ سے بسند صحیح روایت ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ نے ہم لوگون کو جمع کرکے فرمایا کہ مجھے خبر پہونچی ہی کہ قراءت متعددہ ہین بعضے لوگ باہم کہتے ہین کہ میری قراءت تیری قراءت سے
اچھی ہی اور یہ تو قریب کفر کے نوبت پہونچتی ہی پس ہمنے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری رائے ہی کہ ہم لوگ ایک ہی قراءت لکھوا دین
جسپر لوگ متفق ہوجاوین پس ہم سبنے اتفاق کیا کہ یہ اچھی رائے ہی پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ ہم سب کی جماعت سے کیا ہی۔ رواہ ابن
ابی داؤد۔ پھر قراءت مین زبان قریش مقدم رکھی گئی اور جہانتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم کرنا کسی شخص کے حق مین ثبوت ہوا اسکو دوسرے بلوا کر
اسی کی قراءت پر بدلا رہا۔ حارث محاسبی رحمہ اللہ نے لکھا کہ لوگون نے مشہور کر رکھا ہی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن جمع کیا ہی حالانکہ یہ غلط ہی بلکہ قرآن
تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وقت مین جب عراق و شام وغیرہ کے لوگون مین قراءت کی بابت تفرقہ
واقع ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے انکو ایک ہی قراءت پر جمع فرمایا۔ مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
عہد مبارک مین قراءت سبعہ کے واسطے بھید یہ تھا کہ عرب مین لغات کثیرہ ہین اور انھین کے حفظ و ابلاغ سے اللہ تعالیٰ کو یہ دین تمام آفاق مین ظاہر کرنا
تھا پس انکو اپنے لغات پر آسانی دی گئی چنانچہ بعض روایات مین آسانی ہی اسکی حکمت مصرح ہی پھر جب آفاق مین دین و شریعت کا اعلام ہوگیا تو
وہ ضرورت باقی نہین رہی اور اسوقت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا کہ جب اختلاف قراءت سے انہین کفر و تفرقہ کا خوف ہی تو انکو قراءت واحدہ پر
جمع کردیا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ (الفائدۃ) آیات کے ترتیب مین بھی رائے کو کچھ دخل نہین بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حصول پر
متوقف ہی اور اسپر نصوص مترادف اور اسی پر اجماع موکد ہی۔ قاضی ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آیات کی ترتیب امر واجب و حکم لازم ہی چنانچہ جبرئیل

علیہ السلام وحی کے ساتھ مین یہ حکم لاتے کہ اس آیت یا آیات کو فلان موضع مین رکھو اور ہم سبکے نزدیک بالاجماع ثبوت ہے کہ سب قرآن جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور اسکے مرسوم کا حکم دیا اور اسکی تلاوت نہین اُٹھائی ہے وہ اُسی مصحف مین ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آفاق مین بھیجا اور اسمین کچھ کمی یا کچھ زیادتی نہین ہے اور اسکی ترتیب و نظم موافق ترتیب الٰہی عزوجل ہے اسمین کوئی تقدیم و تاخیر نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی یہ قرآن ہم ہی نے اُتارا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہین پس یہ آیت قطعی ہے اور بعد حفاظت الٰہی عزوجل کے ممکن نہین کہ اسمین تغیر ہوسکے پس جسنے کوئی تغیر جانا وہ قرآن سے کافر اور اللہ تعالیٰ سے منکر ہے۔ دلیل دوم اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم قطعی ہے حالانکہ ان سبنے اسی پر اجماع کیا اور انھین سے ہمکو دین و قرآن پہونچا ہے پس جسنے اُنسے اکتفا نہ کیا وہ سوا شیطان کے کہین سے نہ پاویگا اور بحمد اللہ کہ سوا فرقہ غالی رافضہ کے سب امت نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن لیا۔ دلیل سوم متواتر قطعی ہے اور اسپر سب امت متفق بلکہ جمیع مخلوقات پر حجت لازم ہے اسواسطے کہ متواترات عقلاً قطعیات ہین اور مین نے بعض شیعہ کی تالیف دیکھی جسمین صریح اقرار ہے کہ یہ قرآن بغیر کمی و بیشی کے وہی ہے اور اسنے بعض فرقہ شیعہ کا صرف یہ قول نقل کیا کہ بعضی دعائین وغیرہ سوا قرآن کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے نازل ہوئی تھین اور انکو قرآن سے تعلق نہین ہے پس نص قرآنی و دلیل اجماع و تواتر ثبوت ہوا کہ قرآن مجید بعینہ بحفظ الٰہی عزوجل مطابق لوح محفوظ مرتب ہے اور حدیث عثمان رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کچھ قرآن نازل ہوتا تو آپ اپنے بعض کاتبون کو بلاتے اور فرماتے کہ اسکو فلان سورہ کے اس مقام مین رکھو رواہ احمد و ابوداؤد وغیرہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ابن الزبیر سے فرمایا کہ ای برادرزادہ مین قرآن مین سے کسی چیز کو اسکے مقام سے متغیر نہین کرونگا یعنی جسطرح جہان جو آیت ہے اسکو اسی طرح لکھو۔ کما رواہ البخاری۔ اور بکثرت نصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت مین وارد ہین کہ سورہ بقرہ و آل عمران و نساء و قد افلح و روم و مرسلات و ہل اتی و الم تنزیل و جمعہ و ق و منافقون وغیرہ سورتین پڑھین پس وہ اسی ترتیب پر تھین اور فضائل سورتون و آیات مین نصوص کثیرہ وارد ہین پس ترتیب خود معلوم ہے اور ممکن نہین کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اسکے خلاف ترتیب کرین پھر واضح ہو کہ کلام اس ترتیب مین ہے جو لوح محفوظ مین ہے اور جسطرح آیات کی ترتیب اسکے ساتھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورتون کی ترتیب بیان فرمائی تھی اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ترتیب نزول کے لحاظ سے جمع کرنا چاہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تلاوت تہجد سے جمع کیا اور شیخ سیوطیؒ نے بہت سے اخبار و آثار مع اقوال ائمہ علماء نقل کیے جنمین دلیل ہے کہ یہ ترتیب سورتون کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی گئی ہے اور مترجم کے نزدیک بھی صحیح اور حدیث عثمان رضی اللہ عنہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے جو سورۃ براءۃ کے بارہ مین ہے (نوع تاسع عشر) تعداد سورت و آیات۔ جملہ سورتین (۱۱۴) ہین اور آیات (۶۶۱۶) اور حروف (۳۲۳۶۷۱) اور اکثر اوقات مین نے تفسیر مین ہر سورۃ کی آیات کے ساتھ مین اسکے حروف بھی نقل کیے ہین۔ واضح ہو کہ شیخ سیوطیؒ نے بعض آثار ایسے نقل کیے جنمین بعض سورتین ظاہر ہوتی ہین جو قرآن مجید مین نہین ہین اور اسی طرح بعض آیات و قراءات نقل کین اور تجھے خوب معلوم ہے کہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے پس بعد اسکے یہ احتمال باطل ہے کہ یہ سورتین قرآن مین سے تلاوت ہین پس متواتر کے مقابلہ مین سوا متواتر کے قبول نہین ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی تالیفات مین بعض تفاسیر جیسے صلوۃ الوسطیٰ کی تفسیر صلوۃ العصر سے اور بعض احادیث خاص اپنے اپنے موقع پر اور بعضی نے آخر مین لکھی تھین اور راوی نے انکو بسہو قرآن خیال کر کے روایت کر دیا اور اسی طرح رضاعت کی تفسیر رضاعت شرعی کے ساتھ خمس رضعات لکھی تھی حالانکہ بعد اسکے مطلق رضاعت کی تحریم ہو گئی۔ ہان قراءات مین ممکن ہے اسواسطے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و صحابہ اکابر رضی اللہ عنہم نے سب کو ایک ہی قراءت پر جمع کیا تو بعض قراءات سابقہ موجود تھین۔ (نوع عشرون) حفاظ قرآن مجید کے بیان مین حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم بہت کثیر ہین از انجملہ آنحضرت صلعم نے

چار کی تفضیل دی جنمین دو مہاجرین ہین عبداللہ بن مسعود و سالم مولی حذیفہ اور دو انصاری ہین معاذ بن جبل و ابی بن کعب چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری مین ہے پھر سالم رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ مین شہادت پائی اور معاذ بن جبل نے خلافت عمر رضی اللہ عنہ مین اور ابی و ابن مسعود نے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ مین انتقال فرمایا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور غزوۂ بیر معونہ مین ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جنکو قُرّا کہتے تھے اور یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین واقع ہوا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف چار کا جمع کرنا بیان کیا تو مراد یہ کہ قبیلہ خزرج مین سے صرف چار تھے یا مراد یہ کہ نہایت عمدہ حفظ مع تفسیر کاملہ کے انھین کو حاصل تھا اور جمع کا لفظ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے یعنی قرآن مع تفسیر کا جمع کرنا انھین مین کامل تھا۔ رہا حفظ تو شیخ سیوطیؒ نے احادیث و آثار کثیرہ نقل کیے جس سے صرف ظاہر ہے کہ بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم حفاظ تھے۔ اور منجملہ عورتون کے ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احاطہ کی عورتون کا امام بنایا تھا اور فرماتے کہ چلو ایک شہیدہ کی زیارت کرین چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مین جب ام ورقہ کو اسکے مدبر غلام و باندی نے قتل کر کے کملی مین باندھ دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرماتے تھے کہ چلو شہیدہ کی زیارت کرین۔ والحدیث فی الصحیح والتمام فی الطبقات۔ (الفائدۃ) ذہبیؒ نے طبقات مین ذکر کیا کہ قرآن پڑھانے مین مین سات صحابہ مشہور ہین۔ (۱) عثمان (۲) علی (۳) ابی بن کعب (۴) زید بن ثابت (۵) ابن مسعود (۶) ابوالدرداء (۷) ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہم۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم مانند ابو ہریرہ و ابن عباس و عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہم نے حاصل کیا اور ابن عباس نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی حاصل کیا۔ اور ان لوگون سے تابعین کی ایک مخلوق کثیر نے لیا از انجملہ اہل مدینہ مین سعید بن المسیب و عروۃ بن الزبیر و سالم و عمر بن عبدالعزیز و سلیمان بن یسار و عطاء بن یسار و معاذ القاری و عبدالرحمن الاعرج و ابن شہاب الزہری و مسلم بن جندب و زید بن اسلم ہین اور اہل مکہ مین سے عبید و عطاء بن ابی رباح و طاؤس و مجاہد و عکرمہ و ابن ابی ملیکہ ہین۔ اور اہل کوفہ مین علقمہ و اسود و مسروق و عبیدہ و عمرو بن شرحبیل و حارث بن قیس و ربیع بن خثیم و عمرو بن میمون و ابو عبدالرحمن السلمی و زر بن حبیش و سعید بن جبیر و ابراہیم نخعی و عامر الشعبی وغیرہم ہین۔ و اہل بصرہ مین سے ابوالعالیہ و ابو رجاء و نصر بن عاصم و یحیی بن یعمر و حسن بصری و ابن سیرین و قتادہ وغیرہم ہین و اہل الشام مین سے مغیرہ بن ابی شہاب المخزومی و خلیفہ بن سعد وغیرہم ہین۔ پھر ایک قوم نے ضبط قراءت و اسکے اہتمام کے واسطے تمام ہمت مصروف کی حتی کہ ایسے امام ہوئے کہ دور دور سے انکے پاس لوگ حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ چنانچہ مدینہ مین ابو جعفر یزید بن القعقاع پھر شیبہ بن نصاح پھر نافع بن ابی نعیم ہوئے اور مکہ مین عبداللہ بن کثیر و حمید بن قیس الاعرج و محمد بن محیصن ہین اور کوفہ مین یحیی بن وثاب و سلیمان الاعمش و عاصم بن ابی النجود پھر حمزہ پھر کسائی ہین اور بصرہ مین عبداللہ بن ابی اسحق اور ابو عمرو بن العلاء اور عیسی بن عمر اور عاصم الجحدری پھر یعقوب الحضرمی۔ اور شام مین عبداللہ بن عامر و عطیہ بن قیس الکلابی و اسمعیل بن عبداللہ بن المہاجر پھر یحیی بن الحارث الذماری پھر شریح بن یزید الحضرمی ہین لیکن ان سب مین سے سات شخص ائمہ مشہور آفاق ہوئے۔ ۱۔ نافع جنھون نے ستر تابعین سے جنمین ابو جعفر ہین قراءت حاصل کی (یعنی قاری حافظ متبع سنت عالم ہین)۔ ۲۔ ابن کثیر جنھون نے عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ صحابی سے حاصل کیا۔ ۳۔ ابو عمرو بن العلاء جنھون نے ایک جماعت تابعین سے لیا۔ ۴۔ ابن عامر جنھون نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور شاگردان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا۔ ۵۔ عاصم جنھون نے تابعین رحمہم اللہ تعالی سے لیا۔ ۶۔ حمزہ جنھون نے عاصم و اعمش و ابو اسحق السبیعی و منصور بن المعتمر وغیرہم سے حاصل کیا۔ ۷۔ کسائی جنھون نے حمزہ و ابو بکر بن عیاش سے لیا۔ اور یہ امام محمدؒ کے خالہ زاد بھائی ہین۔ پھر انھین سات ائمہ کے طریق سے قراءت تمام آفاق مین منتشر ہوئے اور ہر ایک سے متعدد راویون نے روایات کین چنانچہ نافعؒ سے قالون و ورش نے۔ ابن کثیر سے قنبل نے اور بزی نے انکے شاگردون سے۔ ابو عمرو سے دوری و سوسی بالواسطہ۔ ابن عامر سے ہشام نے و ابن ذکوان نے بالواسطہ اور عاصم عن ابی بکر بن عیاش

وحفص عنہ۔ اور ہندوستان مین عموماً قرات حفص رحمہ اللہ معروف ہے۔ حمزہ سے خلف نے وخلاد بالواسطہ۔ کسائی رح سے دوری وابو الحارث نے
روایات کین۔ لیکن روایات کثیرہ وفروع عدیدہ سے قراءات مین خلط وخبط واقع ہونے لگا کہ صحیح وسقیم کی تمیز نہین ہوتی تھی پس
جہابذۃ الامۃ نے قائم ہوکر صحیح وسقیم ومتواتر ومشہور وشاذ کو متمیز کیا پس اول ابو عبیدہ قاسم بن سلام نے پھر احمد بن جبیر کوفی پھر قالون کے شاگرد
اسمعیل بن اسحق مالکی پھر شیخ ابن جریر الطبری وغیرہم نے اس باب مین تصانیف کین اور طبقات القراء کو امام حافظ الاسلام ذہبی پھر ابو الخیر جزری
مصنف حصن حصین نے تالیف فرمایا۔ (نوع حادی وعشرون اسانید قرا) عالی اسناد طلب کرنا سنت ہے اور اسکے پانچ مراتب ہین
اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سب سے قریب واسطہ ہو اور وسائط عادل ثقات ہون جنمین ضعف نہو۔ اور یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اور باقیون کو
شیخ سیوطی رح نے مفصل بیان کیا۔ (نوع ۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷) دربیان متواتر ومشہور وآحاد وشاذ وموضوع ومدرج۔ واضح ہو کہ
قراءات قراء سبعہ رحمہم اللہ تعالیٰ متواترات ہین یعنی یہ کہ جیسے قرآن مجید متواتر قطعی ہے اسی طرح یہ قراءات سبعہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
اس کثرت سے متصل ہین کہ یہان وہم وگمان وغیرہ کسی چیز کو دخل نہین بلکہ عقلاً قطعی ہین۔ شیخ ابن الجزری رح نے فرمایا کہ ہر قراءت جو صحیح اسناد
سے ثابت ہوئی اور وہ زبان عربیت سے کسی وجہ پر متوافق ہے اور وہ مصاحف عثمانیہ مین سے کسی مصحف سے بھی موافق ہے تو یہ قراءت صحیحہ ہے پس اسکو
رد کرنا یا اس سے انکار کرنا جائز نہین ہے بلکہ یہ قراءت منجملہ سات حروف کے ایک حرف ہے جنکے ساتھ قرآن نازل ہوا یعنی حدیث مین گذرا کہ قرآن
کا نزول سات حروف پر ہوا پس جسکو جو میسر ہو پڑھے۔ مترجم کہتا ہے کہ جو شخص کچھ زبان عربی سمجھتا ہے اسکے واسطے مین ایک تمہید بیان کرتا ہون
جس سے وہ سمجھ جائیگا تمہید یہ کہ عرب کی زبان واحد ہے لیکن اسمین اعراب ہوتے ہین اور ان اعراب مین بعض لغات مین تفاوت ہے چنانچہ اہل حجاز مکہ
مدینہ مثلاً بولتے ہین۔ ما زید قائماً۔ اور نواح تمیم مین کہتے ہین۔ ما زید قائم۔ اور اسیطرح اعاریب مین باہم تفاوت ہے اور اسی طرح بعض الفاظ
بعض زبانون مین ایک معنی کے واسطے ہین اور دوسری زبان مین دوسرا لفظ خاص ہے حالانکہ دونون لفظ انمین شائع ہین لیکن بسبب محاورہ
وموقع خصوصیت لفظ خاص ہے جیسے اردو کے محاورات سے جو واقف ہو بخوبی سمجھ سکتا ہے جب یہ امر معلوم ہوا تو شیخ جزری رح نے کہا کہ قراءت صحیحہ کے واسطے
تین امور ہین ایک یہ کہ اسناد صحیح ہو۔ دوم یہ کہ زبان عربیت مین کسی وجہ پر موافق ہو۔ سوم یہ کہ جو مصاحف کثیرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آفاق مین
بھیجے تھے انمین سے کسی مین اس قراءت کی خبر پہونچی ہو۔ تو یہ قراءت صحیحہ ہے۔ اسکا قبول کرنا واجب ہے خواہ یہ قراءت ائمہ سبعہ سے متواتر ہے یا ان ساتون
کے ساتھ تین قراءات دیگر مین سے کسی مین ہو یا انکے سوائے کسی صحابی یا تابعی سے ثبوت ہو پس یہ اگر متواتر یا مشہور ہو تو اس مین کلام نہین کہ صحیح ہے
اور جب کوئی قراءت ایسی ہو کہ جسمین ان تین باتون مین سے کوئی امر نہو مثلاً اسناد صحیح نہو یا وجہ عربیت سے بالکلیہ مخالف ہو یا وہ کسی مصحف مین ثبوت نہ ہو
تو ضعیف یا باطل یا شاذ ہوگی خواہ یہ قراءت قراء سبعہ سے بیان کیجاوے یا انکے اوپر کسی بزرگ سے لائی جاوے۔ اور یہی قول ائمہ محققین سلف
وخلف کے نزدیک صحیح ہے اور اس سے سلف مین کسی سے خلاف نہین پایا گیا ہے شیخ ابو شامہ ودانی ومکی وغیرہم نے اسکی تصریح کی اور ابو شامہ رح نے کہا کہ
ہر قراءت پر جو قراء سبعہ کی طرف نسبت کیجاوے مغرور نہو جانا چاہیے کہ اسکو خواہ مخواہ صحیح کہنے لگے اور جزم کرے کہ یون ہی نزول ہوا ہے بلکہ جو ضابطہ
کلیہ بیان کیا گیا اسی پر منطبق کرنا ضرور ہے پس صحیح قراءت تو اس ضابطہ سے خارج نہوگی۔ اور صحت کچھ اسی پر موقوف نہین کہ انھین قراء سبعہ سے منقول ہو
بلکہ اگر غیرون سے اسی ضابطہ کے ساتھ منقول ہو تو وہ بھی صحیح ہے اور اگر قراء سبعہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے اس ضابطہ کے ساتھ نہو تو وہ صحیح نہین ہے کیونکہ
اعتماد تو ان اوصاف کے جمع ہونے پر ہے پس جس قراءت مین یہ تینون اوصاف جمع ہون وہ صحیح ہے اور اگر کسی صفت مین خلل ہو تو اعتماد نہین چنانچہ
تو مدار ان اوصاف پر ہے اور کسی شخص کی طرف نسبت کرنیکا اعتبار نہین ہے حتیٰ کہ قراء سبعہ وغیرہم مین سے ہر ایک کی قراءت مین اجماعی

وشاذ موجود ہے لیکن اتنی بات تجربہ سے معلوم ہوئی کہ قراء سبعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی قراءات میں قراءت صحیحہ اجماعیہ بکثرت ہیں اور شاذ بہت شاذ
لہٰذا جو قراءت کہ ائمہ سبعہ سے منقول ہوتی ہے اسکی جانب میلان بوجہ مذکورہ زیادہ ہوتا ہے مترجم کہتا ہے بلکہ اسکے ساتھ وجہ دیگر بھی عارض ہوئی
کہ ان ائمہ کے زمانہ میں انکی شہرت زیادہ ہوئی تو زمانہ مابعد میں لوگون نے انھین کی قراءات کی تلاش کی اور گویا انھین کی قراءت کا ذکر
عموماً رہگیا حالانکہ انمین سے شاذ کے پہچاننے والے زمانہ دراز گزرنے سے مفقود ہوتے گئے حالانکہ انکی شاذ قراءۃ سے دوسرون کی صحیحہ قراءۃ معتمد
وصحیح ہے اور واضح رہے کہ یہی مرتقی مسائل اجتہادیہ میں واقع ہوا کہ امام ابوحنیفہ ومالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے اجتہادات وانکے شاگردون کی
کثرت سے آفاق میں انکے اقوال شائع ہو گئے حالانکہ اجتہادات میں جو معنی منصوص ہین کہ مجتہد کبھی خطا کرتا ہے۔ یہ معنی منصوص ضرور ہے کہ
کہ انکے اجتہادات میں محتمل ہون ورنہ انکا اجتہاد ہی باقی نہ رہے کیونکہ اجتہاد کی یہ صفت تو منصوص ہے یعنی اجتہاد وہی جسمین صواب وخطا کا احتمال
ہو اور جب یہ صفت باقی نہ رہے تو فقط صواب یا فقط خطا ہوگا لیکن فقط خطا تو وہ شخص کہے جو ان امامون کے وفور علم سے جاہل ہو اور عین صواب
وہ ہے جو انکے اقوال کو نصوص ٹھہراوے اور کافر ہو جاوے پس معلوم ہوا کہ یہان بھی اصل صحیح معتمد یہ ہے کہ جو استنباط واجتہاد کہ اصول یعنی قرآن
وسنت واجماع سے بر طبق اجتہاد ہو وہ مسئلہ اجتہادی کا جواب صحیح ہے خواہ ان ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ہو یا کسی مجتہد دیگر مانند سفیان الثوری وغیرہم
سے ہو لیکن ایک امر مین قراءت واجتہاد مین فرق ہے وہ یہ کہ قراءات میں وہ تلاوت بقراءت متعددہ کر سکتا ہے اور اجتہادات مین مقلد صرف
ایک پر عمل کریگا لیکن واجب ہے کہ وہ باین معنی عمل کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل الذکر سے پوچھ لینے کا حکم دیا تو مین نے ایک مجتہد سے دریافت کر لیا پس اسی پر
عمل کرتا ہون اور یہ نہین کہ مین اس قول کے صواب کا غالب گمان رکھتا اور دوسرون کی خطا کا زیادہ گمان کرتا ہون اسواسطے مجتہدی
قول لینا واجب ہے یہ گمان باطل وکذب ومحض نفس کی خواہش ہے اسواسطے کہ اس شخص عامی کے گمان کا کچھ اعتبار نہین کیونکہ شرع مین اجتہاد کا گمان
معتبر ہے جو دلائل شرعیہ سے پیدا ہوا اور یہ شخص جاہل ہے تو اسکا گمان صرف نفسانی گمان ہے اور نفس پر وہ اعتماد کرے جو شیطان کے پھندے میں
پڑے پس وہ سب مجتہدون کے ساتھ ادب رکھے اور یہی بات کہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے عالم بندے تھے اور وے خود نہین کہ سکتے تھے کہ میرا اجتہاد صواب
اور دوسرے کا اجتہاد خطا ہے بلکہ اجتہاد کے واسطے جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا وہی اعتقاد کرتے تھے تو جب وہی یہ گمان نہین کرتے تھے
تو یہ بیچارہ اُنسے مخالف ہو کر یہ گمان کہانسے لایا لہٰذا حنفیہ وشافعیہ وغیرہ باہم عین خلوص محبت سے ملے رہین اور تعصب وشیطانی وسوسہ چھوڑ دین
واللہ تعالیٰ الہادی الی سبیل الرشاد۔ م شیخ ابن الجزری نے کہا کہ قراءۃ کے ضابطہ مین یہ جو لکھا کہ زبان عربیت سے کسی وجہ کے ساتھ موافق ہو
اس سے یہ مراد کہ زبان عرب جس قاعدہ پر ہے اس سے موافق ہو خواہ افصح ہو یا فصیح ہو یعنی فصیح ہونا ہر کلمہ پر ضروری نہین ہے اور اگر اس وجہ مین کسی
صاحب نشر وحصن حصین ۱۲
نحوی نے اختلاف کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر قراءت ہی شاذ ہو تو ظاہر ہے اور اگر یہ قراءت صحیحہ یا اس سے زائد مشہورہ ہو تو کسی نحوی کا انکار معتبر نہوگا
اسواسطے کہ صحیح اسناد کے ساتھ امامون کا قبول کرنا اور انمین شائع ہونا یہی رکن اعظم ہے مترجم کہتا ہے کہ دلیل قطعی اسپر یہ ہے کہ نحویون نے زبان عرب کے
قواعد پیچھے بنائے ہین اور زبان عرب سابق سے موجود اور قرآن مجید پہلے نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم جسطرح زبان عرب سے جو انکی اصلی زبان ہے اور اسکے
بلیغ فصیح محاورات سے واقف تھے وہ وقوف کسیکو میسر نہوگا اگرچہ وہ مابعد نسل عرب سے کیون نہو اسواسطے کہ زبان قدیم محض خالص اور اسوقت مین نہایت فصاحت پر تھی
اور زمانہ مابعد مین روم فارس ومصر وغیرہ کے لوگون کی آمد رفت سے اختلاط شروع ہوا بلکہ مترجم اسوقت کا حوالہ دیتا ہے کہ زبان عرب کے محاورات عام لوگون مین
خصوصاً شہرون مین ایسے مختلط ہین کہ فصاحت قدیم سے گویا خارج ہین پس جب یہ معلوم ہوا تو ہم کہتے ہین کہ اس قراءت مشہورہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے
پڑھا اور برابر وہ شائع ہوئی حتی کہ تابعین واتباع تک پہونچی پس وہ عین بلاغت پر ہے تو نحوی کو چاہیے کہ جب اسکو معلوم ہوا کہ خالص بلاغت سے یہ قراءت ہے

تو وہ اپنے قاعدہ کو اسی کے موافق ترمیم کرے۔ م۔ شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ اسی اصل عظم و رکن احکم کی وجہ سے بہت سے نحویون کا قاعدہ جو خلاف بعض قراءات متواترہ تھا قبول نہوا مثلاً قولہ تعالیٰ بارئکم۔ یامرکم مین اسکان کی ایک قراءت مشہور ہے اور نحویون کے قاعدہ مین نہین تو نحو کا قاعدہ ناقص سمجھا گیا اسی طرح والارحام۔ بالجر پڑھنا لیجزی قوما بنصب پڑھنا اور قتل اولادہم شرکاءہم مین مضافین کے درمیان فصل کی قراءت۔ یہ سب صحیح ہین اور یہان قاعدہ نحو کو ناقص سمجھا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے اوپر دلیل قطعی بیان کی کہ عرب باوجود افصح فصحا نے اسکو اپنی فصاحت و بلاغت مین قبول کیا حالانکہ انہین پر قرآن کے اعجاز بلاغت کا دعوی تھا تو معلوم ہوا کہ یہی عین فصاحت و بلاغت ہے۔ پس پچھلے زمانہ مین نحوی بیچارہ کس منھ سے دعوی کریگا جبکہ اہل کمال اہل زبان فصحائے اسکے دعوی کو رد کردیا۔ م۔ اسی وجہ ائمہ قراء رحمہم اللہ تعالیٰ نے نحوی قیاس پر مدار نہین رکھا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی نقل طریقہ پر ثبوت ہونا اصل معتمد ہے یعنی انکی قراءت وہ ہین جو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے انکو پہنچین اور اسی پر رہے مین انکو قیاس نحوی کا لحاظ بالکل نہین تھا۔ پھر جب قراءت سلف ثابت ہوئی تو وہی قراءت ہے۔ اور اسی کو لینا فرض متحتم ہے چنانچہ سعید بن منصور نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قراءت سنت متبعہ ہے یعنی یہ کہ قراءت کا طریقہ قیاسی نہین بلکہ طریقہ اتباعی ہے۔ پس جو مصحف و سلف سے ثابت ہوا اسی کی اتباع فرض ہے پس مصحف امام و قراءات مشہورہ سے مخالفت جائز نہین ہے اگرچہ کسی شخص کے ذہن مین کسی آیت مین بجائے ایک کلمہ کے دوسرا کلمہ بقیاس نحوی و لغت کے عمدہ نظر آوے۔ مترجم کہتا ہے کہ جس شخص نے دوسرا کلمہ وہان عمدہ سمجھا یہ اسکی جہالت ہے اور عقل و دلیل سے سفاہت کیونکہ آیت مین جو معنی اسکے نگاہ مین آئے ہین وہ اس اعتبار سے دوسرا کلمہ عمدہ سمجھتا ہے اور سابق مین مترجم نے واضح بیان کیا کہ جہانتک انتہائی عام فہم ہدایت مقصود ہے وہ عام کے واسطے آسان کردیا گیا ہے اور قرآن کی ہر آیت مین جو علوم الٰہی عز و جل مضمر ہین انپر نظر عام نہین پہونچی حالانکہ عامی نے جس کلمہ کو عمدہ خیال کیا تھا اس سے ان معانی مین خلل ہوجاتا ہے پس اگر عامی کی رائے ہوتی تو علمائے ربانی تو آئندہ ان علوم سے محروم ہوتی علاوہ برین جب صدق اعتقاد ہے کہ یہ کلام الٰہی عز و جل ہے تو قطعاً معلوم کہ جو کلمہ و طرز بیان آیت ہے وہ نہایت اعلاے کمال پر ہے کیونکہ عجز و جہل محال ہے تو عالم ربانی با تنویر ہدایت آیت کو خوب سمجھتا ہے کہ تمام جن و انس و ملائکہ مین کوئی نہین کہ جو اس کلمہ کے بجائے اس سے عمدہ لاسکے اور ابھی وہ اسوجہ سے نہین سمجھتا کہ اسکا علم نہایت قلیل ہے اور علم اللہ عز و جل بے غیر متناہی ہے بعض مشائخؒ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ وبدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون یعنی ان منکرون کے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ امر ظاہر ہوا کہ وہ خیال نہین کرتے تھے۔ یعنی انکے خیال کو بھی وہانتک رسائی نہین تھی۔ یہ آیت دلیل ہے کہ بعد موت کے علوم ترقی کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین نصوص متظافرہ ہین۔ اور حدیث مین گذرا کہ قاری قرآن کے واسطے حکم ہوگا کہ ترتیل و آہستگی سے جسطرح دنیا مین تلاوت کرتا تھا تلاوت کرے اور چڑھے کہ مدارج عالیہ جنت مین آیت پر اسکا درجہ ہے۔ پس جس شخص نے اپنے ناقص خیال سے یہ امر تجویز کیا کہ کوئی عمدہ کلمہ ہوسکتا ہے اس سے زیادہ کج فہمی متصور نہین ہے کہ اسنے نور عقل چھوڑ کر صرف خیالات کی پابندی کی وہ ہرگز صواب نہ پاویگا۔ م۔ شیخ جزریؒ نے کہا کہ کسی مصحف سے موافقت ہونے کے یہ معنی ہین کہ جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آفاق مین بھیجے ہین انمین بعض حکمت نفیسہ کے ساتھ قراءت حروف سبعہ سے ایک ہی قراءت پر متفق کرنے مین جو وسعت جاتی رہی تھی اسکا بدل اسطرح دیا کہ بعض قراءت کو باقی رکھا چنانچہ سورہ بقرہ مین قالوا اتخذ اللہ بغیر واو کے مصحف شامی مین ہے اور یہی ابن عامر کی قراءت ہے۔ اور آخر سورہ براءۃ مین تجری من تحتہا الانہار یعنی (من) کے ساتھ ابن کثیرؒ کی قراءت مین آیا تو یہ مصحف مکی مین موجود ہے۔ اسی طرح بالزبر و بالکتاب مصحف شامی مین ہے۔ پس اگر کسی مصحف مین نہو تو اجماعی مصحف سے مخالف قراءت نہین لی جائیگی کیونکہ وہ شاذ ہے۔ واضح ہو کہ ملک یوم الدین جمیع مصاحف مین بغیر الف مرسوم ہے (مالک) پس جب قراءت بجائے مالک کے ملک یعنی سلطان ثابت ہوئی تو یہ بھی ایک وجہ سے مصحف سے موافق ہے۔ پھر یہ جو شیخ نے کہا کہ اسکی سند صحیح ہو معنی یہ کہ عادل ضابط ثقہ اپنے مثل سے روایت کرے اسی طرح اوپر تک

منتہی ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کل عادل ثقہ ضابط ہین اور باوجود اسطرح صحت سند کے یہ بھی ہو کہ یہ قرارت اس فن کی ائمہ مین مشہور ہو اور شاذ نہو
شیخ ابو شامہ وغیرہ نے ہر قرارت کی نسبت تواتر کی شرط نہین لگائی اور یہ صحیح ہے اسواسطے کہ قرآن کل متواتر ہے اور قرارت متواترہ معروف ہین اور چونکہ
اللہ تعالی نے بعض قرارت مین وسعت دی تو ہر قرارت کا تواتر مشروط نہین ہے پھر واضح ہو کہ اگر قرارت بنقل آحاد صحیح ہو لیکن معروف مشہور نہو تو اکثر علماء
کے نزدیک اسکو پڑھنا جائز نہین ہے۔ اسکی مثال یہ کہ سند صحیح سے پہونچا کہ قولہ یاخذ کل سفینۃ غصبا۔ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ یاخذ کل سفینۃ صالحۃ غصبا۔
پڑھتے یعنی صالحہ کا لفظ بڑھاتے تھے اور معنی واحد ہین لیکن قرارت مشہورہ نہین ہے پس تلاوت و نماز مین اسکو نہ پڑھے اسواسطے کہ شاید آخری دور مین
یہ نسخ ہوا یعنی محو کیا گیا ہو یا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بطور تفسیر کے آیت کو
مع تفسیر کے پڑھ دیا اور راوی نے سمجھا کہ انکی قرارت مین یہ کلمہ زائد ہے۔ توضیح یہ کہ اس قصہ خضر و موسی علیہ السلام مین ہے کہ خضر علیہ السلام نے دو یتیمون کی
کشتی کو عیبدار کر دیا پھر آخر مین موسی علیہ السلام سے بتلایا کہ آگے ایک بادشاہ ظالم ہے کہ وہ کشتی کو بیگار پکڑتا ہے پس مین نے عیبدار کر دی تو مراد یہ کہ درست
کشتی کو بیگار پکڑتا ہے پس سفینہ صالحہ پڑھ دیا تاکہ معلوم ہو کہ عیبدار کرنے سے فائدہ مترتب ہوا اسواسطے کہ اگر مطلقاً کشتی پکڑتا تو وہ عیبدار کشتی بھی پکڑتا
اور عیبدار کرنے سے کچھ فائدہ نہوتا اور صالحہ کہنے سے معلوم ہوا کہ وہ ظالم صرف درست کشتی پکڑتا تھا لہذا عیبدار کرنے سے ان یتیمون کی کشتی بچ گئی۔

(التنبیہ) ابو الفضل الخزاعی نے امام ابو حنیفہؒ کی قرارات جمع کین اور اس کتاب کو ابو القاسم الہذلی نے نقل کیا۔ اسکی اسناد ضعیف ہے اور دار قطنی
و ایک جماعت نے لکھا کہ یہ کتاب جھوٹ بنائی ہوئی ہے اسکی کچھ اصل نہین ہے اور شیخ سیوطیؒ نے موضوعات مین اسی کی مثال دی۔

(تکملہ)
رہا بیان مدرج تو اسکے یہ معنی ہین کہ تفسیر ایسے طور پر بیان کی کہ وہ قرآن سے ملی ہوئی ہے پس راوی کو شبہہ ہوا کہ یہ قرارت ہے جیسے قولہ تعالی ولہ اخ او اخت
فلکل واحد۔ اسکی تفسیر مین سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پڑھا ولہ اخ او اخت (من ام) فلکل واحد الآیہ۔ رواہ سعید بن منصور۔ قولہ تعالی لیس علیکم
جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم۔ ابن عباسؓ نے زیادہ کیا فی مواسم الحج یعنی موسم حج مین اجازت تجارت ہے رواہ البخاری۔ پس ملانے سے مشتبہ
ہوتا ہے کہ یہ کلمہ زائد قرارت ہے۔ قولہ تعالی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و یستعینون باللہ علی ما اصابہم۔ ابن الزبیرؓ نے
قولہ و یستعینون الخ بطور موعظت تفسیری پڑھا دیا حتی کہ راوی نے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ یہ انکی قرارت تھی یا بطور تفسیر زیادہ کیا ہے۔ رواہ
سعید بن منصور۔ لیکن ابن الانباری کی روایت مین جزم ہے کہ یہ کلمہ بطور تفسیر بیان فرمایا۔ اور واضح ہو کہ ایک جماعت شاگردون نے اگر ایک
شخص نے سمجھا تو اسکی ناسمجھی سے خلط واقع ہوا کیونکہ شیخ نے تو مصحف امام پر اعتماد کیا کہ خواہ مخواہ اسکی آیت سے میرے تفسیری الفاظ علیحدہ ہونگے لیکن
راوی نے اسکو قرارت سمجھ لیا۔ ابن الانباری نے کہا کہ حسن بصری نے پڑھا۔ وان منکم الا واردہا الورود الدخول۔ یعنی تم مین کوئی نہین مگر اسکو وہان
جہنم مین وارد ہونے والا ہے ورود بمعنی دخول ہے۔ شیخؒ نے کہا کہ الورود الدخول یعنی ورود بمعنی دخول ہے۔ یہ کلمہ حسن بصری نے بطور تفسیر کے بیان کیا الا آنکہ
بعض راویون نے غلط فہمی یہانتک کی کہ اسکو قرآن مین ملا دیا۔ شیخ ابن الجزریؒ نے کہا کہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اکثر اوقات بعض الفاظ کو تفسیر کے
طور پر آیت کے ساتھ ملاتے تھے کیونکہ انکو قرآن کے ساتھ اپنے بیان کے لاحق ہونے مین کچھ التباس نہ تھا بلکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تو لکھ لیتے تھے۔ مترجم
کہتا ہے کہ اسی قسم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ انہون نے واسطے مصحف لکھوایا اور فرمایا کہ جب اس آیت پر پہونچے کہ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ
الوسطی وقوموا للہ قانتین۔ تو مجھے آگاہ کیجیو۔ پس جب آگاہ کیا تو لکھوایا۔ والصلوۃ الوسطی صلوۃ العصر وقوموا الخ۔ کما فی الصحیح۔ یہ صحیح ہے کہ
اس تفسیر کو جو حضرت صلعم سے سنی تھی بطور حفظ کتابت کے بیان لکھوا دی کیونکہ انکو آیت مین کچھ التباس نہ تھا۔ لہذا علماء متفق ہین کہ ما سوائے
ہر ایک کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے تنبیہ فرمائی کہ قرآن کو مجرد رکھو یعنی اسمین کوئی کلمہ سوائے قرآن کے نہ لکھو حتی کہ علماء رحمہم اللہ تعالی

اتفاق کیا کہ سورۂ الحمد کے آخر مین (آمین) نہ لکھی جاوے اور اسی طرح کسی مقام پر وقف ووصل وغیرہ نہین لکھا جاتا بلکہ بجاے اسکے
اشارہ پر اکتفا کیا گیا ہی کیونکہ عوام کو قرآن مین تمیز نہین ہے۔ (التنبیہ) واضح ہو کہ جو کچھ قرآن سے ہے وہ بالضرور اپنی اصل و اجزا مین متواتر
منقول ہونا واجب ہی اور محل ووضع وترتیب مین بھی تواتر واجب ہی اسی پر محققین اہل السنۃ متفق ہین۔ لہذا قراءت صحیحہ غیر متواترہ کا پڑھنا نہین جائز ہے
اگرچہ فقہا نے مشہور قراءت سے اعمال واحکام عملی استنباط کیے کیونکہ عمل کے واسطے تو خبر واحد کافی ہوتی ہی اور یہ تو مشہور ہے لیکن قطعی اعتقاد
کے لیے متواتر ہونا شرط ہے پس جو متواتر منقول نہو تو اسکی نسبت قرآن ہونیکا یقین قطعی نہین ہوگا۔ اور چونکہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن
متواتر منقول ہی تو قطعی حکم ہوا کہ جو اس اجماع و تواتر مین نہو وہ قطعاً قرآن نہین ہے۔ اسی وجہ سے مالکیہ وحنفیہ نے کہا کہ ہر سورۃ کے ساتھ
بسم اللہ الرحمن الرحیم متواتر نہین پس وہ جزو سورۃ نہین ہے۔ شیخ سیوطیؒ نے جواب مین تکلف کیا۔ اور اسی قدر جواب کافی ہے کہ ہم اسکو قطعاً قرآن
و ہر سورہ کا جزو نہین کہتے ہین بلکہ عمل کرنے کے واسطے ہر سورہ کے اول مین پڑھ لینے کا حکم نکالتے ہین اور نماز مین بہت سی دعائین سواے قرآن
کے جائز ومسنون ہین (التنبیہ) واضح ہو کہ بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین سے بعضے اقوال نقل کیے گئے کہ مثلاً فلان کے نزدیک یہ کلام بھی
قرآن سے ایک سورہ تھا اور فلان کے نزدیک یہ سورہ قرآن مین سے نہین تھا۔ چنانچہ فخر رازیؒ نے لکھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورۂ فاتحہ
ومعوذتین کی نسبت کہتے کہ قرآن مین سے نہین ہین چنانچہ بعض کتب قدیمہ مین مذکور ہے۔ پھر کہا کہ اس سے نہایت سخت اعتراض وارد ہوتا ہے
جسکا جواب بہت دشوار ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ائمہ محدثین جنپر نقول کی تنقید کا مدار ہے از انجملہ ابن حزم ونووی وغیرہ نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے یہ قول صحیح نہین ہوا اور شیخ ابن حجرؒ نے بروایت احمد وابن حبان والطبرانی والبزار وغیرہ نقل کیا کہ ابن مسعودؓ نے معوذتین کے کتاب اللہ
مین ہونے سے انکار کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایات صرف روایت واحدہ ہین اور ہر ایک محدث نے اپنی اپنی کتاب مین نقل کیا لیکن روایت
واحدہ ہے اور قرآن کے مصاحف مین اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم حاصل ہے اور وہ متواتر ہے پس متواتر واجماع کے مقابلہ مین متواتر چاہیے تو البتہ
کچھ ثبوت ہو اور کمتر یہ کہ مشہور ہو حالانکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہزارون شاگردون و دیکھنے والون مین سے کوئی نقل نہین کرتا
سواے ایک راوی کے حالانکہ آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ آپ نے معوذتین کو نماز مین پڑھا اور خود قراءت فاتحہ نماز مین متواتر اور خود
سبع المثانی والقرآن العظیم اسی کی تفسیر معروف ہے پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف اس معنی کی نسبت کرنا عجیب ہے حالانکہ عاصم نے
زر بن حبیش سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت روایت کی اور یہ مشہور قراءت بلکہ متواتر ہے اور اسمین فاتحہ ومعوذتین موجود ہین پس اسکے
مقابلہ مین روایت آحاد مذکور باطل ہے اور واضح رہے کہ بہت سے بد باطن لوگون نے ایسی روایات وضع کین جنہین ثقہ لوگون کا سلسلہ ملایا
اور یہان یہ احتمال نہو تو اس سے خالی نہین کہ ان متواترات سے معارضہ فقط راوی کی غلط فہمی ہے کیونکہ یہ بدیہی کے مخالف ہے اور اسکی
مثال ایسی جیسے ریل کے شہر کا سے ایک شخص روایت کرتا ہے کہ ہم تو اس گاڑی کو تیز رفتار گھوڑون سے چلاتے ہین حالانکہ سواے اسکے ہزارہا
شخص دارون سے متواتر اسکے خلاف ثبوت ہے تو یہ روایت لامحالہ غلط فہمی ہے۔ (التنبیہ) زرکشیؒ نے لکھا کہ جمہور کے نزدیک قراءات سبعہ
جو اس زمانہ مین موجود ہین سب متواتر ہین اور بعض نے کہا کہ مشہور ہین۔ (التنبیہ) شیخ ابو شامہ وغیرہ نے کہا کہ بعض لوگون نے زعم کیا کہ حدیث
مین جو ہفت حرف مذکور ہین انسے یہی قراءات سبعہ مراد ہین اور یہ غلط محض ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ تو صحیح ہے لیکن حدیث کے ہفت حرف سے اگر قراءات
موافق قبیلہ اہل عرب مراد ہون تو یہ امر ظاہر ہو کہ ہر ایک کی آسانی سے اسمین حصہ آگیا ہوگا لیکن شیخ سیوطیؒ نے محامل حدیث وجوہ کثیرہ بیان کیے ہین اور
شک نہین کہ حدیث کا مرجع جامعہ ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ بالجملہ حدیث کی تفسیر قراءات سبعہ نہین ہین ابو عبیدؒ فضائل القرآن مین لکھا کہ تفسیر آحاد و شواذ

کی تبیح سے مقصود یہ ہے کہ قرات مشہورہ کے معانی واضح ہون جیسے قولہ تعالیٰ فاقطعوا ایدیہما۔ متواتر ہے اور قرات ابن مسعودؓ فاقطعوا ایمانہما۔
یعنی داہنے ہاتھ کاٹو۔ اس سے تفسیر ایدی کی مل گئی کہ دایان مراد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہ بدون مشہور کے قرآن پر زائد معنی جائز نہین کہتے
تو اسکے طور پر کہا جاوے کہ قرات شاذہ بمنزلہ خبر الواحد ہے پس جب خبر الواحد سے تفسیر لی جاوے تو وہ آیت کی طرف نسبت ہوتی ہے گویا آیت سے
دایان کاٹنا ثابت ہے لیکن مخفی نہین کہ اسوقت حکم قطعی نہین رہتا تو چور کے حق مین دایان ہاتھ قطع کرنے مین بدون قطعی کے جواز کیونکر ہوا
اور میرے نزدیک یون کہا جاوے کہ سزاے قطع عملاً متواتر ہے تو دایان کاٹنا مشہور ہوا فافہم (نوع ثامن وعشرون) تلاوت مین وقف
و ابتدا کا بیان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ قرآن مین مقامات وقف و ابتدا کا جاننا واجب ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما
کے کلام مین برہان صریح ہے کہ اسکے سیکھنے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور ہمارے نزدیک بتواتر اسکا اعتبار آیا صحیح ہوا اور سلف صالحین نے اس جانب
توجہ کامل رکھی چنانچہ اماموں کی تصریحات اس بارہ مین مشہور معروف ہین شعبی نے کہا کہ جب تو پڑھے کل من علیہا فان۔ تو سکوت نہ کر یہانتک کہ
ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام پڑھ لے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور مترجم کہتا ہے کہ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین اہل عجم کے واسطے
وقف تام ولازم وحسن وغیرہ لکھدیے ہین پس وقف لازم پر توقف ہے اور جہان وقف نہین ہے وہان وقف بیجا ہے۔ اور جہان (ج) ہے وہان وقف
و وصل دونون جائز ہین۔ اور اسکے اقسام کی تفصیل ایسے لوگون کی کار آمد نہین بلکہ غیر مفہوم ہے جو عربی نہین جانتے ہین۔ م۔ ابن ابی الہذیل نے
فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس امر کو مکروہ جانتے کہ آیت مین سے کچھ پڑھی جاوے اور کچھ چھوڑی جاوے۔ رواہ سعید بن منصور باسناد صحیح۔ اور
سانس ٹوٹنے کا سکتہ جائز ہے لیکن چاہیے کہ دراز بقدر وقف نہو اور جہان وصل چاہیے وہان وصل کرے (نوع تاسع وعشرون) واضح ہو
کہ قرآن حفظ کرنا اس امت پر فرض کفایہ ہے۔ امام جوینی رح نے فرمایا کہ اسمین سبب یہ ہے کہ تواتر منقطع نہو اور تحریف و تبدیل کا شبہ نہونے پاوے۔ پس
اگر اسقدر کثیر جماعت نے حفظ کر لیا تو باقیون پر گناہ نہین ہے اور اسی طرح قرآن پڑھانا و پڑھنا بھی فرض کفایہ و افضل القربات ہے۔ حدیث مین ہے
کہ تم مین بہتر وہ جسنے قرآن پڑھا اور پڑھایا کما فی الصحیح۔ اور زمانہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے برابر یہی چلا آتا ہے (النوع الثلثین) حروف
مین سے ہر ایک کے لیے علیحدہ مخرج ہے لیکن بعض حروف باہم متقارب ہین لہذا قاریون و قدماء نحویون کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سترہ یا سولہ ہین جنکا مختصر
بیان یہ کہ (اول جوف) اور یہ الف و واو و یاء کے لئے جب الف سے پہلے فتحہ اور واو سے پہلے ضمہ اور یاء سے پہلے کسرہ ہو۔ (دوم انتہا حلق) ہمزہ
وہا کے لیے ہے۔ (سوم وسط حلق) عین وحاء مہملہ کے لیے ہے۔ (چہارم اول حلق) غین وخاء نقطہ دار کے لیے ہے۔ (پنجم انتہاے زبان متصل حلق)
قاف کے لیے ہے مع اُس مقام کے اوپر تالو کے (ششم وسط زبان واسکے اوپر تالو) جیم وشین ویاء کے لیے ہے۔ (ہفتم زبان کی کنارہ بائین جانب
واڑھ سے متصل) حرف ضاد منقوطہ کے لیے ہے (ہشتم شروع کنارہ زبان و تالو) حرف لام کے لیے ہے (نہم مخرج لام سے کچھ نیچے) حرف نون کے لیے ہے
(دہم مخرج نون کے قریب) حرف راء مہملہ کے لیے لیکن زبان کی پشت مین دخل زیادہ ہے خصوص جبکہ متحرک بفخیم پڑھی جاوے۔ (یازدہم کنارہ زبان
اول و اوپر کے اگلے دانتون سے چڑھا کر مقابل کے تالو سے) حرف طاء و تاء و دال کے لیے ہے۔ (دوازدہم درمیان کنارہ زبان اول و نیچے کے
اگلے دانتون سے کچھ اوپر) حرف صاد و سین و زاء کے لیے ہے (سیزدہم ابتداے زبان کا کنارہ اور اوپر کے اگلے دانتون کا کنارہ) یہ
مخرج ظاء و ذال کے لیے ہے (چہاردہم نیچے ہونٹ کے اندرونی رخ اور اوپر کے اگلے دانتون کے کنارے) حرف فاء نکلتا ہے۔ (پانزدہم دونون
ہونٹون کے درمیان سے) باء و میم و واو بغیر نکلتے ہین (شانزدہم غنہ کے لیے بانسہ) ادغام و نون و میم ساکن کا مخرج ہے۔ واضح ہو کہ اہل دل
بندگان حق محض خالص خوبی قرات و ترتیل کے قواعد حاصل کرتے ہین (تنبیہ) جس قاری نے امراء کے واسطے تجوید حاصل کی تاکہ مخلوق

کے ہاتھ فروخت کرکے کچھ حقیر دنیا حاصل کرے وہ جہنم مین جلایا جائیگا۔ واضح ہو کہ لوگون نے قرآن پڑھنے مین راگ کی آوازین نکالی ہین یہ معصیت شدید ہے اور ایسے ہی لوگون کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ اور جو کوئی انکو پسند کرے انکے دل فتنہ مین پڑے ہوئے ہین۔ (فائدہ) قرآن کی تعلیم پر اجرت جائز ہے بدلیل حدیث بخاری کہ جسپر تم اجرت لو تو احق کتاب اللہ ہے۔ بعض نے کہا کہ ٹھہرانا نہین جائز ہے بعض نے کہا کہ مطلقاً نہین جائز ہے اور یہی قول ابو حنیفہ رح ہے کیونکہ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اہل صفہ مین سے ایک کو قرآن تعلیم کیا پس اُسنے عبادہ رض کو ایک کمان ہدیہ بھیجی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تجھے آگ کا طوق پہننا خوش آتا ہو تو اسکو قبول کرلے۔ رواہ ابو داؤد۔ مترجم کہتا ہے کہ متاخرین مشائخ نے دیکھا کہ ظالم بادشاہون نے بیت المال پر غلبہ کرلیا اور عیش وعشرت مین اڑانا شروع کیا اور علماء وحفاظ قرآن اپنی محنت مزدوری پر رہے حتی کہ اگر پڑھانے مین رہ جاوین تو کھانے کو نہ پاوین پس فتویٰ دیا کہ تعلیم القرآن کی اجرت جائز ہے کما فی القاضی خان والعالمگیریۃ والدر وغیرہ۔ (فائدہ) اللہ تعالیٰ نے قرأت قرآن کے ساتھ مومنین کو خاص کیا اور یہ کرامت علیہ ہے اور ملائکہ اسکے سننے کے مشتاق رہتے ہین اور حلقۂ ذکر مین حاضر ہوتے ہین۔

(النوع الحادی والثلثین) آداب تلاوت قرآن کی تلاوت وقرأت مین جہانتک ممکن ہو کثرت کرنا بہت خوب ہے۔ قال تعالیٰ یتلون آیات اللہ آناء اللیل الآیہ۔ حدیث ابن عمر رض مین ہے کہ ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا پس وہ اوقات شب وروز مین اُسکی تلاوت کرتا ہے (الصحیحین) حدیث ابن مسعود رض مین ہے کہ جسنے کتاب اللہ مین سے ایک حرف پڑھا اسکے واسطے ایک نیکی اور دس گونہ ہے اور مین (الم) کو ایک حرف نہین کہتا بلکہ الف ایک حرف اور لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔ حدیث ابو سعید الخدری رض مین ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن کی تلاوت نے اپنی طرف مشغول کرکے مجھسے دعاء وذکر سے روک لیا تو مین اسکو سب دعاء کرنے والون سے افضل عطا فرماؤنگا اور کلام آلٰہی کا درجہ سب کلام سے اسقدر بلند ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا درجہ اپنے مخلوق پر بلند ہے۔ (الترمذی) یعنی کلام آلٰہی عزوجل کے مقابلہ مین کوئی کلام نہین ہوسکتا نہ کوئی دعا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جناب مین کسی مخلوق کو کچھ نسبت نہین ہے۔ م۔ حدیث ابو امامہ رض مین ہے کہ تم لوگ قرآن پڑھو کہ وہ قیامت مین اپنے پڑھنے والون کے لئے شفیع ہوگا۔ (رواہ مسلم) حدیث عائشہ رض مین ہے کہ جس گھر مین قرآن پڑھا جاتا ہے آسمان والے اسکو اسطرح باہم دیکھتے ہین جیسے زمین والے ستارون کو باہم دیکھتے ہین۔ حدیث انس رض مین ہے کہ اپنے گھرون کو نماز وتلاوت قرآن سے منور کرو۔ حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ میری امت کی سب سے افضل عبادت قرآن کی تلاوت ہے (البیہقی)

(فصل) مقدار تلاوت۔ سلف سے اس بارہ مین مختلف روایات ہین اور انتہاء زیادت کی روایت یہ کہ بعض نے دن مین چار ختم اور رات مین چار ختم کئے اور اسکے بعد بعض سے شب وروز مین چار ختم اور بعض سے تین ختم اور بعض سے دو اور بعض سے ایک ختم مروی ہے حالانکہ ابن ابی داؤد رح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسے ختم کی مذمت روایت کی چنانچہ مسلم بن مخراق نے پوچھا کہ اے ام المومنین بعض آدمی رات دن مین دو یا تین ختم کرتا ہے فرمایا کہ اسکا پڑھنا اور نہ پڑھنا برابر ہے حالانکہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مین تمام رات نماز مین قیام کیا اور آپ نے سورۂ بقرہ وآل عمران ونساء پڑھی اور جس آیت رحمت پر آتے تو دعاء ورغبت کرتے اور جس آیت عذاب پر آتے تو پناہ مانگتے ودعا کرتے تھے۔ واضح ہو کہ حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے تین شب وروز سے کم مین قرآن ختم کیا وہ سمجھ نہین پاتا ہے۔ رواہ ابو داؤد والترمذی وصححہ۔ لہذا علماء کے نزدیک تین روز مین ختم خوب ہے اور اوسط یہ کہ سات روز مین ختم کرے اور یہ بہت خوب ہے اور اسی پر اکثر صحابہ وتابعین کا عمل تھا۔ اور صحیحین مین ہی عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو حکم دیا تھا۔ ابن ابی داؤد رح نے مکحول رح سے روایت کی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین قوی لوگ سات روز مین ختم کرتے تھے اور بعض ایک ماہ وبعض دو ماہ اور بعض اس سے زیادہ مدت مین ختم کرتے۔ فقیہ ابو اللیث نے بستان مین کہا کہ سال مین دو بار ختم کرنا چاہیے اگر اس سے

زیادہ نہو سکے۔ حسن نے ابو حنیفہؒ سے روایت کی کہ جسنے سال مین دوبار ختم کیا تو اسنے قرآن کا حق ادا کیا کیونکہ سال وفات مین جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوبار دور کیا تھا۔ دیگر علماء نے کہا کہ چالیس روز سے زیادہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ حدیث عبد اللہ بن عمرو مین ہے کہ کس مدت مین قرآن ختم کیا جاوے فرمایا کہ چالیس روز مین (ابو داؤد) لیکن مترجم کہتا ہے کہ اس سے زیادت مین کراہت نہین نکلتی ہے کیونکہ سیاق حدیث تو کثرت مین ہے۔ م۔ نوویؒ نے کہا کہ مختار یہ کہ مقدار تلاوت و ختم بلحاظ لوگون کے مختلف ہے پس جس شخص کو لطائف علوم ظاہر ہوتے ہون وہ صرف اسقدر پڑھے جس سے تدبر و تفکر و تذکر خوب ہو۔ اسی طرح جو شخص علم پڑھانے وغیرہ مین مشغول ہو وہ اسی قدر پر اکتفا کرے کہ مہمات دینی کا مقصود ہاتھ سے نجاوے اور جس شخص مین یہ بات نہو وہ اسقدر پڑھے کہ ملال و اُکتا نا ظاہر نہو۔ (مسئلہ) قرآن بھولنا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ حدیث مین ہے کہ مجھپر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے پس مین نے اس سے بڑھکر گناہ نہین دیکھا کہ کسی کو قرآن سے سورۃ یا آیت دی گئی تھی اُسنے بھلائی (ابو داؤد وغیرہ) جسنے قرآن پڑھا پھر بھلایا تو اللہ تعالی سے ملیگا ایسی حالت سے کہ مجذوم ہوگا۔ ابو داؤد وغیرہ) حدیث مین ہے کہ قرآن کا تعاہد رکھو قسم اسکی جسکے قبضہ مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ وہ قلوب سے نکل جانے مین اس سے بڑھکر ہے کہ اونٹ اپنے بندان سے نکل جاوے (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ علماء حنفیہؒ نے کہا کہ بھول جانے کی حد یہ کہ قرآن مجید کو مصحف مین دیکھکر نہ پڑھ سکے کما صرح بہ فی الفتاوی۔ م۔ (المسئلہ) تلاوت قرآن کے لئے وضو مستحب ہے کیونکہ حدیث مین ثبوت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ذکر الٰہی عز وجل حتی کہ سلام کے واسطے طہارت پسند فرماتے حالانکہ قرآن مجید کی تلاوت تو سب اذکار سے افضل ہے لیکن بے وضو کے بھی تلاوت جائز ہے کیونکہ سلف سے یہ امر ثبوت ہوا ہے۔ (المسئلہ) جنب و حائض یعنی جس آدمی پر طہارت غسل واجب ہو یا جو عورت حالت حیض و نفاس مین ہو اسپر تلاوت حرام ہے اور پوری تفصیل عین الہدایہ وغیرہ مین ہے۔ (المسئلہ) مستحب ہے کہ تلاوت کے واسطے پاکیزہ جگہ مین خشوع کے ساتھ قبلہ رخ ہو کر سکون و وقار کی ہیات سے بیٹھے اور مسواک سے منھ صاف کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ تمھارے منھ قرآن کی راہ ہین پس انکو مسواک سے پاکیزہ کرو۔ (البزار باسناد جید و ابن ماجہ وقفا) اور قرارت سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھلے اور نوویؒ نے کہا کہ یہی صیغہ مختار ہے اور اسی کے مانند صاحب الہدایہ کا مختار ہے اور اگر کسی قوم پر گزر ہوا تو انکو سلام کر کے قرارت کرنے لگے اور بہتر یہ کہ تعوذ پڑھلے۔ جزریؒ نے کہا کہ ائمہ قرارت کے نزدیک مختار یہ ہے کہ تعوذ کو جہر سے پڑھے۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ آہستہ پڑھے پھر انہین سے جمہور کے نزدیک آہستہ کے معنی یہ کہ خود سنے اور بعض نے کہا کہ بدون تلفظ کے دلی ذکر مراد ہے۔ سوائے سورہ براءۃ کے ہر سورہ کے اول مین بسم اللہ پڑھنا لازم سمجھے کیونکہ بعض علماء کے نزدیک وہ سورہ کی آیت ہے تو ختم مین خلل ہوگا۔ اگر درمیان سورہ سے پڑھے تو بھی شافعیؒ سے منصوص ہے کہ بسم اللہ پڑھلے۔ قراءؒ نے کہا کہ بعض مقامات ایسے ہین کہ وہان ضمیر بجانب حق تعالی ہے جیسے قولہ تعالی پارہ ۲۵۔ الیہ یرد علم الساعۃ الخ۔ اور۔ وہو الذی انشاء جنات معروشات الآیۃ۔ پس یہان بسملہ پڑھ لینا مؤکد ہے کیونکہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے بعد ہی شروع کرنے مین مبہم ضمیر ناگوار ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ دیگر آداب عین الہدایہ و فتاوی ہندیہ کی کتاب الکراہتہ و آداب سے تلاش کرو۔ م۔ تلاوت کے واسطے مانند دیگر اذکار کے نیت کی ضرورت نہین ہے۔ ترتیل سنت ہے۔ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قرارت صاف صاف حرف حرف ہے۔ (ابو داؤد وغیرہ) حدیث انسؓ مین صفت تلاوت بالمد ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم مین اسم اللہ کھینچکر اور الرحمن دراز کر کے اور الرحیم کشیدہ مد سے (صحیح البخاری) اسی طرح ختم آیت پر دراز کرنا مسنون ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک نے کہا کہ مین مفصلات کو ایک رکعت مین ختم کرتا ہون فرمایا کہ اشعار کی طرح روان دوان ہوتا ہے ایک قوم قرآن پڑھینگی جو انکے حلق سے نیچے نہین اُتریگا ولیکن جب دل مین پڑتا ہے تو نفع دیتا ہے۔ (الصحیحین) قیامت مین قاری سے ارشاد ہوگا کہ تلاوت شروع کر

اور درجات جنت پر چڑھ اور جیسے دنیا مین ترتیل کرتا تھا اسی طرح ترتیل کرکہ تیرا مقام عالی آخر آیت پر ہوگا۔ (السنن وغیرہ) شرح المہذب مین ہے کہ علما نے اتفاق کیا کہ قرارت مین افراط کی تیزی مکروہ ہے اور بالاتفاق ایک پارہ ترتیل کے ساتھ پڑھنا دو پارہ بغیر ترتیل سے افضل ہے۔ اقول پس شیخ جزری نے جو بعض علما سے نقل کیا کہ دونون برابر ہین قول ضعیف خلاف اجماع ہے۔ اور واضح ہو کہ اس زمانہ مین ماہ مبارک رمضان مین تراویح کے ختم مین مختلف طریقے جاری ہین اور حفاظ بوجہ لالچ مال کے بہت تیزی کے ساتھ تین چار ختم کرتے ہین گویا اصل مقصود مال ہے حالانکہ اس مبارک وقت مین کہ ثواب حسنات سات سو گونہ زیادہ ہے تو روا نہین کہ اسکو اتنی حقیر دنیا کے عوض فروخت کیا جاوے لیکن جنھون نے مال دیا وہ درجات ثواب مین اچھے رہے و امام حافظ محروم ونعوذ باللہ من ذلک اللھم وفقنا لما تحب وترضی وانت الولی الحمید۔ اور بعضے بہت تیزی کرتے اور بعضے رات مین ختم کرتے ہین حالانکہ مقتدی نظم الفرقان سننے ہی سے محروم ہے تو معانی سمجھنے کا کیا ذکر ہے۔ اور احسن و اعلی یہ تھا کہ ترتیل کے ساتھ ایک ختم ہو یا خاص مقتدیون کے اتفاق وقوت سے دو ختم زائد وقت مین ہون اور فرائض و وتر کا اہتمام مزید رکھا جاوے اور ہر ایک مقتدی کمزور واجیر و پیشہ ور کا لحاظ ہو اور ترحم سے انکو خوشدل وعبادات الٰہی مین انکی اعانت کیجاوے تاکہ اہل اسلام کی کثرت وباہم موافقت کا ثواب عظیم حاصل ہو واللہ سبحانہ تعالی اعلم۔ م۔ حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ ایک رات مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد پڑھی پس آپنے سورہ بقرہ شروع کرکے پڑھی پھر نسا پھر سورہ آل عمران آہستہ ترتیل سے پڑھتے جاتے تھے جب آیت تسبیح پر پہونچتے تو تسبیح کرتے اور جب دعا و سوال پر آتے تو دعا کرتے اور جب پناہ مانگنے کی آیت پر پہونچتے تو پناہ مانگتے (صحیح مسلم) اسی کے مانند حدیث عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مین ہے (ابو داؤد ونسائی وغیرہ) حدیث مین ہے کہ جب کوئی سورہ والتین والزیتون پڑھے اور آخر آیت یعنی الیس اللہ باحکم الحاکمین۔ پر پہونچے تو کہے "بلی وانا علی ذلک من الشاہدین" یعنی مین بھی گواہ ہون کہ البتہ اللہ تعالی احکم الحاکمین ہے۔ اور جو لااقسم کے ختم پر پہونچے الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی۔ تو کہے کہ "بلی" یعنی کیون نہین یعنی بیشک اللہ تعالی قادر ہے کہ مردون کو زندہ کرے اور جو شخص والمرسلات کے ختم فبای حدیث بعدہ یومنون پر پہونچے تو کہے۔ آمنا باللہ یعنی ہم اللہ تعالی پر ایمان لائے (ابو داؤد والترمذی) اور حدیث مین سورہ الرحمن کی قرارت مین فبای آلاء ربکما تکذبان" مین آپ کہے لا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد یعنی ہمارے پروردگار ہم تیرے بندے کسی نعمت کو نہین جھٹلاتے ہین پس تیرے ہی واسطے سب شکر و حمد ہے (الترمذی وغیرہ) واضح ہو کہ اچھے اہل تلاوت وہ ہین کہ خشوع وخضوع سے روتے ہین چنانچہ قولہ تعالی ویخرون للاذقان الآیہ اور احادیث کثیرہ سے ثابت اور خود ظاہر ہے۔ (مسئلہ) خوش آوازی سے بطرز عرب پڑھنا مستحب ہے۔ (مسئلہ) راگ ولحن سے پڑھنا ہمارے نزدیک وبقول صحیح شافعیہ کے نزدیک حرام وفسق ہے۔ (مسئلہ) قرارت قرآن کا سننا مسنون ہے اور اسوقت باتین چھوڑ دینا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون مترجم کہتا ہے کہ ہمارے علما کے نزدیک سننا واجب ہے کیونکہ آیت مین جو حکم ہے اسکو وجوب سے پھیرنے کی کوئی وجہ نہین اسیطرح شیخ نے آیات سجدہ پر سجدہ کرنا مسنون لکھا اور وہ بھی ہمارے نزدیک واجب ہے اور وہ چودہ مقام مین سورہ اعراف۔ ورعد۔ نحل۔ اسری۔ مریم۔ حج۔ فرقان۔ نمل۔ الم تنزیل سورہ ص فصلت۔ النجم۔ اذا السماء انشقت۔ اقرأ باسم ربک (مسئلہ) تلاوت قرآن اگر نماز مین ہو تو فریضہ سب سے افضل ہے پھر رات مین پھر مغرب وعشا کے درمیان پھر بعد صبح کے پھر جسوقت چاہے پڑھے۔ ایام مین سے یوم عرفہ پھر جمعہ پھر دوشنبہ پھر پنجشنبہ افضل ہین رمضان کا عشرہ اخیر اور ذی الحجہ کا عشرہ اول افضل ہے جیسے مہینون مین ماہ رمضان افضل ہے۔ ابتدائے شب جمعہ سے شروع کرے اور پنجشنبہ کی رات کو ختم کرے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسے ہی کرتے تھے۔ رواہ ابن ابی داؤد۔ اور افضل یہ ہے کہ شروع دن مین یا شروع رات مین ختم کرے کیونکہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ سورہ ملک کے آخر میں اس سوال کے جواب میں کہے: ان اصبح ماؤکم غورا

کہ قرآن جب اول رات مین ختم کیا تو صبح تک ملائکہ اُسکے حق مین دعا کرتے ہین اگر آخر رات مین ختم کیا تو شام تک ملائکہ اُسکے حق مین دعا کرتے ہین۔ رواہ الدارمی باسناد حسن۔ (**مسئلہ**) ختم کے وقت اہل و عیال و احباب کو جمع کرنا مستحب ہے چنانچہ طبرانی نے ابن عباسؓ اور ابن ابی داؤد نے ایک جماعت تابعین سے ایسا کرنا روایت کیا مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سلف رضی اللہ عنہم ختم قرآن کے وقت جمع ہوتے اور مجاہد نے فرمایا کہ اُسوقت رحمت نازل ہوتی ہے اور دعا قبول ہوتی ہے رواہ ابن ابی داؤد۔ اور طبرانی نے عرباض بن ساریہؓ سے حدیث روایت کی کہ جسنے قرآن ختم کیا اُسکے واسطے ایک دعاے مقبول ہے اور بیہقی نے اسکو حدیث انسؓ سے روایت کیا ہے۔ (**مسئلہ**) ختم کے بعد ہی چاہیے کہ دوسرے دورہ کو شروع کرے کیونکہ ابی بن کعبؓ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قل اعوذ برب الناس تک پہونچتے تو سورہ الحمد پڑھکر سورہ بقرہ کو الم سے اولئک ہم المفلحون تک پڑھ لیتے پھر دعا فرماتے تھے رواہ الدارمی باسناد حسن۔ (**مسئلہ**) ختم کے وقت سورہ اخلاص یعنی قل ہو اللہ احد تین بار پڑھنا لوگون کا معمول ہے (**مسئلہ**) قرآن مجید کو کمائی کا پیشہ بنانا مکروہ تحریمی ہے بخاری نے تاریخ کبیر مین بسند صالح یہ حدیث روایت کی کہ جسنے دنیادار ظالم کے پاس اس نیت سے قرآن پڑھا کہ کچھ رفعت حاصل کرے تو اُسپر بجاے ہر حرف کے دس دس لعنت ہونگی (**مسئلہ**) حدیث صحیحین مین منع ہے کہ آدمی کہے کہ مین فلان آیت بھولا بلکہ یون کہنا چاہیے کہ مجھے بھولائی گئی (**مسئلہ**) امام ابو حنیفہ و مالک و احمد رحمہم اللہ کے نزدیک میت کو تلاوت قرآن کا ثواب پہونچتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہین پہونچتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مالی صدقہ کا ثواب بالاجماع پہونچتا ہے۔ (**فصل**) واضح ہو کہ زمانۂ اسلام سے پہلے فصحاے عرب قرآن کی فصاحت اور بلاغت سے متعجب تھے اگرچہ وہ لوگ ایمان نہ لائے ہون جنکی تعداد اب درار تک پہونچی تھی پھر زمانۂ اسلام مین اکابر علماء و فصحاء و بلغاء نے برابر اُسکی فصاحت کے آگے سر جھکایا اور غایت کوشش اُنکی یہی تھی کہ انتہاے بلاغت کے فنون قرآن سے حاصل کرین پس اعجاز قرآن مین اسقدر تواتر کے بعد سواے احمق یا مجنون کے کسیکو کچھ تردد نہین ہو سکتا شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے اتقان مین بہت تطویل کے ساتھ وجوہ بلاغت کو جمع کیا جو اکابر بلغاء و فصحاء نے حاصل کیے تھے۔ چونکہ ہر شخص کو جو عربی نہ جانتا ہو اس سے استفادہ نہوگا لہذا مترجم نے ناچار اسکا ترجمہ ترک کیا اور حق یہ ہے کہ ترجمہ اُسکو برداشت بھی نہین کرسکتا۔ (**النوع الثانی والثلثین**) جاننا چاہیے کہ قرآن مین اللہ عز وجل نے جملہ علوم رحمت جمع فرمائے ہین قال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شیء یعنی ہمنے قرآن مین کچھ کمی نہین رکھی قال تعالیٰ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء یعنی ہمنے تجھپر یہ کتاب نازل فرمائی حالانکہ اسمین ہر چیز محمود کا بیان ہے حدیث مین ہے کہ میرے بعد عنقریب فتنے واقع ہونگے عرض کیا گیا کہ اُنسے نجات کی کیا صورت ہے فرمایا کہ کتاب اللہ عز وجل کو مضبوطی سے لو کہ اسمین تمسے اگلون و پچھلونکی خبر اور تمہارے درمیان حکم ہے رواہ الترمذی وغیرہ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جسکو علم نافع مقصود ہو اُسپر لازم ہے کہ قرآن لے رواہ سعید ابن منصور۔ شافعیؒ نے کہا کہ حدیث شرح قرآن ہے سعید بن جبیرؓ نے فرمایا کہ مجھے جب کوئی حدیث پہونچی تو مینے قرآن مین اُسکا مصداق پایا رواہ ابن ابی حاتم۔ بعض علماء نے کہا کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قرآن مین موجود ہے جسنے سمجھا اُسنے سمجھا ورنہ اپنا قصور ہے اور اُسیقدر ملتا ہے جس قدر اُسکی کوشش اور سمجھ ہو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم و اکابر مانند خلفاے راشدین و ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم کے اس علم کے وارث ہوئے حتی کہ اُنسے یہ آثار صریح ہین پھر تابعین محسنین نے اپنی قوت و ہمت کے لائق حاصل کیا پھر اُسکے بعد ہمتین کم ہوگئین اور عزم آخرت مین فتور آگیا حتی کہ جو کچھ صحابہ و تابعین نے اُٹھایا تھا اُسکے اُٹھانے سے عاجز ہوتے گئے اور بجاے اُسکے جہل پیدا ہوتا گیا الحاصل قرآن مجید مین جمیع علوم موجود ہین لیکن جاہل کا انکار بوجہ اپنے جہل کے ہے (**النوع الثالث والثلثین**) بعض خواص آیات کے بیان مین۔ سابق مین مترجم نے فی الجملہ خواص بیان کیے ہین معاذ رضی اللہ عنہ

یہ بعض خواص حرف بعض آیات کے ہیں ۔۔۔ لقہ دیگر انکال کے لیے دیگر آیات ہیں ۱۲ مشر دائی

قرضدار تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو دعا بتلائی جسکو صبح وشام پڑھا کرین قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شئی قدیر تولج اللیل فی النہار وتولج النہار فی اللیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی وترزق من تشاء بغیر حساب اسکے بعد پڑھے یا رحمن الدنیا ورحیم الآخرۃ تعطی من تشاء منہما وتمنع من تشاء ارحمنی رحمۃ تغنینی بہا عن رحمۃ من سواک (رواہ الطبرانی) ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اگر تم سے کسیکا گھوڑا سرکش ہو تو اُسکے دونون کانون مین پڑھے افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرہا والیہ یرجعون (رواہ البیہقی) حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سمندر مین سوار ہو تو پڑھے بسم اللہ مجریہا ومرسہا الآیۃ وما قدروا اللہ حق قدرہ الآیہ غرق سے محفوظ رہے (رواہ ابن السنی) حدیث انس مین ہے کہ جب اللہ تعالی کسی بندے کو مال واولاد عطا فرماوے تو پڑھے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ پس سواے موت کے نظر بد وغیرہ سے محفوظ رہیگا۔ (رواہ البیہقی) حدیث سعد بن ابی وقاص مین ہے کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ کو جو مسلمان کسی مہم مین پڑھے اللہ اُسکو قبول فرماتا ہے (رواہ الترمذی والحاکم) یعنی وہ اس غم سے چھوٹ جاتا ہے چنانچہ ابن السنی کی روایت مین صریح ہے جس شخص کے دل مین سختی ہو وہ یٰس کو زعفران سے پیالے مین لکھکر پیے تو فائدہ ہو (رواہ الحاکم عن محمد بن علی بن الحسین) جو شخص اپنے دل مین وسوسہ پاوے تو پڑھے ہو الاول والآخر والظاہر والباطن وہو بکل شئی علیم۔ اللہ تعالی نجات عطا فرماویگا۔ (رواہ ابو داود عن ابن عباس) ابن مسعود رض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوا قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس کے تعویذ مکروہ رکھتے تھے (رواہ ابو داؤد والنسائی وابن حبان) مسئلہ کسی برتن مین آیت قرآن لکھکر مریض کو پلانا حسن بصری ومجاہد وابو قلابہ واوزاعی کے نزدیک مضائقہ نہین اور نخعی رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے شیخ نے کہا کہ ہمارے مذہب مین بھی مضائقہ نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ ہمارے بعض فتاوی مین بھی یہی لکھا ہے۔

(النوع الرابع والثلاثین) واضح ہو کہ قرآن کی تفسیر کے واسطے پندرہ علوم کی ضرورت ہے اور بغیر علم ودلیل کے تفسیر کرنا حرام بلکہ قریب کفر ہے جیسے قولہ تعالی مرج البحرین یلتقیان کی تفسیر مین روافض کہتے ہین کہ دونون سمندر سے مراد علی وفاطمہ ہین اور قولہ تعالی یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان مین لولو سے مراد حسن اور مرجان سے مراد حسین ہین پس یہ ویسا ہی کفر ہے جیسے کسی نے کہا کہ الم مین الف سے اللہ اور لام سے جبرئیل اور میم سے محمد مراد ہے حالانکہ بلا اختلاف یہ کفر ہے پس تفسیر حق کے واسطے ان علوم کی احتیاج ہے اول لغت تاکہ مفردات کی شرح جانے مجاہد نے فرمایا کہ کسی مومن کو حلال نہین کہ تفسیر کتاب اللہ مین کلام کرے جبتک وہ لغات عرب سے واقف نہو اور اسی کے مانند امام مالک سے مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین بعض اہل تفسیر پر اکتفا کرنا بہتر ہے لہذا مترجم نے متقدمین اہل سنت پر اکتفا کیا باوجودیکہ حضرت ابن عباس سے کلمات کی تفسیر خود مروی ہے دوم علم نحو کیونکہ اعراب کے اختلاف سے معانی بدل جاتے ہین حسن بصری رحمہ اللہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ وہ زبان عربی نحو اسواسطے طلب کرتا ہے کہ زبان درست اور قرارت ٹھیک ہو تو فرمایا کہ نیک کام ہے (رواہ ابو عبید) سوم علم صرف کیونکہ جو شخص اس سے غافل ہے وہ جہالت کرتا ہے چنانچہ زمخشری نے لکھا کہ قولہ تعالی یوم ندعو کل اناس بامامہم مین بعض جاہلون نے امام جمع ام معنی ماں لیا یعنی قیامت مین لوگ اپنی ماں کے نام سے پکارے جاوینگے حالانکہ یہ تفسیر بالکل غلط ہے کیونکہ ام کی جمع امام نہین آتی ہے چہارم علم اشتقاق کیونکہ مختلف مادہ سے مشتق ہونے مین معانی بدلتے ہین [illegible] زمخشری نے کہا کہ اعجاز کلام اللہ کی تفسیر کرنے والا الجوفی المجاز رہیگا کہ نظم خوب وبلاغت کمال ہے اسکی تفسیر مخالف [illegible] علم قراءت [illegible] نہم علم اصول دین تاکہ ظاہر آیات بلیغہ سے جاہل کو بد اعتقادی کا وہم ہوتی ہے کہ نادان لوگ تشبیہ وغیرہ گمراہ ہوگئے دہم علم اصول فقہ تاکہ [illegible] شرع واصول کے موافق حکم نکالے۔ یازدہم علم اسباب نزول اور اس کا فائدہ سابق مین مذکور ہو گیا دوازدہم علم ناسخ ومنسوخ تاکہ [illegible]

محکم باقی ہے وہ معلوم ہو سیزدہم علم فقہ تاکہ سنت سے مخالفت نہو۔ چہاردہم علم احادیث تاکہ مجمل و مبہم کی تفسیر معلوم ہو ان سب کے بعد پانزدہم علم
وہبی ہے چنانچہ حدیث میں آیا کہ جو شخص علم کے موافق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکو ایسا علم دیتا ہے جسکو وہ نہیں جانتا تھا توضیح یہ ہے کہ جو علوم
ابتدا میں اُسنے حاصل کیے وہ ان قواعد مبینی تھے جو مذکور ہوئے گویا اُسنے ٹھیک راہ پر قدم رکھا اور آیندہ وہ علوم ہیں جو کوئی قاعدہ برداشت
نہیں کرتے بلکہ وہ انعام الٰہی عز وجل ہیں لیکن وہ کبھی اس اصل سے مخالف نہونگے برخلاف باطنیہ وغیرہ گمراہوں کے جو ظاہر شرع سے مخالف
امور وہبی وخیالی کا دعویٰ کرتے اور گمراہ ہوتے ہیں شیخ ابن ابی الدنیاؒ نے فرمایا کہ علوم قرآن ایک سمندر ناپیدا کنار ہے اور یہ چند علوم جو بیان ہوئے
مفسر کے واسطے بمنزلہ الآت واسباب ہیں یا گویا کہ زینہ سیڑھی ہیں کہ بدون انکے وہ تفسیر کی راہ مستقیم میں نہیں پہونچیگا حتی کہ بدون انکے اپنی رائے کی
تفسیر گمراہی ہے اگر کہو کہ علم وہبی آدمی کے مقدور میں نہیں ہے اسکا جواب یہ کہ ایسا گمان غلط ہے بلکہ جو علم شریعت دیا گیا اُسکے موافق عمل کرے اور دنیا سے
بیزار ہو تو اسکو یہ نور حاصل ہوگا برہان میں مذکور ہے کہ جسکے دل میں دنیا کی محبت یا بدعت یا تکبر ہو یا گناہ پر مصر ہو یا ایمان محقق نہو یا کسی گمراہ
و بدعتی کی رائے پر اعتماد ہو یا عقل پر بھروسا کرے وہ علوم واسرار قرآن سے محجوب ہوگا مترجم کہتا ہے کہ عقل سے مراد انسانی حواس ہیں و عقل
حقیقی جو انوار روحی و فہم قلب ہے وہ اُسی شخص کو حاصل ہوتی ہے جو ان ذمائم و رذائل سے پاک ہو اگر کہا جاوے کہ لوگ عقل کے یہی معنی
جانتے ہیں جنکو تمنے حواس کی ترکیب بیان کیا جواب یہ ہے کہ اسکا عقل نام رکھنا کچھ مضر نہیں کیونکہ اہل کفر جنکی یہ شان ہے کہ لیس لہم قلوب یعقلون بہا
جب وہ قلب نہیں رکھتے تو خواہ مخواہ ایسی عقل سے انکار کرینگے پس شیخ کی مراد یہ ہے کہ جو شخص اہل قلب نہو وہ ان علوم سے محجوب ہوگا و قال تعالیٰ
ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق یعنی جو لوگ اس دنیا میں ناحق اتراتے ہیں اُنکو اپنی آیات سے پھیر دونگا سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا
یعنی قرآن کی سمجھ چھین لونگا (رواہ ابن ابی حاتم) ابن عباسؓ نے کہا کہ تفسیر چار طرح پر ہے اول وہ کہ عرب اپنی زبان میں جانتے ہیں دوم وہ
ظاہر جسکے نہ جاننے پر کوئی معذور نہیں ہے سوم وہ تفسیر جسکو علماء جانتے ہیں چہارم وہ تفسیر جسکو سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ہے۔ (رواہ
ابن جریر و سعید بن منصور) شافعیؒ نے فرمایا کہ متشابہات کی تفسیر کسی حدیث یا آثار صحابہ یا علماء سے صحیح نہیں ہے (ملتقط الاتقان) شیخ امام
ابن کثیرؒ نے مقدمہ تفسیر میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن وانس کل کی جانب رسول فرمایا لہذا حدیث میں وارد ہے
بعثت الی الاحمر والاسود (الصحیح)۔ مجاہدؒ نے تفسیر فرمائی کہ احمر واسود سے جن و انس مراد ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو کتاب مجید نازل فرمائی اسکی
تعلیم و تفہیم کی جانب کل کو ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اور دوسری آیت میں فرمایا
کتاب انزلناہ الیک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب۔ اور دیگر آیات ہیں جنمیں تعلم قرآن سے غفلت کرنے پر مذمت و انکی بدبختی بیان فرمائی گئی ہے
مترجم کہتا ہے کہ عقل کے نزدیک بھی اس سے زیادہ بدبختی کیا ہوگی کہ ایک شخص کو نعمت بے زوال حاصل کرنے کو کہا جاوے اور وہ اسکو
چھوڑ کر متاع حقیر جو چندی روز میں وبال کے ساتھ زائل ہو جائیگی اختیار کرے جیسے احمق لوگ روپیہ پیسے کمانے وجمع کرنے میں اسقدر منہمک
و مستغرق ہوتے ہیں کہ اس نعمت لازوال سے بالکل غافل و منہ موڑتے ہیں اور آخر چند روز کے بعد خالی ہاتھ قبر کے غار میں ڈال دیے جاتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون
پس واجب ہے کہ علم کے ساتھ اس کتاب مجید کے معارف و کمالات سمجھنے وحاصل کرنے میں ہمت کے ساتھ آمادگی کریں اور ہوشیار ہوں کہ
انکی حالت مانند یہود کے نہو جاوے کہ انھوں نے توریت سے منہ موڑا اور قصص و حکایات و باہمی فرقوں کی عداوات سے تحریف کرنا انکا شیوہ
ہو گیا اور بالکلیہ دنیا کے جمع کرنے پر متوجہ ہوگئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس بدخصلت واتباع شیطانی سے بتاکید منع کر دیا ہے قال تعالیٰ الم یان
للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم فاسقون

یعنی مومنون کے واسطے کیا وہ وقت نہین آگیا کہ ذکر الٰہی ور قرآن حق کے واسطے اُنکے دل نرم ہون اور اُنکو اگلے اہل کتاب کے مانند نہونا چاہیے جنکو کتاب دی گئی تھی سو اُنپر مدت دراز ہوئی تو اُنکے دل سخت ہوگئے اور اُنمین بہتیرے فاسق ہین۔ یہ آیت اہل ایمان و علماے اسلام کے واسطے ہدایت و موعظت بلیغہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے بعد متنبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ فرماتا ہے یعنی اسی طرح معاصی و غفلت کے بعد اللہ تعالیٰ دلون کو حیات حقیقی سے زندہ کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام اوزاعیؒ وغیرہ سے روایت ہے کہ امت اسلامیہ مین جب خرابی ہوگی تو سلاطین و علما و درویشون سے پیدا ہوگی پس سلاطین تو شرع کی ہتک حرمت و علانیہ فسق و فجور کرینگے اور علما مانند علماے یہود کے ہوجائینگے اور درویش مانند رہبان نصاریٰ کے ہونگے۔ یہ علم ماثور اس زمانہ والون کے واسطے بدیہی مشاہدہ ہے جسمین زیادہ توضیح کی ضرورت نہین ہے۔ پس جسکو اللہ تعالیٰ توفیق ایمانی عطا فرماوے اُسکو چاہیے کہ ہدایت الٰہی یعنی قرآن مجید کو سمجھکر مضبوطی کے ساتھ اسپر مستقیم ہوا ور تفسیر قرآن مجید سے علم و فہم حاصل کرے۔ م۔ شیخؒ نے لکھا کہ اگر پوچھا جاوے کہ تفسیر کا عمدہ طریقہ کون ہے۔ جواب یہ کہ اصح و اصوب یہ کہ آیات قرآنیہ کی تفسیر خود قرآن سے ہے کیونکہ ایک مقام کی آیات خود دوسرے مقام کی آیات سے تفسیر موجود ہین یعنے مثلاً ایک جگہ اجمالی بلاغت ہے تو دوسرے مقام پر تفصیلی اعجاز موجود ہے۔ ہان اگر تجھکو اسکے سمجھنے مین اشکال ہو تو حدیث شریف سے مدد لے کیونکہ احادیث خود قرآن مجید کی تفسیر ہین کیونکہ احادیث بھی آپ پر وحی ہوتی تھین اسیواسطے حدیث مین فرمایا کہ مجھے قرآن عطا ہوا اور اسکے ساتھ مین اسکے مثل عطا ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید شیطان وسوسہ لاوے کہ خود قرآن ہی مین یہ تفصیل کیون نہوئی تو جواب مین غور سے نظر کرنا چاہیے اور اُس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو درجہ کتابت مین نازل نہین کیا بلکہ اپنا کلام پاک بذریعہ جبرئیل علیہ السلام کے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اسی واسطے قرآن مجید کے معانی و نظم کلام دونون اعجاز ہین اور تلاوت مین بھی ثواب عظیم ہے اور سابق پیغمبرون توریت و انجیل وغیرہ جو نازل ہوئین وہ درجہ کتابت مین نازل ہوئین اور انمین صرف معانی مقصود تھے اسی واسطے تمام دیونان وغیرہ کی مختلف زبانون مین تراجم سے بلکہ سریانی و عبرانی کے متعدد اختلافات سے جب باہم فرقون کی عداوت جمع ہوئی تو ہر ایک نے دوسرے کی غلطی ثابت کرنے کو مقامات خاصہ مین ایسی تبدیل و تحریف کی جس سے اسکا مقصود یہ تھا کہ اسکے مخالف فرقہ کی غلطی ثابت ہو حالانکہ اس سے کتاب کا اعتماد مرتفع ہوگیا۔ اور کیونکر اعتماد باقی رہیگا حالانکہ صرف ایک کتب خانہ مین مجلدات کے مقابلہ سے دو ہزار غلطیان مخالف نکلین اور متعدد کتب خانون کے مقابلات سے جو غلطیان نکلین اُنکا مجموعہ حسب تصریح اہل کتاب کے ایک لاکھ سے زائد ہے اور مترجم نے یہ بہت کم مقدار لکھی ورنہ خود یہود و نصاریٰ کی تصریحات اس سے بہت زائد ہین اور انکا دعویٰ ہے کہ یہ صرف پڑھنے کی غلطی ہوئی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اچھا وہ کسی طرح ہوئی ہو بہرحال یہ اعتماد باقی نہین رہا کہ اصل مین کیا لفظ تھا۔ اب جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نظم و معانی دونون طرح سے اعجاز فرمایا حتی کہ وہ زمانہ صحابہ و تابعین سے برابر امت کے صدور مین حفظ چلا آتا ہے جسمین کچھ اختلاف نہین ہے اسیواسطے اگلی کتابون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی صفت مین یہی آیا کہ ”انکی انجیل انکے سینون مین محفوظ ہوگی“ پس اللہ تعالیٰ نے اعجاز سے قرآن پاک کو قابل حفظ فرمایا اور اسکی تفسیر مشکل کے واسطے سنت سے وحی فرمائی حتی کہ کاملین علماء رحمہم اللہ تعالیٰ بغیر حدیث کے اسکی تفسیر سمجھ سکتے ہین اور کم درجہ والون کے واسطے ضرورت ہے اسی واسطے محققین علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تفسیر کے واسطے حدیث پر توقف نہین ہے یعنی کسی مقام کی تفسیر اس امر پر موقوف نہین ہے کہ بغیر حدیث کے اسکا علم ظاہر نہو اسیوجہ سے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اصح طریقہ تفسیر یہ ہے کہ قرآن کی آیات کو خود دیگر آیات قرآنیہ سے تفسیر کیجاوے اور واضح ہو کہ بعض مقام پر تفسیر مجمل کے واسطے مفصل ہے اور بعض مقامات پر ایک معنی کی تفسیر کے لیے دوسرے مقام کا حکم کافی ہے۔ م۔ پھر اگر کسی شخص سے آیات کی تفسیر کا ادراک نہوسکے

تو وہ حدیث مین تتبع کرے اور حدیث کی سناد بھی اللہ تعالیٰ نے اسی امت کے واسطے خصوصیت فرمائی ہے کیونکہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ مین اسناد ایسے
گم تھے کہ بہت سے پریشان قصص و واہیات حکایات بناکر داخل کی گئین اسی واسطے اہل کتاب کے قصص مہملات واہیہ ہین چنانچہ تفسیر
مین انشاءاللہ تعالیٰ بعضے مقامات پر اسی تنبیہ کی غرض سے بعضے حکایات وقصص نقل کیے جاوینگے۔ اور یہ سلسلہ کذب زیادہ تران لوگون سے
شائع ہوتا ہے جو وعظ گوئی اپنا پیشہ کر لیتے ہین۔ اور وہ عوام کی دلچسپی ورونق مجلس کی غرض سے اور کبھی رولانے اور کبھی خوش کرنے کے مطلب سے
بہت سی حکایات بناکر یا انمین اپنی طرف سے حسب موقع ومحل کمی بیشی کرکے بیان کرتے ہین اور بہت سے عابد وزاہد لوگ اس بلا مین اسوجہ سے
مبتلا ہو جاتے ہین کہ وہ اسمین بھلائی خیال کرتے ہین چنانچہ اسکے مفصل وجوہ کو مترجم نے مقدمہ شرح صحیح بخاری شریف مین بیان کیا ہے
اور یہ آفت اس امت مین بھی پھیلی اور اب بھی مشاہدہ موجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس امت مین علماء متقنین پیدا کیے جنھون نے ہر ایک بیان
کرنے والے سے اسکی بات کو قبول نکیا جبتک اسنے اسناد سے نہین بتلایا کہ اسنے کس بزرگ کے ذریعہ سے پائی تاکہ انتہاء پر معلوم ہو کہ کسی صحابی کا
قول ہے یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان شریف ہے پھر اسپر بھی بعضے ایسے جھوٹے لوگ پیدا ہوے جنھون نے اسناد بھی دروغ بنائی
لیکن جب اس شخص کا حال دریافت ہوا کہ عادل نہین ہے اور سوا اسکے کوئی ثقہ شاگرد وہی نقل نہین کرتا اور ثابت ہوا کہ یہ شخص تو فلان بزرگ
کے شاگردون مین سے بھی نہین ہے پس رد کر دیا گیا۔ غرض کہ نہایت حفظ واتقان وعدالت وثقہ حالت کے ساتھ انھون نے حدیث وآثار کو
قبول کیا اور بقیہ رد کر دیا اور اسکا مفصل بیان مع توضیح ومثالون کے مقدمہ شرح الصحیح سے حاصل کرو۔ پھر جب قرآن مجید کی تفسیر ہمکو
دیگر آیات قرآنی یا حدیث سے حاصل نہوئی تو ہمنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال تلاش کیے اور انکو بھی اسی طرح صحیح اسانید کے ساتھ پرکھ لیا
پس جب اسناد صحیح سے معلوم ہوا کہ بیشک صحابی نے یہ تفسیر بیان کی تو ہمنے اسپر اعتماد کیا اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اول تو خود نزول وحی کے
وقت حاضر تھے اور موقع ومحل سے واقف تھے۔ دوم فیض برکت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انکو معارف واسرار قرآن کے واسطے
فہم خاص حاصل تھی اور خود انکے اعمال صالحہ مقبول جناب باری عز وجل تھے۔ سوم اللہ تعالیٰ نے انکے مومنین کاملین ومقبولین ہونے پر
نص فرمائی ہے بقولہ تعالیٰ اولئک ہم المومنون حقا۔ اور بقولہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اور بکثرت آیات انکے کمالات ایمانی کے بارہ مین منصوص
ہین اور انکے سوا طبقہ مابعد مین یعنی تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ مین بلکہ تبع تابعین مین بھی فی الجملہ نصوص حدیث وارد ہین لیکن کمال ایمانی وخصوصیت
اعیانی نہین ہین ہے پس اقوال صحابہ واجماع صحابہ رضی اللہ عنہم تو نص قرآنی سے مومنین کاملین کے اقوال اجماع ہین اور مترجم نے تحت قولہ تعالیٰ
یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ وغیرہ مین توضیح مزید لکھی ہے بالجملہ یہان یہ غرض ہے کہ جب تفسیر بآیت وحدیث نہو تو صحابہ
رضی اللہ عنہم کے اقوال معتبر ہین خصوص خلفاے اربعہ وباقی عشرۂ مبشرہ وائمہ صحابہ مثل حضرات عبد اللہ بن مسعود
وابن عباس وابن عمر وغیرہم کے اور سابق مین مترجم نے اتقان سے مفسرین صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کو نقل کیا ہے شیخؒ نے لکھا
کہ ابو عبد الرحمن السلمیؒ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو ہمکو قرآن پڑھاتے تھے وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید حاصل کرتے اور
جب دس آیات پڑھ لیتے تو آگے نہین پڑھتے یہانتک کہ ان آیات مین جو حکم عمل ہے اسپر عمل کرتے پس فرماتے تھے کہ ہمنے علم وعمل ساتھ ہی حاصل کیا ہے
ابن عباس رضی اللہ عنہ دربارۂ تفسیر معروف ہین چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت آئی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ اچھا ترجمان القرآن ابن عباس ہے شیخؒ نے لکھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنہ ۳۲ ہجری مین انتقال کیا حالانکہ اسی زمانہ مین ابن عباس
رضی اللہ عنہ کے حق مین یہ مدح فرمائی تھی پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ اسکے بعد چھتیس ۳۶ برس تک زندہ رہے پس خیال کرنا چاہیے کہ بعد اسکے اسقدر

مدت دراز مین کسقدر معارف وعلوم حاصل کیے ہونگے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ زمانہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین لڑکے تھے
اور بعد آپ کے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم مہاجرین وانصار مین سے جس بزرگ کے پاس جو علم تھا ہر ایک سے لیکر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے
جمع کیا علاوہ برین قرآن مجید کے اسرار حرفاً حرفاً کثرت مزاولت کے بعد کھلتے جاتے ہین چنانچہ سابق مین یہ توضیح گزر چکی ہے اسیواسطے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ
اسکو اسقدر بار بار تلاوت سے نہین گھبراتے بلکہ شوق روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ م۔ اعمش نے ابو وائل سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
اپنے زمانہ خلافت مین موسم حج مین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو حاجیون کا سردار مقرر فرمایا تھا پس خطبہ حج مین ابن عباس رض نے سورہ
بقرہ یا سورہ نور تلاوت کر کے اسکی ایسی خوب تفسیر بیان فرمائی کہ اگر اسکو نصاریٰ روم اہل ترک و دیلم سنتے تو مسلمان ہو جاتے۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسی خوبی
تفسیر فرمائی کہ توحید مین کسی وسوسہ شیطانی کو دخل کی گنجایش نہین رہی پھر اگر یہ لوگ مسلمان نہوتے تو انکی ازلی بدبختی سے چارہ نہین تھا ورنہ کسی
وسوسہ شیطانی کو مجال باقی نہین رہی۔ م۔ پس معلوم ہوا کہ زیادہ تحقیق سے تفسیر کی تعلیم مین حضرت ابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہما معروف ہین
اسیواسطے اسمٰعیل بن عبد الرحمن جو بنام سدی معروف ہین اور تابعین مفسرین سے ہین یہ غالباً انھین دونون صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفسیر لیتے
ہین اگرچہ بعضی اوقات مین سدی نے ابن عباس رض سے بعضے وہ حکایات واقوال نقل کیے جو ابن عباس رض نے یہود وغیرہ اہل کتاب سے سنے تھے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے انکی روایات لینے مین اجازت دی ہے۔ (کما فی صحیح البخاری) اسیواسطے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما
نے جنگ یرموک کے جہاد مین نصرانیون کی جو کتابین پائی تھین انمین سے بعض مضامین روایت کیے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہان ایک
مسئلہ کا مع جواب کے اشارہ کیا مسئلہ یہ ہے کہ اگر یہود ونصاریٰ کے علماء نے اپنے یہان کی کتابون سے بیان کیا کہ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
وعظ مین یون بیان کیا ہے کہ دنیا مانند ایک رنگین پرند کے ہے جو مر کر اندر سے بدبودار ہوگئی مگر اوپر سے خوشنما ہے کہ ناواقف آدمی اسکی خوبصورتی
دیکھکے بے اختیار اسکو لے لینا چاہتا ہے پھر جب اسکے پر نوچ ڈالے اور اندر سے گندہ بو آئی تو پریشان ہو کر قے کرتا اور پھینک دیتا ہے۔ یہ روایت اگر
صحیح ہو تو نصیحت ہے اور دین حق سے کچھ مخالف نہین ہے اور اگر درحقیقت یہ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہین فرمایا تو جس عالم نصرانی نے اسکو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا اسنے جھوٹ کہا لیکن یہ کلام نصیحت سے خالی نہین ہے پس بہرحال ہمکو اس نصیحت سے فائدہ کے
سوائے ضرر نہین ہے پس مسئلہ یہ ہوا کہ اگر اہل کتاب یہود ونصاریٰ مین سے کسی نے کوئی ایسی نصیحت روایت کی جو دین حق سے مخالف نہین ہے یا انبیا
سابقین کا نسب نامہ نقل کیا تو کیا انکی روایت لیجاوے اسکا جواب یہ ہے کہ ابتدا مین حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے
منع فرمادیا تھا تاکہ یہودی عالم لوگ جو جھوٹ بولنے وغیرہ بداعمالیون مین بیباک تھے خواہ مخواہ جھوٹی باتون سے مسلمانون کے خیالات
پراگندہ نکرین پھر جب قرآن مجید کامل نازل ہو چکا اور صحابہ رضی اللہ عنہم انوار ولایات سے درجہ کمال کو پہونچ گئے اور کسی شیطانی مکار کو یہ مجال
نہین رہی کہ شیطانی حکایات سے دھوکا دے تو آپ نے اجازت دیدی اور اسوقت اہل کتاب بھی مایوس ہو چکے تھے پس سوائے سچ کے دروغ سے
انکو فائدہ بھی نہین تھا لہذا بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اہل کتاب کی روایات وعظ ونصائح وغیرہ مین نقل کین۔ پھر یہان دو صورتین پیدا ہوئین
اول یہ کہ انھون نے یہ بیان کر دیا کہ اہل کتاب اس بارہ مین یون بیان کرتے ہین۔ دوم یہ کہ انھون نے فقط روایت بیان کی اور اہل کتاب کا
نام نہین لیا پس دوسری صورت مذکورہ مین ناواقف کو یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ شاید اس صحابی نے یہ روایت خود حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنی ہو لیکن عالم واقف اسکو پہچان لیتا ہے پس شیخ نے آگاہ کیا کہ سدی نے بعض اوقات ابن عباس رض وغیرہ سے اہل کتاب کی بعضی روایات نقل
کین جو عالم محقق کے نزدیک اہل کتاب کی روایات ہین۔ چنانچہ شیخ نے مواقع تفسیر مین ان روایات کے ساتھ تنبیہ کر دی ہے کہ صحابی نے یہ روایت

اہل کتاب سے بیان کی ہے۔ پھر شیخ رحمہ اللہ نے روایات اہل کتاب کے بارہ مین تفصیل ذیل بیان فرمائی۔ واضح ہو کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی روایات صرف اسواسطے لائی جاتی ہین کہ جو امر حدیث سے ثبوت ہوا اسکے ساتھ مین سابق انبیاء علیہم السلام کی گواہی بروایت اہل الکتاب موجود ہے اور یہ روایات کسی صورت مین کوئی حکم ثابت کرنے کے واسطے نہین لائی جاتی ہین کیونکہ اہل الکتاب کی روایات تین حال سے خالی نہین ہین۔ اول ایسی روایت ہے کہ جو قرآن مجید یا حدیث حمید مین آیا اسکے موافق ہے تو جو امر ثبوت ہوا وہ قرآن یا حدیث سے ثبوت ہوا اور اہل کتاب کی یہ روایت صرف بطور مزید آگاہی کی لی گئی کہ شریعت سابقین مین بھی یہ امر موجود تھا اور ایسی روایت کی نسبت صدق معلوم ہے۔ دوم اہل کتاب کی ایسی روایت جو قرآن و حدیث سے مخالف ہو تو یہ صریح کذب معلوم ہے چنانچہ مثلاً یہود نے اپنے بیان کی کتاب سے نقل کیا کہ عزیر علیہ السلام فرزند خدا تھا پس یہ صریح جھوٹ ہے اور جس شخص نے نقل کیا کہ فلان کتاب مین لکھا ہے تو شاید وہ نقل مین سچا ہو کہ اس کتاب مین لکھا ہو لیکن دروغ تو انکا انھین نے باندھا جھوٹ ہے یہودیون مین یہ عقیدہ پھیلایا اور غرض یہ تھی کہ جب یہودیون نے دیکھا کہ نصرانی تو اپنے یہان خدا کا بیٹا بتلاتے ہین اور یہودی فقط موسیٰ علیہ السلام بندہ رسول کے اوپر ایمان لائے ہین تو نصرانیون کے مقابلہ کے واسطے انھون نے عزیر علیہ السلام کو بنایا اور جیسے عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرکے یہ لوگ کافر ہوچکے تھے یون ہی اس حرکت سے کہ عزیر علیہ السلام کو بیٹا بنایا ملکر کفر ہوا جیسے نصرانیون نے بعد ایمان کے بیٹا اعتقاد کرکے کفر کیا پھر آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے کفر شدید مین پڑے اور آئندہ سورۂ بقرہ کی تفسیر مین معلوم ہوگا کہ عزیر علیہ السلام کی نسبت موقع بہتان کیونکر پایا جیسے نصرانیون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت آسمان پر اٹھائے جانے سے بہتان شیطانی قبول کرلیا اور یہان سے معلوم ہوا کہ جس قوم نے حضرت الٰہی عزوجل وحدہ لاشریک کی جناب مین ایسے عظیم بہتان سے کچھ باک نہ کیا تو انکو روایات و قصص حکایات دروغ مین کچھ بھی ڈر نہین ہوسکتا ہے لیکن جب وہ نصوص حق سے مخالف ہے تو صریح کذب ہونا ظاہر ہوگیا پس ایسی روایت مردود ہے۔ سوم اہل کتاب کی ایسی روایت جسکا قرآن و حدیث مین ذکر نہین آیا یعنی نہ موافق اور نہ مخالف بلکہ سکوت ہے مثلاً نوح علیہ السلام کا نسب نامہ مذکور نہین ہے اور یہود کی کتابون مین اسکا ذکر ہوا تو ایسی روایت کی نسبت ہم کسی جانب قطع نہین کرسکتے ہین بلکہ محتمل ہے کہ سچ ہو جیسے محتمل ہے کہ جھوٹ ہو لہذا ایسی روایت سے کوئی امر ثابت نہ کیا جاوے بلکہ ذکر کرکے سکوت ہوگا۔ م۔ تنبیہ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایسی روایت نقل کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن غالباً محض بیفائدہ ہین اسواسطے کہ انسے کوئی ایسی بات حاصل نہین ہوتی جسکا دین مین کچھ نفع عائد ہو بلکہ اسکے نقل مین علماء اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ کو جب فائدہ نہین تو عوام کو کیا فائدہ ہوگا بلکہ مترجم کے نزدیک عوام کو اس سے ایک طرح کا ضرر عائد ہونیکا وہم ہے اور وہ اسطرح کہ مثلاً اصحاب کہف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام مین اہل کتاب سے مختلف نقول ہین جیسے عصائے موسیٰ علیہ السلام کس درخت سے تھا اور جن پرندون کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے زندہ کیا گیا وہ کون کون چڑیان تھین یا ذبح بقرہ مین گائے کا نام یا کس عضو سے مقتول کو مارا کہ وہ زندہ ہوگیا تھا یا کس قسم کا درخت تھا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجلی ہوئی یا الواح توریت کس چیز سے تھین و مانند اسکے جن امور کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مین مبہم رکھا پس اہل کتاب سے انکے بارہ مین مختلف و پریشان روایات ہین اور اکثر علمائے اسلام انکو اپنی کتب تفاسیر مین نقل کرتے ہین جس سے عوام کو دھوکا ہوتا ہے کہ شاید ہمارے یہان ایسے پریشان اقوال ہین حالانکہ واجب تھا کہ انکو اہل کتاب کے نام سے نقل کرتے تاکہ یہ وہم نہ ہوتا پھر واضح ہو کہ اہل کتاب کی روایات نقل کرنے مین جب انکے نام سے ہون تو کیا طریقہ مستحسن ہے۔ جواب یہ کہ انکے مختلف اقوال سب نقل کرنا چاہیے بدلیل آنکہ اصحاب کہف کی تعداد مین کوئی عدد خاص نہین ذکر کیا بلکہ فرمایا بقولہ تعالیٰ سیقولون ثلثۃ رابعہم کلبہم ویقولون خمسۃ سادسہم کلبہم رجماً بالغیب ویقولون سبعۃ وثامنہم کلبہم قل ربی اعلم بعدتہم ما یعلمہم الا قلیل فلا تمار فیہم الا مراءً ظاہراً ولا تستفت فیہم منہم احداً۔ یعنی اہل کتاب تجھ سے کہینگے کہ اصحاب کہف تین تھے چوتھا انکا کتا تھا اور کہینگے کہ پانچ تھے چھٹا انکا کتا تھا بطور رجم بالغیب کے اور کہینگے کہ سات تھے آٹھوان انکا کتا تھا تو کہدے کہ میرا رب انکے

شمار سے خوب آگاہ ہے سو اصحاب کہف کے بارہ مین تو ان اہل کتاب سے سوائے ظاہر کے مرارت کر اور انکے بارہ مین اہل کتاب سے کچھ مت پوچھ - یہ آیت دلیل ہے کہ اگر اہل کتاب کے مختلف اقوال لکھنا چاہے تو سب کو نقل کرے ورنہ ترک بہتر ہے - مترجم کہتا ہے کہ اس آیت مین عجیب بلاغت و معالم حکمت ہین - توضیح یہ ہے کہ اہل کتاب و مشرکین قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امتحان کے طور پر اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا کیونکہ وہ ایک پرانا قصہ تھا کہ جسکو بہت سے یہودی خود نہین جانتے تھے اور خصوص عرب کے واسطے تو سوائے وحی کے اسکا علم کسی طور پر ممکن نہ تھا پس اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی سے اصحاب کہف کا حال نازل فرمایا کہ اس سے اہل ایمان کو بہت معارف ظاہر ہوئے اور اہل کتاب کو انکا جواب مل گیا پھر آخر مین اللہ تعالی نے انکی تعداد نہین فرمائی - اسمین یہ حکمت لطیف ہے کہ اہل کتاب باہم عناد سے مختلف ہین بعضے تین اور بعضے پانچ اور بعضے سات تعداد بیان کرتے ہین پس اللہ تعالی نے انکی تعداد صحیح پر اقتصار نہ کیا تاکہ شیاطین یہود مین سے جو اسمین کم و بیش کہتا تھا وہ اختلاف کرتا اور جب انکے اقوال بیان کیے تو انکو سوائے تصدیق کے کوئی چارہ نہوا اور یہ ظاہر ہے کہ انکی تعداد سے کوئی اصلی مقصود متعلق نہین ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی بیان مین تعلیم فرمائی کہ لایعنی امور کی طرف توجہ نکرین - ہان ایک لطیف اشارہ کر دیا کہ تین و پانچ کا قول غلط اور رجم بالغیب ہے تو اشارہ ہوتا ہے کہ غالبا سات کا قول صحیح ہے اور اگر اللہ تعالی فرماتا کہ وہ سات تھے تو معلوم ہوتا کہ ایسے امور مین صحیح تعداد تلاش کر کے بیان کرے اسواسطے کہ خود اللہ تعالی نے بیان کی لہذا اللہ تعالی نے اس اعجاز سے تعلیم فرمائی کہ مت پوچھو کیونکہ اس امر سے کوئی غرض متعلق نہین ہے لہذا حدیث مین آیا کہ آدمی کی خوبی ایمان سے یہ ہے کہ لایعنی امور چھوڑ دے - (الصحیح) -

سبحان اللہ کلام الٰہی عزوجل مین عجائب ظاہری اسقدر ہین کہ قلوب بھرے ہو کر لبلباتے ہین پھر اسرار باطنی کی کیفیت قیاس کرو - اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تفسیر سے فائدہ اٹھانے والون کو چاہیے کہ امور لایعنی کی تلاش نہ کیا کرین حتی کہ جو امور دین و دنیا مین نافع ہون انکو ڈھونڈین اور سوائے اسکے دیگر امور مانند شمار اصحاب کہف کے یا الواح توریت کس چیز سے تھین یا جس درخت سے موسی علیہ السلام کو تجلی ہوئی کس قسم کا درخت تھا ایسے امور کا تلاش کرنا فضول ہے - شیخ نے فرمایا کہ جیسے جملہ اقوال کو نقل کرنا مناسب ہے اسی طرح چاہیے کہ اقوال مین راجح کی تنبیہ کرے یعنی ان اقوال مین فلان قول راجح یا صحیح معلوم ہوتا ہے - مترجم کہتا ہے کہ غالبا شیخ کی مراد یہ ہے کہ اہل کتاب کے اختلافات حکایات مین کسی سے تعرض نکرے اور سوا اسکے دیگر اقوال مین راجح کا اشارہ کرے - کیونکہ حکایات بنی اسرائیل مین کسی قول پر اعتماد نہین بلکہ انکے نقل سے صرف تاریخی طور پر ایک غیر ضروری امر ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے حتی کہ اگر اسکو بیان نکرے تو کچھ حرج نہین بلکہ اکثر اوقات فضول بیان کا ترک کرنا بہتر ہوتا ہے بلکہ بعضی روایات اہل کتاب محض غلط ہوتی ہین جیسے داؤد علیہ السلام کا حلیہ یہودیون نے بوجہ عداوت کے بدشکل بیان کیا حالانکہ داؤد علیہ السلام خوبصورت تھے - م - شیخ نے لکھا کہ پھر جب آیت کی تفسیر خود قرآن مین یا حدیث و قول صحابی مین نہ ملے تو اقوال تابعین رحمہم اللہ تعالی سے لیجاوے اور بہت سے علماء نے اس جانب مرجع قرار دیا ہے اسواسطے کہ تابعین رحمہم اللہ تعالی خاص تلامذہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ہین - سفیان الثوری نے فرمایا کہ جب تجھکو حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالی سے تفسیر پہونچے تو کافی وافی ہے اور اسیطرح ائمہ تابعین مین سعید بن جبیر و عکرمہ و عطاء بن ابی رباح و حسن بصری و مسروق و سعید بن المسیب و ابو العالیہ و ربیع بن انس و قتادہ و ضحاک وغیرہم ہین - (التنبیہ) شیخ نے لکھا کہ بسا اوقات تابعین و تبع تابعین کے اقوال کسی آیت کی تفسیر مین مختلف عبارات سے مذکور ہوتے ہین پس کم علم آدمی سمجھتا ہے کہ انمین باہم اختلافات ہین لہذا وہ اپنے زعم کے موافق اقوال کو بطور اختلافات کے نقل کرتا ہے حالانکہ یہ زعم غلط ہوتا ہے اور سب کی مراد واحد ہوتی ہے لیکن صرف اتنی بات ہوتی ہے کہ بعض نے خود وہ چیز بیان کی جو مقصود ہے اور بعض نے اس چیز کا لازم بیان کیا اور یہ بات معلوم ہے کہ جو چیز لازم ہے وہ بغیر ملزوم کے نہین ہوتی ہے مثلا صفت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپانے والے یہود و نصاری کہ

فاسقین کہا گیا پس بعض نے کہا یعنے کافر مشرکین ہین اور بعض نے کہا کہ یعنے صفت چھپانے والے منکر ہین پس سمجھ لیا گیا کہ جسنے چھپایا وہ منا مادہ کا فر ہے۔ (التنبیہ) شیخ نے لکھا کہ تبع تابعین مین سے شعبہ بن الحجاج وغیرہ نے کہا کہ جب تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے آیت کی تفسیر مین اختلاف کیا تو بعض کا قول دوسرون پر حجت نہوگا شیخ نے لکھا کہ یہ قول صحیح ہے لیکن جب تابعین سب ایک امر پر اتفاق کرین تو اسکی حجت ہونے مین شک نہونا چاہیے۔ اور اختلاف کی صورت مین دیکھا جاوے کہ جس تابعی کا قول موافق حدیث یا قول صحابی یا موافق لغت عرب ہے وہ راجح ہے مترجم کہتا ہے کہ مثلاً قولہ تعالیٰ لامستم النسا تمنے عورتون کو ملامسہ کیا۔ پس ملامسہ سے کیا مراد ہے آیا عورتون کا بدن چھونا حتی کہ وضو ٹوٹ جاوے اور تیمم یا وضو کرنا لازم آوے یا مراد جماع ہے کہ اس سے طہارت لازم آوے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ محاورہ عرب کیونکر ہے پھر دیکھا جاوے کہ حدیث کیونکر ہے اور اس صورت مین حدیث دونون طرف ہے تو حدیث ہی کی بحث پر مدار ہے۔ چونکہ فقہ مین یہ بحث مع اصول کے مبین ہے لہذا عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ سے کامل توضیح حاصل ہو گی در بیان اسکی تطویل کے باوجود اچھی طرح مفہوم سمجھ مین نہ آویگا۔ البتہ آیات احکام مین طریق استدلال کے ضمن مین ضروری اصول و قواعد کا ذکر آیا ہے۔ م۔ (فائدہ) مترجم نے سورتہائے مکیہ و مدنیہ کے واسطے ابتداے مقدمہ مین اتقان سے نقل کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شیخ ابو بکر بن الانباریؒ نے کہا کہ حدثنا اسمعیل بن اسحٰق القاضی نا حجاج بن منہال نا ہمام عن قتادۃ قال نزل فی المدینۃ الخ یعنی قتادہؒ نے بیان فرمایا کہ مدینہ مین نازل ہوا۔ البقرۃ۔ آل عمران۔ النساء۔ المائدۃ۔ البرأۃ۔ الرعد۔ النحل۔ الحج۔ النور۔ الاحزاب۔ سورۂ محمد۔ الفتح۔ الحجرات۔ الرحمٰن۔ الحدید۔ المجادلۃ۔ الحشر۔ الممتحنۃ۔ الصف۔ الجمعۃ۔ المنافقون۔ التغابن۔ الطلاق۔ یا ایہا النبی لم تحرم اور راس العشر تک۔ اذا زلزلت۔ اذا جاء نصر اللہ۔ پس ان سب کا نزول مدینہ مین ہوا اور باقی قرآن مکہ مین نازل ہوا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اسناد قوی ہے اور مترجم نے وہان بعض فوائد کی جانب اشارہ کیا ہے (فائدہ) قرآن کی آیات چھ ہزار ہین پھر بعض نے ۲۰۴۔ اور بعض نے ۲۱۴۔ اور بعض نے ۲۱۹۔ اور بعض نے ۲۲۵۔ یا ۲۲۶۔ اور بعض نے ۲۳۶۔ زائد بیان کین۔ عطاء بن یسارؒ تابعی سے روایت ہے کہ کلمات قرآن ۷۷۴۳۹ ہین۔ اور حروف قرآن بقول مجاہدؒ (۳۲۱۱۸۰) اور بقول عطاءؒ (۳۲۳۰۱۵) ہین اور جن لوگون نے حجاج ثقفی کے کہنے سے شمار کیا انکے قول پر (۳۴۰۷۴۰) ہین کذا ذکرہ ابن کثیرؒ (فصل) مترجم احسن اللہ تعالیٰ الیہ فی الاولیٰ والآخرۃ اس تفسیر مین خاص التزامات مرعی رکھتا ہے اور خود اسکو بیان کرنا انسب ہے تاکہ اہل استفادہ خصوص فوائد کے لیے اسی طریقہ کو منضبط رکھین۔ اول تفسیر منقول کے واسطے مترجم نے اسانید صحیحہ سے روایات کو تفسیر امام ابن کثیر و معالم وغیرہ و کتب احادیث سے تتبع کیا اور بلا اسناد اقوال جنکو کتب تفسیر والے بغیر نشان ذکر کرتے ہین انہین تفصیل ہے کہ اگر شیخ امام ابن کثیرؒ کی نقل ہے تو البتہ اعتماد کیا کیونکہ حافظ محدث ہین جیسے شیخؒ نے روایت امام ابن ابی حاتم پر اسوجہ سے اعتماد کیا کہ انھون نے اسناد ثابت کا التزام کیا ہے پس یہی ظاہر ہوا کہ جس روایت کی نسبت کہا جاوے کہ (رواہ ابن ابی حاتم) یا اسکو ابن ابی حاتم نے روایت کیا) اسکو معتمد سمجھو اور جن احادیث و آثار کو شیخؒ نے مع اسناد نقل کیا اور اسکی نسبت خود صحیح کہا یا کسی محدث سے نقل کیا مترجم نے اسکی اسناد حذف کر کے صرف تصحیح پر اکتفا کیا کیونکہ صحت اصل مقصود ہے لیکن بعض احادیث کی اسانید بھی نقل کین اور یہ مخصوص ان احادیث مین ہے جنکی نسبت شیخؒ نے لکھا کہ اسکو امام احمدؒ نے منفرد روایت کیا اور وہ صحاح الستہ مین نہین ہے یا کسی دوسری کتاب حدیث سے اسی تفرد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اگر بعض اقوال کسی مقصد خاص کے لیے کسی تفسیر مانند مدارک و سراج وغیرہ سے نقل کیے اور تتبع سے بھی مترجم کو اسکی تخریج نہین ملی تو وہان اشارہ کیا گیا ہے۔ دوم۔ قصص جو اہل کتاب سے منقول ہین اگر شیخؒ یا کسی عالم معتمد نے اس حکایت اہل کتاب کو واہی و مہمل کہا تو بسا اوقات اسکو متروک کیا جبکہ عوام مین مشہور نہو اور اگر عوام مین بذریعۂ قصہ خوانون و پیشہ ور واعظون کے مشہور ہو چکا تو ملخص

تنبیہ

ف

نقل کے بعد اسکے مہمل و موضوع ہونے کا اشارہ کیا اور مقدمہ شیخ امام سے اوپر مذکور ہوا کہ اہل کتاب و اسرائیلی حکایات کا نقل کرنا فی الجملہ جائز ہے لیکن اس سے کوئی
حکم شرعی کسی صورت مین استنباط نہین کیا جائیگا لہذا مکرر تنبیہ کی جاتی ہے کہ جہان کہین اسرائیلی حکایات مین سے کوئی حکایت مذکور ہو
اس سے عقائد اسلام و شرائع احکام سے مخالف کوئی نتیجہ نہ نکالین۔ واضح ہو کہ عقائد و احکام اسلام مین تین امور عین مقصود ہین جنمین سے
بعض سے بعض اعلیٰ و مرتب ہے۔ اول عقائد اسلام اور یہ اعلیٰ و اصل ہے اسی واسطے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے رسالہ عقائد کا نام فقہ اکبر ہے دوم
اعمال قلوب و خصائل نفس و مکارم اخلاق کے ملکات اور یہ فقہ اوسط ہے اور سوم اعمال جوارح کے متعلق احکام مانند طہارت و صوم و صلوٰۃ کی صورت
ظاہری و حیض و نفاس وغیرہ کے احکام اور یہ فقہ اصغر ہے اسواسطے کہ اعمال جوارح مین سے کوئی عمل نہین جو فعل قلبی پر متوقف نہو اور وہ نیت ہے چنانچہ
اعمال کا مدار بحکم حدیث نیات پر ہے اور نماز مثلاً علاوہ نیت عبادت خاصہ کے جب ہی مثمر ثواب ہے کہ قرأت و ارکان قیام و رکوع و سجود وغیرہ کو سمجھکر
ادا کرے چنانچہ حدیث ابو داؤد وغیرہ مین مصرح ہے کہ بندہ کی نماز مین سے اسکے لیے کچھ نہین سوا اس مقدار کے جو اسنے تعقل کے ساتھ ادا کی پس نماز کی
صورت ظاہری بدون تعقل و فعل قلبی کے رائگان ہے اور بہت سے افعال قلبی ہین کہ انکا ثواب ملتا ہے حالانکہ ظاہری اعمال مین سے کوئی عمل اسکے لیے
شرط نہین ہے مثلاً کسی نے دل سے نیت کی کہ آج اللہ تعالیٰ کے واسطے چار رکعت نماز پڑھونگا یا فلان مسلمان کی دستگیری کرونگا یا باہم مسلمانون مین
اتفاق و اصلاح کی کوشش کرونگا تو بحکم حدیث صحیح مسلم وغیرہ اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے پھر اگر وہ اسکو عمل مین لایا تو اسکے لیے دس نیکیان ہین
ورنہ ایک نیکی بہر حال موجود ہے۔ اسیطرح جانب خلاف مین اگر کسی نے دل مین مسلمانون کی جانب سے بحیثیت اسلام عداوت رکھی و تحقیر کی نگاہ
سے دل سے دیکھا اور انکے حق مین خواری و نفاق چاہا تو وہ مستوجب عذاب ہوا اگرچہ یہ دلی فعل بدون ظاہری ارتکاب کے ہے لقولہ تعالیٰ ان
الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا الآیۃ اس آیت مقدس مین صرف مسلمانون کی بدی کی خواہش پر عذاب کی وعید فرمائی
گئی ہے۔ اور اثر معروف مین وارد ہے کہ مومن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے۔ بالجملہ یہ امر محقق ہوا کہ دلی افعال کو ظاہری عمل پر ترجیح ہے لہذا
مترجم نے تفسیر آیات قدسیہ مین چودہ باتونکا التزام رکھا۔ التزامات کے شمار سوم مین ان باتونکا بیان کرتا ہون۔ اول توحید کیونکہ یہ اصل طاعت ہے
اور واضح ہو کہ بعضے لوگون نے زعم کیا کہ توحید الٰہی کے معنی یہ ہین کہ کسی آدمی کے دل مین خواہ مخواہ ایک مرحم چاہوے حالانکہ یہ وہم باطل ہے بلکہ
دلی تصدیق چاہیے اور اگر شیطان لعین وہم دلاوے تو لاحول پڑھکر اسکو دور کرے اور دل کو صدق کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر جماوے
اور یہ فعل قلبی کو شامل ہے اسیواسطے جو شخص ایمان لایا اور کلمہ طیبہ کی شہادت کے ساتھ فرائض نماز روزہ و حج زکوٰۃ و جمیع واجبات و سنن
ادا کرنے کی نیت کی اسکو ان سب اعمال و افعال کا ایک ثواب مل گیا پھر جب اپنی اپنی وقات آنے پر انکو ادا کریگا تو ہر ایک کا ثواب عظیم بھی
حاصل ہوگا۔ لہذا عجائب صنائع موجودات کو دیکھکر ہر دم اپنے یقین کو تازہ کرنا سلف صالحین سے منقول ہے لہذا مترجم نے اول توحید اور دوم
موجودات مین اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل بیان کیے مثلاً قل ہو اللہ احد۔ توحید خالص ہے اور قولہ تعالیٰ اولم ینظروا الی السماء الآیۃ مین
دلائل توحید ہین۔ پھر جب توحید دلی تصدیق کا فعل ہے تو شیطان لعین وسوسہ دلاتا اور شکوک لاتا ہے اور احادیث صحیحہ مین شیطان کے وسواس
دفع کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے پس ان احادیث کو بھی جابجا جمع کیا گیا اور کبھی ایسا کیا کہ سب کو یکجا نہین بلکہ ہر پارہ کی آیات کے ساتھ تھوڑے طور پر
افادہ ہے تاکہ ابتدائے حال مین مسلمان کو مکرر ہونے سے بے رغبتی نہو۔ اور ہر آیت کے سیاق مناسب کے لائق بیان ہے۔ دلائل توحید بیان کرنے
مین فلسفی یا متکلما نہ طریقہ متروک کیا بلکہ خالص اہل حق و صدق و صفا کا طریقہ ہے جو سلف صالحین سے ثابت ہے لیکن اسوقت مین بہت سے گمراہون
نے زمین کے آفتاب کے گرد گھومنے اور آسمان کا وجود نہونے وغیرہ پر یقین کر لیا پس مترجم نے انکے خیالات کو تفسیر مین لانا مکروہ جانا اور مقدمہ مین یا

بحث کو ختم کرنا موزون خیال کیا لہذا عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ بحث آتی ہے۔ واضح ہو کہ جن لوگون نے دلائل سے باری تعالیٰ عزوجل کو ثابت کرنا چاہا اہل حق و علماے ربانیین کے نزدیک غلط طریقہ اختیار کیا کیونکہ اسکا خلاصہ یہ کہ "خداے تعالیٰ کو دلیل سے ثابت کرنا" حالانکہ اہل حق کے نزدیک ثابت کرنا وغیرہ جملہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پس یہ معنی ہوگئے کہ "خداے تعالیٰ کو خداے تعالیٰ کے فعل سے موجود کرتا" کیونکہ بالاتفاق ثبوت اور وجود کے ایک معنی ہین حالانکہ یہ محض غلط و کفر ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ذرہ برابر بھی نور عقل دیا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کل عالم کا ثابت کرنے والا موجود کرنے والا ظاہر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو کوئی چیز ایسی ممکن نہین جو اللہ تعالیٰ کو ثابت کرے پس حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور ثبوت بذات خود کل مخلوق سے زیادہ ظاہر ہے بلکہ کمال ظہور اسکے واسطے ہے اور آنکھون کا متحمل نہونا اور اندھاپن اس مخلوق کے لیے ہے لہذا فرمایا۔ ہو الاول و الآخر و الظاہر و الباطن الآیہ۔ اور عجائب قدرت الٰہی عزوجل سے یہ ہے کہ بندۂ مومن کو دل سے یقین ہوتا ہے اور یہ معرفت بھی حق تعالیٰ ہی عزوجل کے فعل سے ہے کیونکہ افعال اُسکے مخلوقات ہین لہذا بدون خلق الٰہی عزوجل کی تصدیق ایمانی کا فعل نہین پیدا ہوتا ہے قال تعالیٰ وما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ و یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ اور بعضے عارفین نے کہا کہ مین نے اُسکو اسی سے پایا۔ لہذا قرآن پاک مین وجود کے دلائل نہین ہین کیونکہ ابھی ثابت ہوا کہ یہ تو محال و غیر ممکن ہے ورنہ شرک متحقق ہو پس اے مومن غافل تجھے اپنے رب عزوجل کے آیات یعنی مخلوقات و مصنوعات پر نظر چاہیے جو تمام آفاق و تیری خود ذات مین موجود ہین و لہذا قال تعالیٰ سنریہم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق الآیۃ۔ اور جس شخص نے سرسری زعم مین فلاسفہ کے مانند دلائل قائم کرنے پر کمر باندھی وہ شرک مین پڑ گیا اور کبھی فلاح نہین پاویگا لیکن بعضے علماے متکلمین نے بھی یہ شیوہ اختیار کیا اور شاید کہ انھون نے کافرون و فلسفیون کی ہدایت کے واسطے یہ اختیار کیا ہو۔ اگر یہی مقصود ہو تو بھی مذموم ہے اور بھید یہ ہے کہ اہل الکفر جو ازلی علم الٰہی عزوجل مین گمراہ ہین انکی پیدائش مین قلب مقفل و راسپر غلاف ہے جہان نور روحی نہین پہونچتا تو عقل ندارد ہے اسواسطے کہ عام لغت مین عقل صرف ظاہری و باطنی حواس و انکے تجربات کا نام ہے اور حقیقی عقل اس نور کی حیات سے دلی زندگی ہے اور وہ بدون لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حاصل نہین ہوسکتی ہے حالانکہ کافر مردہ اور سیاہ چیونٹی کی مثال ہے وقال تعالیٰ لہم قلوب لا یفقہون بہا۔ اور فرمایا و یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون پس شرک صرف غیر عاقل پر ڈالا گیا۔ وقال تعالیٰ و من یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ یعنی ملت ابراہیم سے فقط وہی مُنہ موڑیگا جو اپنے نفس کا سفیہ ہے پس مومن اگر حواس و تجربہ مین ناقص و بھولا بھالا ہو بلکہ دماغ کی چوٹ سے مثل حبان بن منقذ انصاری رضی اللہ عنہ کے مختل ہو کسی صورت مین وہ بے عقل حقیقی نہین ہے مگر عوام کی عقل نہین رکھتا ہے اور کافر اگرچہ عوام کی عقل مین یعنی حواس و تجربہ مین کامل ہو در حقیقت وہ بے عقل ہے کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ جسنے اپنی ذات کے پیدا کرنے والے خالق عزوجل ہی سے جہالت اختیار کی اس سے زیادہ جاہل و بے عقل کون ہوگا۔ یہ وہم نہو کہ مین نے عقل کے معنی جدید بتلائے ہین۔ ہان شرع الٰہی مین عقل کی حقیقت یہی ہے اور لغت عوام تو لغت کفر ہے اور جب کافر کو بغیر ایمان کے یہ عقل نصیب ہی نہین ہوئی تو وہ بیچارہ یہ معنی کہان سے بیان کرے پس تو معنی پر نظر کر اور خالی لفظ کی بحث سے کیا فائدہ ہوگا۔ (مسئلہ) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی ہے کہ اگر فلان مومن سفیہ یعنے بے عقل ہو تو اس شخص کی زوجہ طالقہ ہے پس فتوی دیجیے کہ کیا حکم ہو آپ نے جواب دیا کہ اُسکی زوجہ طالقہ نہین ہوئی کیونکہ مومن سفیہ نہین ہوتا ہے۔ یہ جواب امام رحمہ اللہ کے تبحر و وسعت علم و فطانت کی دلیل ہے یہ آپ نے اسی آیت و من یرغب عن ملۃ ابراہیم الآیہ سے استنباط لطیف فرمایا۔ بالجملہ واضح ہوا کہ ازلی کافر محض بے عقل ہوتا ہے اگرچہ اسنے خود جس چیز کا عقل نام رکھا ایسی عقل مین بہت وافر ہو۔ پھر جب وہ حقیقی عقل سے جو لازم ایمان ہے بالکل محروم ہوا تو اسکے سامنے لاکھو دلائل پیش کیجئے وہ سمجھ ہی نہین سکتا ہے پس وجود باری تعالیٰ پر دلیل لانا جو محال و شرک ہے ہرگز ارتکاب محال نکرے

لہذا قرآن پاک مین نص فرمایا گیا ہی کہ کفار ازلی کے واسطے اگر کل آیات لاؤ تو بھی وہ لوگ ایمان نہین لاوینگے یہانتک کہ عذاب الیم دیکھین پھر واضح ہو کہ آیات توحید جو مخلوقات مین موجود ہین لطائف صنعت وقدرت و احادیث و آثار کے ساتھ اپنے اپنے موقع پر بموعظت حسنہ مرتبط ہین۔ سوم جہان رسالت کا بیان ہی اسکی حکمت جہانتک ہم قطعی دلائل رسالت اور یہ دلائل قاہرہ ہین کہ سوائے غبی و احمق ازلی کے کوئی انکار نہین کریگا۔ اور اسمین مترجم نے موافق فہم عام کے بدون تقریر فلسفیانہ کے صدق وصفا کے ساتھ کلام کیا اور معجزات قاہرہ کا وجود اب بھی موجود ہی اور اگر بسبب صورت اخفاء ہوا تو اسکے عوض مین اخبار غیب جو اول نہین تھے وہ اسوقت موجود ہین پس تلافی ہوگئی اور بعد اسکے جس کافر نے انکار کیا وہ ازلی مطرود ہی کہ اسکے واسطے کوئی معجزہ و آیت کافی نہین ہے۔ پنجم احکام عبادت خالصہ یعنی صوم وصلوۃ واذکار الٰہی عزوجل وغیر ذلک پس ابواب فقہ مین جو طہارت سے آخر تک جس مسئلہ کا جہان حکم آیا وہ خوبصورت تقریر کے ساتھ مدلل بیان کیا گیا اور تحریر دلائل حنفیہ کے ساتھ دلائل شافعیہ وغیرہم بھی مذکور ہین پھر متعلق ہا کے فضائل فروع فقہ جنکی ضرورت ہی ساتھ ہی تذئیل کر دیے گئے تاکہ فائدہ تام حاصل ہو۔ ششم احکام معاشرت دنیا کے متعلق احادیث و آثار نفیسہ ہین ہفتم منہیات و انکے ساتھ مکائد نفس و وساوس شیطان کو بھی بیان کیا اور اہل علم کے نزدیک ایمان بڑی نعمت ہی اور شیطان کی عداوت ہمت اسی نعمت کے زوال مین ہمہ تن مصروف ہے پس وہ ہر طرح کے وساوس کے ساتھ آدمی سے اسکے زوال مین سعی کرتا ہے لیکن اس چور سے اپنی نعمت کے بچانے والے وہی لوگ ہین جو حفاظت خطرات و وساوس کو جانتے ہین اور قرآن پاک مین کمال اعجاز سے ہر ایک کے واسطے حفظ کا طریقہ منصوص ہی اور بھید یہ ہے کہ بقول شیخ جنید رحمہ اللہ تعالی ہر آدمی کی راہ حضرت باری عز اسمہ تک مانند انکی شکل کے دوسرون سے ممتاز ہے اور ہر ایک کا نفس اسکے شیطان کے وساوس قبول کرنے مین علیحدہ ہی پس کسی آدمی و فرشتہ کا کام نہین ہے کہ قیامت تک ہر نفس کے مفید طریقہ بیان کرے بلکہ فقط حضرت باری تعالی جل شانہ ہی کی شان عالی ہے کہ جو اپنی مخلوقات کے ہر ذرہ سے تا قیامت بعلم محیط آگاہ ہی لہذا ہر نفس کے واسطے یہ قرآن مجید ہدایت عجیب و نعمت بے مثل ہی لیکن حمقاء و جہلاء جو شیطان کے متبع و مطیع ہون و راہ مستقیم سے خارج و نعمت ایمان کی قدر سے غافل ہون وہ کہان اس فضیلت کو دیکھ سکتے ہین اور عجب کہ بہت سے منطقی جہلاء جو اسلام کے لباس مین عالم کہلاتے ہین حالانکہ شیطان انکے خطرات پر محیط ہی وہ اس نعمت سے منزلون دور پڑے ہین اللہم انت المولی الحمید فانصرنا علی القوم الکافرین ہشتم نصائح و مواعظ کا خوب طریقہ اپنی آیات کی تفسیر مین ہی اور انسان کے واسطے اصل واعظ و ہادی بھی قرآن پاک ہی جسنے اسکی نصیحت قبول کی وہ خوب رہا اور جسنے اسکے سوائے کسی کی بات سنی وہ بھٹکا۔ خصوص اس زمانہ مین واعظی کے پیشہ والے بہت ہین جو لوگون کے واسطے واعظ بنتے ہین اور اپنے نفس کو بھول چکے ہین اور ایسے غافل پر شیطان مسلط ہی تو وہ قوم کو سوائے بدی کے کیا نصیحت کریگا اور اسکی نصیحت اگرچہ عوام کے کان مین روزہ و نماز کی آواز ہو لیکن مخفی مکر شیطان انکے ادراک سے باہر ہی پس سوائے فساد کے اسکا انجام کبھی بہتر نہوگا اور جسنے قرآن مجید کے مواعظ و نصائح پر کان دھر کر توجہ کی وہ صراط مستقیم کے نور مین آیا اور تاریکی سے خارج ہوا۔ نہم مکارم اخلاق جنکے فضائل اسکے نام سے ظاہر ہین اور خود حدیث مین ہے کہ مین اسیواسطے مبعوث ہوا کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کرون کما فی الصحاح۔ اور صدق ایمانی ان مکارم اخلاق کے ساتھ لازم و ملزوم ہی اسیواسطے منافق مین حسن خلق و دینی سمجھ نہین ہوتی ہے۔ کما فی الحدیث اور منافق کی بدعہدی و بدزبانی وغیرہ حدیث مین مصرح ہے اور خوب جان لینا چاہیے کہ مکارم اخلاق و خصال حمیدہ جس قوم مین ہون اگرچہ وہ کافر ہو دنیا ہی مین اسکے نتائج پسندیدہ سے سرفرازی ہوگی پس اگر ایمان کے ساتھ ہون تو کس درجہ کرامت پر پہونچیگا اور جس قوم مین یہ اخلاق گم ہون جنمین سے عدل سب کا مرکز ہے تو وہ قوم باہمی نفاق و بدعہدی و بے دیانتی و فسق و فجور و بے حیائی و کم ہمتی و ذلت دنیاوی و بزدلی و نامردی وغیرہ سے خوار و ذلیل ہوگی و اہل حکمت کا قول ہے کہ سلطنت کفر کے ساتھ قائم رہتی ہی اور ظلم کے ساتھ قائم نہین رہتی ہے۔ ظلم یہ کہ بے محل تصرف کرے حتی کہ اگر کوئی شخص شیر کے مقابلہ مین خالی ہاتھ کھڑا ہو تو یہ شجاعت نہین بلکہ تہور ہے اور وہ نامردی سے بدتر ہے پھر اخلاق سے مانند عدل و علم و حلم و شجاعت و سخاوت وغیرہ کے اور انکے مقابل اخلاق مانند

ظلم وجہل و انتقام عجلت ونامردی وبخل وغیرہ کے مقصود ہین اور قرآن مجید مین انکی تکمیل فرمائی گئی اور یہ جو اس زمانہ کے منافق باہم مجالس مین مانند اہل لکھنؤ کے برتاؤ کرتے ہین جنمین بعضے عورتون کے خصائل تک پہونچے ہین یہ سب ذمائم ہین جبتک کہ اخلاق مذکورہ کی حد مین نہون۔ دہم عبرت با حوال و حوادث زمانہ ماضی و حال لہذا اللہ تعالی نے آدمیون کے واسطے اقسام عبرت کو شب و روز کی گردش و ماہ و سال کی روش سے لیکر آخر تک مصور فرمائی فاعتبروا یا اولی الابصار۔ یازدہم قصص جو عوام کی نظر مین حضرت آدم وحوا کا قصہ یا موسی و فرعون کا تاریخی واقعہ ہے اور اہل علم انکے معارف و اسرار کے عجائبات پر سر تا پا فریفتہ ہین اور حق عزوجل نے انمین کمال رحمت سے امت مرحومہ کو سرفراز کیا اور اسکی مثال بیان کرنے مین کلام دراز ہو جائیگا اور بحمد اللہ سبحانہ تعالی اکثر مواقع مین اسرار منقولات و مستنبطہ سے انتباہ لیا گیا ہے۔ دوازدہم امثال اور انمین بھی حسب مذکورۂ بالا حسن مقال ہے۔ سیزدہم احوال آخرت اور اس باب کی خوبی و لطافت کو ہر مومن سے پوچھیے کیونکہ دار آخرت مومن کا وطن مالوف ہے اور اسکی خیریت دریافت کرنے مین جو رغبت دل کا دامن پکڑتی ہے دنیا کے مسافرون سے معلوم کیجئے جنکو مجازی وطن سے نکلے مدت گزری ہو۔ والی اللہ المصیر چہاردہم اسرار و حقائق یعنی چودھوین کا چاند جنکے سامنے ماند ہے مترجم کو ان مقامات مین کلام کرتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن جب اس نور کی انتہا نہین تو مترجم ضعیف اگر ذرہ کا ہزاروان حصہ بلکہ ستر ہزاروان حصہ اٹھا سکے تو رحمت حق عزوجل سے مایوسی نہین ہے اور اہل حق اسی مین مستغرق ہین۔ غافل البتہ زرق برق مین شاغل ہین ۔ (التنبیہ)

تفسیر شریف سمجھنے کے واسطے شوق ایمانی و استقامت شریعت کی کوشش چاہیے تاکہ جواہر معارف سے دامن مالامال ہو وہ جواہر جنکی مثال مین یہ لعل و زمرد سنگریزہ سے بدتر ہین اور عجلت بچاہیے کیونکہ آہستگی و مکرر نظر سے ہر بات تند مکرر ہو جاتی ہے۔ (فصل) اس زمانہ مین ایک جماعت کثیر بلکہ عموماً مادی خیالات کے لوگ ہین جو محسوسات سے تجاوز نہین کرتے ہین اور آفتاب کے ذریعہ سے دن و روشنی ہونا انکے نزدیک غیر واقعی مضمون ہے اسواسطے کہ آفتاب و روشنی محسوس ہے اور علت ہونا غیر محسوس تو یہ انکے نزدیک امر واقعی نہین ہے اور معدہ کے غذا ہضم ہونا انکی سمجھ سے خارج ہے کیونکہ محسوس صرف جسم معدہ و طعام ہے اور جسمیت مشترک لہذا اینمین بعض مادی سے سنا کہ فلان فلسفی نے لکھا ہے کہ انگلی سے دیکھنا و سننا ممکن ہے۔ عجب کہ فلان فلسفی کی تقلید اسکو کفایت کرتی ہے اور عقل سلیم سے احتراز اور کیون نہو کہ یہ قوم سوائے حواس کے عقل سے بے بہرہ ہین اسیواسطے فن ریاضی یعنی اقلیدس و جبر و مقابلہ و پیمایش و حساب و علم مثلث و علم طبعیات مین انکو غلو و مہارت زیادہ ہے اور اس ملک کے لوگ بوجہ بے علمی و جہالت کے انکی پیروی مین غریب بھیڑی کی طرح احمقانہ چال چلے جاتے ہین اور مترجم انشاء اللہ تعالی انکی ہدایت کے لیے علیحدہ رسالہ تمام توضیح سے لکھیگا اور اللہ تعالی عزوجل اسکو کامل و مفید فرماوے۔ آمین۔ اور یہان صرف ان جہلا کے چند خیالات کی تردید منظور ہے۔ (مسئلہ) کیا سطح غیر متناہی ممکن الوجود ہے یعنی جو چیز کہ مساحت کے قابل ہے کیا بالفعل اسکا وجود غیر متناہی موجود ہو سکتا ہے یا نہین۔ غیر متناہی سے یہ مراد کہ مثلاً اسکا طول کسی حد پر محدود نہوتی کہ اگر مہاسنکھ کوس پر کوئی شخص قیامت تک مہاسنکھ صفر ہر منٹ مین بڑھاتا جاوے تو بھی اسکی انتہا نہو بلکہ جسقدر ہر منٹ کے حساب سے اتنے صدہا برس بلکہ کرورون برس تک بڑھائے ہین اور اب جو عدد ہوا اس عدد کو کرورون برس تک باہم ضرب دیتے رہین اور مجذور کا مجذور کرتے رہین تو بھی اس سطح غیر متناہی کی حد و مقدار نہو اور یہ بعید ہے کہ عدد مذکور اگرچہ بحیثیت شمار سے باہر ہے تاہم وہ محدود اور متناہی ہے اور یہ سطح غیر محدود مانی گئی ہے۔ جواب ایسی سطح موجود ہونا بقاعدہ ریاضی باطل ہے۔ اگر نہین مانتے ہو تو فرض کرو کہ ایک سطح غیر متناہی موجود ہے پس ہم کہتے ہین کہ سطح مین جہان چاہین خط و نقطہ فرض کرین پس اب نقطہ فرض کیا جو خط غیر متناہی مین ہے اور برابر گز گز بھر کے فاصلہ پر ب ج د وغیرہ نقاط غیر متناہی ہین پھر ہمنے اس خط کے متوازی دوسرا خط س فرض کیا جسکا نقطہ س محاذی ا واقع ہے اور

ا ب ج د

س ص ط ع

برابر اس خط مین بھی گز گز کے فاصلہ پر نقطہ ص۔ ط۔ ع۔ وغیرہ غیر متناہی ہین۔ پھر ہمنے خط س مین سے بقدر س ص یعنی ایک گز چھوڑ کر

نقطۂ ص سے اس خط کو خط ا پر منطبق کیا تو نقطہ ص واقع ہوا ا - پر اور - ط - واقع ہوا - ب پر اور ع واقع ہوا ج - پر علیٰ ہذا القیاس برابر انطباق ہوا پھر ہم پوچھتے ہین کہ کیا خط ص برابر خط ا - پر منطبق ہو گیا یا دونون خطوط مین کمی بیشی واقع ہوئی پس اگر کہو کہ دونون برابر منطبق ہو گئے تو یہ محال ہے اسواسطے کہ صریحًا ہمنے خط س مین سے بقدر س ص کے کم کر دیا تھا تو لازم آیا کہ کل و جزو برابر ہو جاوین اور یہ بدیہی باطل ہے اور اگر کہو کہ خط س مین بقدر س ص کے کمی واقع ہوئی تو کمی کے مقام پر اسکی انتہا ہو گئی اور خط س کی انتہا ہوئی تو خط ا - اسسے بقدر س ص کے زائد تھا تو اسکی بھی انتہا ہو گئی - پس ثابت ہوا کہ جسکو غیر متناہی فرض کیا تھا وہ باطل ہے بلکہ اسکی انتہا ہے - دلیل دوم فرض کرو کہ سطح غیر متناہی موجود ہے پس ہمنے اسمین نقطہ ا فرض کر کے اُس سے دو خط س اور ص جانب سطح فرض کیے جو زاویہ منفرجہ بناتے ہین - ا - س ص اب ہم کہتے ہین کہ جو فاصلہ درمیان س - اور ص - کے ہے وہ متناہی ہے یا غیر متناہی ہے پس اگر یہ فاصلہ متناہی ہو تو خطوط س و ص متناہی ہین اور وہین اس سطح غیر متناہی کی حد ہو گئی اور اگر فاصلہ مذکور غیر متناہی ہو تو ماننا پڑیگا کہ ایک غیر متناہی درمیان دو گھیرنے والون کے ہو سکتا ہے اور یہ باطل ہے اسواسطے کہ غیر متناہی غیر محدود ہے - دلیل سوم - اگر سطح غیر متناہی موجود ہو تو اقلیدس کی تحریر کے موافق اسکے حدود خطوط ہونگے کیونکہ سطح کے کنارے خط ہین پس یہ سطح محدود بخطوط ہے حالانکہ غیر متناہی کبھی محدود نہین ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ سطح غیر متناہی کا وجود ہی متصور نہین ہے

(نتیجۂ اول) جب یہ مسئلہ ثابت ہوا تو دہری مادی کا یہ اعتقاد باطل ہو گیا کہ زمین کے اوپر چارون جانب خلاے غیر متناہی موجود ہے اور آسمان کا وجود نہین ہے - اسکا باطل ہونا چند وجوہ سے بدیہی ہے - اول یہ کہ خلاے غیر متناہی کا وجود ہو حالانکہ ابھی ثابت ہوا کہ خلاے غیر متناہی جو سطح غیر متناہی ہے باطل ہے - دوم آسمان کا وجود بدیہی موجود ہے کیونکہ پانی و آئینہ مین اسکا عکس بلا تفاوت منعکس ہے اور جبتک جسم ٹھوس نہو تو عکس مرئی نہین ہوتا ہے - دہری نے اعتراض کیا کہ دوربین سے ہرگز نظر نہین آتا تو معلوم ہوا کہ نظر خطا کرتی ہے اور یہ تاریکی منتہاے نظر ہے - جواب دوربین ہزار دو ہزار دس ہزار کوس سے زیادہ قوت نہین رکھتی حالانکہ آسمان بہت دور ہے - اعتراض کیا کہ ستارے نظر آتے ہین - جواب علم المناظر مین مقرر ہوا کہ آنکھ کی روشنی اور اس چیز کی نورانیت اصلی یا عارضی سے نظر ہے اور ستارہ خود منور ہے لہذا نظر آتا ہے اور آسمان شفاف آئینہ کی نظیر ہے تو نظر نہین آتا جیسے اندھیری گھٹا رات مین دور کا درخت نظر نہین آتا اور درخت پر چراغ دکھلائی دیتا ہے - اعتراض - سورج کی روشنی مین نظر آوے - جواب کیون اسواسطے کہ شفاف کا ادراک خود سورج مین پوشیدہ ہو جاتا ہے اور آنکھ مین اسقدر قوت نہین ہے اعتراض آخر آسمانون کے بعد تو آپ کے نزدیک بھی خلاے غیر متناہی موجود ہے لہذا ہمکو دوربین سے نظر نہ آیا ہمنے ابھی سے انکار کر دیا - جواب یہ خیال خبط ہے کہ آسمان کے بعد خلاے غیر متناہی موجود ہے اور ابھی سے خلاف دلیل کے آسمان سے انکار کرنا سطح محال کا اعتقاد باطل اور بدیہی سے انکار ہے - اور یہ وہی مثل ہے کہ دہری اپنے مکان کی چھت کے بعد خلاے غیر متناہی کا قائل ہے تو ہم ابھی سے چھت ندارد واسکے مکان کے کھنڈل ہونے کے قائل ہو جاوین -

(نتیجہ دوم) جب ثبوت ہوا کہ سطح غیر متناہی کا وجود محال ہے اور آسمان کا وجود بدلائل قطعیہ ثبوت بلکہ محسوس بدیہی ہے کہ دلیل اسکی خفا کو زائل کرتی اور منکر کی علت نظر کو دور کرتی ہے تو یہ بھی ثبوت ہوا کہ نیچریون کا یہ دعویٰ کہ "زمین گرد آفتاب کے حرکت کرتی ہے" محض باطل ہے - اور یہان اس دعوی کے باطل ہونے کے واسطے دوسری دلیل موجود ہے - اور تقریر دلیل سے پہلے اس فرقہ کے بعض اصول موضوعہ بیان کرنا ضرور ہے - اول محیط زمین اس قوم کے نزدیک پچیس ہزار میل ہے - دوم چوبیس گھنٹہ مین زمین کی حرکت محوری صرف ایک بار ہے اور وہی شب و روز ہے - سوم زمین سے آفتاب تک ساڑھے نو کروڑ میل کا فاصلہ ہے - چہارم اس فرقہ [illegible] کے ۳۶۵ دن کسر زائد مین ایک دورہ پورا کر لیتی ہے اور آفتاب جو بطور مرکز ہے اسکے گرد زمین کی [illegible] سے دائرہ کامل [illegible]

بیضاوی بنتا ہے۔ مترجم کو یہاں دو حکم دیگر بیان کرنا ضروری ہیں اول یہ کہ جسم کروی جب متحرک ہو پس اگر اسکا محور کسی جگہ جما ہو تو کرہ اسی محور پر چکر کھائیگا
بدون اسکے کہ کوئی مسافت طے کرے جیسے چرخہ و چرخ و سلائی کی کل وغیرہ میں گول پہیہ اپنے محور پر چکراتا ہے اور اگر جما ہوا نہو تو وہ چکراتا ہوا آگے بڑھیگا جیسے انجن
ریل کا پہیہ چکراتا ہوا آگے بڑھتا اور مسافت طے کرتا جاتا ہے خواہ اس سے مسافت مستقیم طے کرو خواہ مستدیر خواہ منحنی جیسے اکثر مواقع پر ریل کے پہیے سے تینوں قسم کی مسافت
طے کرنیکا کام لیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ اگر ہم زمین پر ڈال کر نیزہ چونک کر کھینچا جاوے تو وہ بدون اپنی مقتضائی حرکت کے کھینچتا چلا آویگا اور اگر اسکو ذاتی حرکت سے
روکا نہ جاوے مثلاً نیزہ سے ٹھوکر دیا جاوے تو وہ مستدیر حرکت سے بڑھیگا یعنی جسم مدور کی حرکت مستدیر ہے۔ حکم دوم۔ ایک ہی جسم پر وقت واحد میں دو حرکت
متضاد جمع ہونا غیر ممکن ہے مراد یہ کہ حرکت مستوی یا مستدیر جہت واحدہ یا متضادہ میں جمع نہونگی جبکہ وقت واحد ہو۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو ہم کہتے
ہیں کہ زمین کا آفتاب کے گرد متحرک ہونا بلا دلیل بلکہ منقوض ہے اور ہمنے بلا دلیل اسواسطے کہا کہ دلیل ایسی تقریر کا نام ہے کہ جسمیں تخمینہ و گمان نہو
بلکہ قطعی ہو کہ اسمیں مخالف احتمال کو گنجایش نہو اور جو بات نکالو وہ لازمی ہو جیسے آفتاب نکلنے کو دن ہونا لازم ہے پس بعض نیچریوں نے
استدلال کیا کہ آفتاب جرم کلان ہے تو لازم ہے کہ وہ زمین کے گرد متحرک نہو بلکہ زمین کا جسم صغیر اسکے گرد متحرک ہو لہذا ثابت ہوا کہ زمین اسکے گرد متحرک ہے
اسی طرح گلوب و حرکت جہاز وغیرہ کی لایعنی تقریریں ہیں کیونکہ عقل قطعی میں یہ امر لازم نہیں کہ صغیر ہمیشہ کبیر کے گرد متحرک ہو کیا نہیں دیکھتے ہو
کہ گھڑی میں ایک محور کے پہیہ کے گرد بڑے پہیہ حرکت کرتے ہیں۔ (تقریر نقض) اگر ہم فرض کریں کہ آفتاب مرکز ہے اور زمین اسکے گرد ۳۶۵
دن میں سالانہ دورہ پورا کرتی ہے تو دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو محور کے گرد گھومنے کی حرکت سے آگے بڑھتی جاتی ہے جیسے ریل کا پہیہ اپنے محور پر
چکراتا اور آگے بڑھ جاتا ہے جس سے مسافت طے ہوتی ہے پس اگر یہ صورت مانتے ہو تو زمین ہر روز و شب میں ایک چکر کھائیگی اور اس چکر سے اسی قدر طے
ہوگا جسقدر کرہ زمین کا محیط ہے اور وہ ۲۵ ہزار میل ہے اور چونکہ سال کے ۳۶۵ دن میں دورہ پورا ہو جاتا ہے تو آفتاب کے گرد اسنے جو دائرہ بنایا
اسکی مسافت دونوں کا حاصل ضرب یعنی ۳۶۵×۲۵۰۰۰=۹۱۲۵۰۰۰ سے کچھ زائد ہے پس سال میں زمین اسقدر مسافت طے کرتی ہے۔ اب ہم دوسرے
طریق سے اس دائرہ کی مسافت نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ زمین سے آفتاب تک ساڑھے نو کروڑ میل کا فاصلہ ہے اگر اسکو نصف قطر مانو
پورا قطر ۱۹ کروڑ ہوا اور قطر و محیط میں ۷ و ۲۲ کی نسبت لگانے سے محیط ۵۷ کروڑ سے زائد ہوا اور اگر دائرہ بیضاوی کی کمی رکھو تو پچاس کروڑ
سے کسی طرح کم ہونا ممکن نہیں ہے حالانکہ تمنے صرف اکیانوے لاکھ بیان کیا ہے یہ محض خبط ہے۔ اگر تم کہو کہ زمین اپنے محور پر مغرب سے مشرق کو حرکت
کرتی ہے اور مختلف جذبات کی وجہ سے وہ شمال کی جانب بڑھکر قطع مسافت سالانہ کرتی ہے اسطرح کہ آفتاب کی کشش اپنی طرف اور زمین کی
نفرت اپنی طرف اور دیگر کروی سیارات کے جذبات اپنی طرف کھینچتے ہیں لہذا زمین دائرہ کی شکل میں روان ہوتی ہے اور ایک منٹ یا اس سے
کم میں ۶۰ ہزار میل بڑھ جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ اعجوبہ سننے کے قابل ہے کہ جذب آفتاب باوجود اس قدر قوت شدیدہ کے جسکے سامنے زمین
و سیارات ملکر اس سے زیادہ نہیں کہ جیسے مٹکے کے مقابلہ میں گولی پھر زمین کی طبیعت کیا مقابلہ کر سکتی ہے اور آندھی کے مقابلہ میں مچھر و مکھی پیرون کی ہوا
کیا اثر پیدا کریگی لیکن ہم اس عجوبہ کو چھوڑ کر بھی چند طور سے بطلان ظاہر کرتے ہیں۔ اول یہ کہ ہمنے مانا کہ زمین ان مختلف جذبات سے مستقیم
رفتار نہیں چل سکتی بلکہ مستدیر صورت میں ہو جاتی ہے لیکن زمین کی ذاتی حرکت مستدیرہ ہے جو اسنے شمالاً جنوباً مستدیر حرکت کی تو شرقاً غرباً اسی
ساعت میں محوری حرکت محال ہے جیسا کہ حکم دوم میں مذکور ہو چکا اور زمین کا محور حرکت منجمد نہیں کہ اسکو مقتضائے ذاتی سے روکے حالانکہ سامنے
کوئی نیچر صورت اسکو کھینچنے والی نہیں ہے اور اگر ہوتی تو بھی غیر منجمد محور میں وہ ذاتی حرکت مستدیرہ سے اسکی جانب روان ہوتی پس محال ہے کہ
اسپر دونوں حرکت متضادہ جمع ہوں دوم یہ کہ کرہ زمین اس پانی و مٹی کے مجموعہ کا نام ہے یعنی قلیل خشکی جس سے ساتگونے سے زائد پانی سے خشکی کے

سکون؟ مسلم نزدیک قدیم و جدید ہے ۱۲ شروانی

گرد محیط ہے اور مجموعہ کرہ مذکور صرف شرقاً غرباً متحرک اور شمالاً جنوباً منجمد ہے تو کوئی وجہ نہین ہے کہ پانی متصل رہے بلکہ واجب ہے کہ بحر کی حالت غیر متناہی
مین ٹپک جاوے۔ کہا گیا کہ تیزی حرکت سے پانی ٹپکنے نہین پاتا۔ جواب یہ کہ ۲۴ گھنٹہ مین صرف مستدیرہ حرکت ۲۵ ہزار میل ہے تو فی گھنٹہ
ایک ہزار میل کے قریب ہوئی اور وہ اس عظیم جسم کے مقابلہ مین محض سست حرکت ہے اور شمالاً جنوباً البتہ فی لمحہ ۶۸ ہزار میل مانتے ہو لیکن وہ مستدیرہ
ہوکر مجبوری کے ساتھ جمع ہونا محال ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے علاوہ ازین وہ پانی جانب شمال یا جنوب سے بہ جاوے کہ وہان حرکت نادر ہے
کہا گیا کہ ہوا کا بوجھ دابے ہوئے ہے۔ جواب یہ کہ ان سمندرون پر ہوا کی عنایت مقید ہوئی لیکن برتن کے تلیل پانی پر کچھ اثر نہوا۔ اگر کہو کہ مرکز
ثقل سے پانی حرکت کرتا ہے تا کہ پیالہ سے بہ جاوے اور ہوا نہین روک سکتی۔ جواب دیا جائیگا کہ پانی کا مرکز بالطبع سافل ہے تو سمندرون کے نزول کو
آندھی بھی نہین روک سکتی ہے۔ مترجم کو افسوس ہوتا ہے کہ ایسے احمقانہ خیالات کو رد کرنے مین زیادہ وقت رائگان کیا جاوے۔ وجہ سوم یہ کہ جب شمالاً جنوباً
ایک لمحہ مین ۶۸ ہزار میل رفتار ہے تو ہم ایک لمحہ مین اسکا امتحان کیے لیتے ہین اور وہ اسطرح کہ ہمنے توپ سے ایک گولہ جانب آسمان چھوڑا اور
وہ گولہ اب زمین سے علیحدہ ہوکر اسی خلا مین ہے اور زمین اسی خلا مین متحرک ہے پس اگر وہ گولا ایک لمحہ تک ٹھہر مثلاً چڑھتے اور گرتے اسکو
ایک منٹ صرف ہوا تو زمین اتنی دیر مین ۶۸ ہزار میل پہونچ گئی حالانکہ بالکل دروغ کیونکہ گولا صرف دس یا پانچ قدم فاصلہ پر گرتا ہے وہ بھی
کبھی چھوڑنے مین کجی اور کچھ ہوا کی مزاحمت کا اثر ہے اور خود ان لوگون نے کیمبرج کالج مین آگی آزمایش مین ایسا اقرار کیا کہ گرنے مین بہت کم تفاوت ہوا
اگر کہو کہ زمین کے گرد کرہ کے ساتھ کُرہ ہوا متحرک ہے جواب یہ کہ تمام ہوا یعنے خلاء یعنے جوف کو طبقہ بہ طبقہ یکسان تعلق ہے۔ اگر کہو کہ زمین کا جذب اس
گولے کو کھینچتا ہے۔ تو جواب یہ کہ زمین شمالاً جنوباً ۶۸ ہزار میل سے کم نہین ہے اور جذب زمین ہر جگہ یکسان ہے تو مان لیئے پر بھی شمال مثلاً لندن مین
جو گولا چھوڑا وہ ایک منٹ کے بعد کالے پانی کے جزیرہ مین ملتا۔ یہ محض دروغ و مہمل خیالات ہین اور مترجم کو ایسے مہمل خیالات کی تردید مین وقت
رائگان کرنے مین افسوس ہوتا ہے مگر واے بر عقل قوم کہ انھون نے علم کھو کر جہل مین یہانتک کمال پیدا کیا کہ نیک بد کا امتیاز نہین اور غلط و صحیح مین اور
حق و باطل مین تمیز نہین کرسکتے بلکہ جانورون کی طرح چرائے جاتے و ہانکے جاتے ہین (وساوس شیطانی) منجملہ وساوس شیطانی کے جن سے یہ قوم گمراہی مین جھکی
پڑتی ہے ایک یہ ہے کہ اپنی سلطنت و حکومت مین انھون نے علم حق چھوڑا اور شاعری مین توغل کیا۔ دنیا پر مطمئن ہوکر آخرت سے منھ موڑا امر معروف
و نہی منکر سے ہاتھ اٹھایا اور ظالم کو روکنے کی جگہ اسکا ساتھ دیا اور زنا و فسق و فجور کے ساتھ حلال کا برتاؤ کیا آخر وہ نتیجہ پایا جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایسی حالت مین فرمایا تھا کہ تمھارے دلون مین باہمی نفاق و عداوت ڈالی جائیگی حتی کہ جو شخص تم مین سے نیک ہوگا اسکی دعا بھی
قبول نہوگی۔ (دیکھو تفسیر قولہ تعالے واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ) اخلاق شریفہ چھوڑ کر رذائل سے متصف ہوے۔ نامردی کا جامہ پہنا
اور عورتون بچون کو پوربی ہنود کی خوشنودی مین قتل کیا جو کبھی جائز نہ تھا اور مردون کی روبروٹھیہ و کھلائی کچہریون مین قاضی فاسق و گواہ بدکار
کہین جان و مال کی حفاظت کے آثار نظر مین نہ تھے ظلم و فسق و فجور و بد دیانتی کا بازار گرم تھا غرضکہ نور ایمان سے اندھے ہوئے بیٹھے تھے کہ اللہ تعالے نے
انپر موجودہ قوم کو حاکم کیا جسنے انکے ظالمانہ ناخن کاٹ دیے۔ اور علم ریاضی کے حواس سے اس قوم کی ترقی جیسے کلون وغیرہ کی ایجاد مین ظاہر ہے ویسی
انکے حسن انتظام مین واضح ہے۔ جب اس جاہل قوم نے دیکھا تو اپنی جہالت سے نتیجہ نکالا کہ جس قوم کی انائی اس حد تک ہو وہ جوبات کہے ضرور
حق ہوگی لہذا اسکی تقلید مین پورے دہریہ بلکہ پورے احمق ہوگئے کیونکہ سوا سادہ تقلید کے انہین خود کچھ حواس نہین ہین ورنہ ضرور سمجھتے کہ
ریاضی کے فنون کا کمال صرف قوت حواس واہمہ کا کام ہے لہذا بچون کو اسمین جلد تر مہارت ہوجاتی ہے جو جوان کو مشکل سے حاصل ہوتی ہے
اور معجزات حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم جو معدن نبوت سے صادر ہوئے تھے اب انکا ظہور عیان ہے از انجملہ یہ تم لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح بلکہ نسے

بدتر ہو جائیگے (اسوقت کے یہود و نصاریٰ کے ظلم و بدکاریون کی ایسی ہی کیفیت تھی) اور باہمی نفاق و دینی فساد ہوگا اور علما بانی فساد ہونگے۔ دنیا مین
منہمک ہونگے۔ نصاریٰ تمام روئے زمین پر مال و اولاد مین بکثرت قوت مین اور غالب ہونگے۔ رومی تمکو گانون گانون کرکے نکالینگے۔ ایسے فتنہ ہونگے
کہ مرد حلیم حیران رہ جائیگا۔ سلطنت ایسی قومون کو حاصل ہوگی جو عقل کے نور سے اندھے بہرے ہین۔ میری امت کے قبائل مشرکون سے پرستون مین
ملتے جاوینگے مہدی رضی اللہ عنہ کے قرب زمانہ مین قریب مصر کے ایک شخص دین کے واسطے لڑیگا مگر آخر پست ہو جائیگا۔ مصر کے حاکم کا حلیہ
کوتاہ قد اضلع کرنجا بدکار مذموم آیا ہے۔ مسلمانون کے قبضہ مین سوائے حیرہ و عرب اور قریب مصر کے ایک قطعہ زمین کے کچھ خود مختار نہین رہیگا۔ اور قوم
مفسد کے بداخلاق و دیگر معجزات کثیرہ بہت تفصیل کے ساتھ مبین ہین ازانجملہ بخل کے موافق کاربند ہونا و خواہش نفس کی پیروی کرنا اور دنیا کو
آخرت پر اختیار کرنا اور اپنی اپنی رائے پر نازان ہونا۔ کذا فی الصحیح۔ اور یہ سب امور اسوقت معائنہ ہین اور اہل ایمان کے واسطے انکی طمانینت یقین کے
منور کرنے والے ہین باوجودیکہ انکو یہ رنج بھی ہوتا ہے کہ اسوقت مین یہ بھی بشارت ہے کہ انکی اصلاح ہوگی یہانتک کہ حضرت امام حق مہدی رضی اللہ عنہ
پیدا ہون اور قوم کی پیشوائی کرین لیکن امید ہے کہ انمین جماعات اہل صلاح و یقین باقی رہین کیونکہ دین حق عزوجل کی نسبت بشارت ہے
کہ انپر ایسا شخص مسلط نہوگا جو انکو استیصال کرسکے اور برابر باقی و حجت مین غالب رہیگا لہذا مترجم بھی بارگاہ حضرت باری تعالیٰ جل شانہ مین
امیدوار ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندگان صالحین مومنین کے ساتھ مین مجھکو بھی اعتقاد و دین حق پر مستقیم فرماوے اور ایمان پر خاتمہ بخیر کرے آمین
برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر واضح ہو کہ مترجم نے آسمان و زمین کے
بارہ مین اہل شرک کے خیالات باطلہ کو بدیہی دلائل سے باطل ظاہر کردیا اور اسقدر بیان انشاء اللہ تعالیٰ اہل باطل کے سکوت و انکے بطلان کے واسطے
کافی ہے اور اہل حق کی طمانینت و ایقان کے واسطے وافی ہے اور امید ہے کہ فرقہ نیچر مین سے اہل انصاف بھی اپنی ہٹ چھوڑ دین تو لامحالہ دین حق کی جانب
رجوع کرینگے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت کے ساتھ ایمان عطا فرماوے پھر جب اس تفسیر شریف سے تجربہ حاصل ہو تو امید ہے کہ اسرار شریعت منکشف
ہون اور امور حق کی راہ پاوین اور اوہام شیطانی مطرود ہوجاوین (التنبیہ) جس امر حق مین کسیکو وسوسۂ شیطانی عارض ہو اسپر فرض ہے کہ اسوقت
شیطان کو مطرود کرے یہ یقین کرکے کہ حق یہی ہے لیکن میری سمجھ قاصر ہے پھر اسکو علما محققین سے حل کرے (التنبیہ) قرآن مجید مین جو طریق دنیا بسر
کرنے کے شرائع مین ہے وہ محض زاہد فقیر سے لیکر سلطان تک کے واسطے عام ہے پس امر دنیاوی مین اسکو فقیر زاہد سے منطبق کرے اور امر آخرت مین ابرار صالحین سے
اور امر عقائد مین ہر فرد مستقل ہے اور واضح ہو کہ بعضے رموز انشاء اللہ تعالیٰ ہر پارہ کے ساتھ لاحق کیے جائینگے۔ **خاتمہ** منجملہ امور ضروریہ کے جنکی ضرورت اکثر
مستفیدین کو فہم قرآن پاک مین ظاہر ہے یہ کہ امم عاد و ثمود وغیرہ کے مقدم و مؤخر قرون کی ترتیب پیش نظر رہے تاکہ قرآن پاک مین جن امتون کے قصص عبرت مذکور ہین
ہر ایک کے حالات عبرت سمجھنے مین بصیرت حاصل ہو اور اس ذیل مین مخلوق محسوس و غیر محسوس کے بعضے دلائل و آثار کا بھی ذکر آویگا اور تتمہ مین بعضے اکابر سلف و اولیا
خلف و صلحاء امت کے بھی مراتب تقویٰ و مقامات علیہ و کرامات جلیلہ و اقوال حکمت ربانیہ کا نمونہ درج ہوگا تاکہ اہل سعادت انکی اقتدا سے اپنے معاملہ مین اتباع
سنت کی رفتار سیکھین اور دنیا پرست قوم ناہنجار کی پیروی سے شرم کرین اور جن بزرگون سے بعض لطائف اشارات بذیل آیات قدسی درج ہوئے
ہین بنظر تکریم مطالعہ کرین واللہ تعالیٰ ہو الموفق للصدق والصواب (التنبیہ) بدء خلقت کا تفصیلی حال جسقدر قرآن پاک و حدیث
صحیح مین آیا وہ مقطوع و معتمد ہے اور خوب جان لینا چاہیے کہ ہمکو جسقدر ضرورت ہے وہ اس یقینی نصوص سے حاصل ہے اور زائد قصص تاریخ جنمین
ظاہری الفاظ پر نظر ہے یہ اکثر ایسے لوگون کے لیے موزون ہے جنکے نفوس اس فانی کے فنا و اپنی موت سے غافل ہوکر دنیاوی زندگی سے دل لگا کر
مطمئن ہوگئے ہین حالانکہ جسدن آدمی پیدا ہوا اسی دن سے اسنے دنیا کی طرف پیٹھ کی اور آخرت کی طرف منہ کیا تو ہر روز یہان سے دور اور وہان سے

اختلع

نزدیک ہوتا جاتا ہی یا کہو کہ اسی دن سے موت اُسکے استقبال کو روانہ ہوتی ہی پھر کسقدر قریب ہی کہ وہ اچانک آجاوے کیونکہ عاقل تو ہر آنیوالیکو قریب اور ہر ماضی کو بعید جانتا ہی اور غافل کو ہر دم زمانہ طفولیت یاد ہی حالانکہ کبھی نہ دیکھیگا۔ جب یہ کیفیت ہی تو ان الفاظ قصص و حکایات سے کیا غرض ہی بلکہ معانی البتہ مقصود ہین تو وہ موت کے بعد خود پیش نظر ہونگے کیونکہ روح پاکیزہ کے لیے کچھ دور و نزدیک کا تفاوت نہین ہوتا ہی برخلاف اُسکے جسم مکدر ایک دیوار کے پار نہین دیکھتا۔ پھر ہر طرح کی روایات بیان تواریخ سابقین مین لا ناخواہ اپنے قلم کو دروغ کا مشاق بنانا ہی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کوئی سلسلہ اسناد نہین ہی کہ یہ خبر ہمکو فلان بزرگ سے جسنے فلان سے اُسنے فلان سے آخر تک حاصل کی۔ بلکہ جن لوگون نے ایسی روایات کو لکھا جو کتب احادیث مین موجود نہین ہین انھون نے نصاریٰ سے اور نصاریٰ نے یہود سے اور یہود اقوام سابقہ سے لیا ہی۔ لیکن اس سلسلہ پر ذرا بھی مغرور مت ہو کیونکہ زمانہ اسلام سے پہلے قطعًا بالاتفاق کوئی تاریخ لکھنے کا دستور نہین تھا چنانچہ ہنود کے شاستر کو کہ راجاؤن کے یہان کب یعنی شعراء تھے کہ اگر راجا کی فاش شکست بھی ہوئی تو انھون نے ایسے بہادرانہ پیرایہ مین بیان کیا کہ ہزار فتح کے برابر ہی پھر کاش اسی قدر رہوتا۔ بلکہ دشمن کے دس سر اور بیس ہاتھ پاؤن کا خیالی عفریت بنایا جیسے کسی شاعر نے شاہ کی تعریف مین حضرت یوسف علیہ السلام کی قد بالا کو ساٹھ ہاتھ کر کے اپنے حق مین کفر سمیٹا۔ الغرض چند روز تک یہ کبت لوگون کی بیاض و زبان پر رہا و بعد از آن بعد لوگون مین سچ مچ یہی خیال جم گئے جیسے ایرانیون کی تواریخ کا کہین وجود نہ تھا لیکن آخری شاہ مجوس یزدگرد نے باستان نامہ لکھوایا اور خیالات رستم و دیو سفید و لاکھون دیوان مازندران وغیرہ کے واقعات سے عجائب المخلوقات کا دفتر بنایا اور عجیب حرفت کو ملاحظہ کرو کہ جب شاہزادہ اسفندیار بمقابلہ باغی رستم کے قتل ہوا تو شاعران شاہی و خادمان خاص نے اُس شکست کے لیے سیمرغ کا تیر گز لانا اور رستم کا رو تن اول قریب المرگ ہو کر روز صاف تندرست ہوجانا وغیرہ خوب گڑھا غرضکہ کوئی سانحہ روزگار اور انقلاب چرخ دوار کبھی واقعی صورت سے لکھا پڑھا نہین جاتا تھا اور محققین کے نزدیک ایران و ہندوستان کے قدیم بیانات و حکایات جو اسوقت مذہبی اعتقادات کے پیرایہ مین و فاتر نظم و نثر مین موجود ہین وہ صریح باطل ہین اور یہودیون کے یہان تو باوجود تعلیم نبوت و ہدایت کے گویا اخبار یہود کا فخر تھا کہ اصلی وقائع مین طرح طرح کی نمک مرچ ملا کر عجیب عجیب قصے بناوین اور شاہی قصہ خوان کو سناوین جیسے انھین کے قدم بقدم آخر دیکھو کہ مسلمانون مین داستان امیر حمزہ وغیرہ کس حالت سے شائع ہوا لاکھون مسلمان اسکے واقعی ہونے پر دل سے یقین کیے بیٹھے ہین۔ اور اگر اُسکو لاکھون غلط بھی جانا تو شاہنامہ فردوسی و سام نامہ وغیرہ کے مطالعہ ہونے پر سوا خاص ہی خاص لوگون کے کمتر ایسے لوگ ہونگے جو کان دھرین حالانکہ خود فردوسی نے یوسف زلیخا کے دیباچہ مین بہت افسوس کیا کہ عمر عزیز اس لغویت مین برباد کی جسکی اصلیت و بنا نہین ہی اور یہ مصرع کہا کہ دو صد زان نیرزد بیک مشت خاک + یعنے اسکی دو سو داستانین ایک مٹھی خاک کے برابر نہین ہین،، اور سچ کہا اسواسطے کہ خاک آخر سچی خاک تو ہی اور وہ تو محض لغو دروغ ہی۔ پھر لکھا کہ اب مین توبہ کے بعد چاہتا ہون کہ سچا قصہ یوسف زلیخا نظم کر کے تلافی کرون۔ رہے نصرانی تو انکا مایہ بساط سوا روایات یہود کے کہان سے آویگا۔ اقوام یورپ جنھون نے تعصب چھوڑا اور لغو حمیت سے منہ موڑا بالاتفاق اقرار کرتے ہین کہ تاریخ کا فن فقط اہل اسلام سے سیکھا گیا ہی اور اقرار کرتے ہین کہ ایسی تاریخ جو انھین موجود ہی کسی قوم مین نشان نہین۔ مترجم کہتا ہی کہ باوجود سیکھنے اور سعی موفور کے بھی آجتک وہ صدق نابود ہی کیا انھین [illegible] ہو کہ اخبارات سے مجموعہ تاریخ ہی۔ یہ نہین سہی بلکہ تاریخیات سے مجموعہ تاریخ ہی حالانکہ جن لوگون کو امور مملکت و عملی حکمت سے کچھ [illegible] وہ خبر اخبار شہ سلطنت کی تاریخ کے سوا ایک زمانہ کی دیگر تواریخ پر نگاہ حقارت سے دیکھینگے اور جب اسی قرن مین یہ سب تواریخ مشہور ہون تو [illegible] خود حقیقی تاریخ غیر معتبر ہوجائیگی اگرچہ در حقیقت وہی صحیح ہی۔ پھر تاریخ اہل اسلام سے اقوام یورپ کی ہر انتخاب شدہ تاریخ ہی جو گروہ اعظم اہل اسلام [illegible]

مین معروف ہی کیونکہ وہی بہر وجہ مادہ صدق ہے اور حدیث اسی سے بدرجہا اوثق واحق ہے کیونکہ حدیث صرف ایسی ہی متقی سے قبول کرتے تھے جو دین
مستقیم اور شاہون کی ملازمت سے دور اور بدعات خروج وتشیع ورفض وغیرہا سے نفور ہو اور وہ وقت تھا کہ بسر اوقات مجمع اہل ایمان مین ہر دم
ہوتا تھا حتی کہ زن وفرزند بہر فاسق سے نفرت کرتے تھے حتی کہ صلاحیت دینی مین ہمسری کو نکاح مین اعتبار کرنا پڑا اور راوی کے حالات زندگی سے
برابر تفتیش جاری تھی پس جب کبھی شائبہ کذب مفہوم ہوا تو ترک کیا گیا گویا اسوقت کے برعکس معاملہ تھا بلکہ اس زمانہ مین جہل کا غلبہ شدید یہانتک
پہونچا کہ فاسق بدکار بیہودہ گو اور گانا سننے والا انکے نزدیک ولی کہلاتا ہے حالانکہ وہ لوگ ایسے شخص کو تعزیر ودیگر تنبیہ کرتے تھے (تنبیہ مفید)
اکابر صوفیہ کے کلام بلا خلاف متفق ہین کہ ولایت محمدیہ سب سے اعلی ہے یعنے جو بندہ کہ کمال ایقان ایمانی کے ساتھ شرع وسنت پر مستقیم ہو وہ ولی ہے نظر ہے
اور کشف وکرامات یہان کوئی چیز نہین چنانچہ سابقین ولاحقین حتی کہ شیخ عارف حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالے نے بھی لکھا کہ کشوف را بجوی نخرند اور
اسکے مانند شاہ ثناء اللہ صاحب وغیرہم نے لکھا ہے اور حضرت مولانا شاہ تراب علی صاحب قدس سرہ نے مطالب مین اسی کے مانند لکھا ہے شاہ ابو الحسن نے
لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اسی مرتبہ مین تھے ہر ایک مرتبہ ولایت مین کامل تھا کہ بالاجماع کسیکے مرتبہ کو غوث وقطب نہین پہونچ سکتا اور وہان کچھ کشف
وکرامت کی تلاش نتھی بلکہ رزق حلال کی تلاش کے ساتھ اتباع سنت انکا شعار تھا اسی طرح جو عالم کہ دنیا کی خواہش نفس سے بیزار ہو کر آخرت کا
طالب وعالم ربانی ہو وہ اسی مرتبہ مین ہے - کل ائمہ صوفیہ متفق ہین کہ مجذوب جو درحقیقت صالح مجذوب ہو وہ بھی محض بیفائدہ ہے اگرچہ اپنے حق مین
مغفور ہو - اور کبریت احمر واکسیر اعظم تو ولی ہے اور ماسوائے اسکے اقسام کثیر غیر محصور ہین لیکن ولایت بعد یقین کامل ایمانی کے ہوتی ہے پس جو کوئی
عقائد اہل السنۃ مین ناقص ہو یا مبتدع ہو وہ ولی نہین اگرچہ عوام کو ایسی کرامت سوجھے بلکہ وہ شیطان کا مسخرہ ہے اور جسکو کرامت سمجھتے ہین وہ
شیطانی استدراج ہے کیا انکو یقین نہین کہ دجال کے خرق عادات مشہور ہین - اس تنبیہ سے یہ بھی غرض ہے کہ اس زمانہ مین عوام نے اپنے ولی شیطانی پر
اعتقاد کرکے نور حق وولی حقیقی کی شناخت سے اور اولیاء راوین کے مراتب پہچاننے سے اندھاپن اختیار کر لیا - حالانکہ راویان احادیث بہت معروفین
اولیائے محمدیین تھے بخصوص جبکہ صحیح بخاری وصحیح مسلم واکثر صحاح کی احادیث کثرت طرق سے بدرجہ شہرت فائز او تیقن موجود ہے خصوص جبکہ سنہ ۲۰۰ ہجری
کے بعد جمیع اولیائے معروفین وامت نے انکی صدق پر اجماع کیے ہین اور امت محمدیہ کا اجماع ببرکت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول ومفید
تیقن ہے جب یہ امر معلوم ہو چکا تو بیان تاریخ مین جہان نص قرآنی یا حدیث سے افادہ ہوا اسکو بدون جہل تعصب کے غور سے سمجھو اور جہان
روایت اہل تاریخ یہود ونصاری ہے اسکو بلفظ روایت یا تواریخ وغیرہ ذکر کیا جائیگا تو ہم اسکی تصدیق یا تکذیب دونون سے احتراز کرتے ہین کیونکہ
اہل کتاب مین مثلا یہود مین جماعات کثیرہ وطبقات عدیدہ ایسے گذرے جو شریعت توریت پر ٹھیک قائم تھے جیسے سابقین نصاری مین اہل
حق گذرے ہین جو قسطنطین کے متوافق جماعت کے شرک سے بری وپاک تھے لیکن بالیقین ان اقوام مین اسناد کا کوئی سلسلہ نہین تھا اسوجہ سے جب انہین اہل علم
دنیا پرست ہونے لگے تو انھون نے امراء ورؤساء کے دل خوش کرنے کے لیے واقعی امور مین نمک مرچ لگانا شروع کیا اور آخر والون نے تو بڑا غضب کیا
کہ بے اصل امور کا قصہ باندھا - اور وہ بغیر اسناد کے انہین قبول ہو گیا جس سے اصلی کتب وجعلی قصص مین امتیاز متعذر ہوا اور اسکی مثال فرضی کی
ضرورت نہین بلکہ اسی کے مانند مسلمانون مین بہت سے تواریخ وقصص ہین - تواریخ مین تو بغیر امتیاز کے ہر قسم کی روایات کا مجموعہ ہے اور قصص مانند یوسف زلیخا
کے بکثرت اخبار یہود سے مملو ہے بلکہ محض لغو دروغ قصص داستان امیر حمزہ کے نام سے شائع ہے لیکن الحمد للہ کہ اس امت کے واسطے اللہ تعالے نے
ثقات کی اسناد تعلیم فرمائی لہذا دروغ گویان بے عقل نے خلط کی مجال نہین پائی - حتی کہ ہزارون بلکہ لاکھون روایات بنام احادیث بنا کر قرنہائے
متبدعین وزنادقہ نے پھیلائین جنکو علمائے ربانیین نے پرکھکر موضوع بتلادیا اور بکثرت بنانے وگڑھنے والے فرقہ رافضہ ہین پھر انسے کم شیعہ پھر زیدیہ

ہین اسی طرح مبتدعین نے بناکر اپنا فروغ چاہا۔ مگر دروغ سے فروغ غیر ممکن ہے سوا ان قلوب کے جو خود فاسد ہین قبول کرکے تباہ ہوتے ہین۔ بالجملہ حق عزوجل نے حفظ شریعت محمدی کے لیے ایک فرقہ مین امر حق کو زر خالص کی طرح مصئون رکھا اور خلط نہین ہوا۔ لہذا بیان تاریخ مین اسکا لحاظ ضرور ہے اور واضح ہو کہ بیان حقائق مین جسطرح ابتداے مقدمہ مین مترجم نے اہل نیچر وغیرہ کے اوہام فاسدہ کو رد کردیا ہے اسی طرح ذیل بیان مین بھی تردید و تحقیق مرعی ہوگی ورنہ علیحدہ تردید مناسب تھی لیکن بخوف تطویل اسکو ملتوی کرکے تذییل و تنبیہ پر اکتفا کیا گیا اور واضح ہو کہ سابق مین گذرا کہ اہل کتاب کے روایات جو مخالف نہون انکا ذکر کرنا جائز ہے اگرچہ تصدیق و تکذیب نہین کرسکتے اور نہ اسکی بناپر کوئی حکم شرعی نکال سکتے ہین اور نہ ہمکو ان غیر ضروری امور کی حاجت ہے بلکہ قرآن مجید و حدیث مبارک خوب کافی شافی ہے علما نے نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے اس زمین مین جن آباد تھے اور اسکی خلقت بحکم قولہ تعالیٰ۔ خلق الجان من مارج من نار۔ آتشی ابر کے یا دخان کی ہے جیسے ملائکہ کی خلقت نور سے ہے اور جو فرق نار و نور مین ہے وہی تفاوت بعید جن و ملک مین ہے اور یہ خلقت جنی بنظر فطرت کے صفات خالق عزوجل مین سے مظہر صفات غضبی کے واسطے الیق ہے جیسے خلقت ملائکہ بسبب فطرت مظہر صفات لطافت و طاعت ہے کیونکہ جب ملائکہ مین مادہ اشتہا نہین تو معصیت کا صدور بنظر خلقت محال ہو ہان اگر اللہ تعالیٰ بنظر ابتلا و امتحان انمین سے کسی فرد کو ماہیت سے تبدیل فرماوے تو اسکو اپنے مخلوق کا ہر طرح اختیار ہے اور وہ خوب علیم حکیم ہے کیونکہ کسی چیز کی ماہیت منقلب کرنا کسی مخلوق سے ممکن نہین اسیواسطے کیمیا محال ہے کہ چاندی کی ماہیت بدلکر سونا کرسکے سواے اللہ تعالیٰ کے کہ وہ ہر چیز کی ماہیت اپنے قبضۂ قدرت مین تام و مسخر رکھتا ہے وھو القاھر فوق عبادہ وھو [illegible]۔ اور یہ سحر سے بھی غیر ممکن ہے کیا تم نہین دیکھتے کہ ساحران موسیٰ باوجودیکہ فن سحر مین کامل استاد تھے فرعون سے خواستگار ہے کہ اگر ہم غالب ہون تو ہم لوگ ضرور انعام کے مستحق ہونگے۔ پس اگر کسی حیلہ سے وہ تانبے کو سونا بناتے یا کنکریون کو لعل و جواہر کرسکتے تو انکو انعام فرعون کی خواہش نہوتی پھر بھی لوگ میدان مین لاٹھیان و رسیان ڈالکر بہت بڑے اژدہے لائے جنکی ہیبت سے تمام لوگ گھبرا گئے قال تعالیٰ سحروا اعین الناس واسترھبوھم وجاؤ بسحر عظیم۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ٹھٹھکے کہ دیکھیے اُس پاک پروردگار کو کیا منظور ہے شاید کہ مظہر غضبی کا غلبہ ہو لہذا ارشاد پہونچا کہ نہ ڈر بلکہ تو ہی غالب کیا گیا ہے اور اپنا عصا ڈالدے۔ یہ عصا حقیقت مین بدلکر اژدہا ہوگیا کہ ساحرون کی تمام لاٹھیان و رسیان نگل گیا اور سب ہضم ہوا اور آخر دست موسیٰ مین پھر وہی عصا ہوگیا۔ اسی وقت ان کامل ساحرون نے یقین کرلیا کہ ہرگز جادو نہین ہوسکتا اور یہ از جانب خالق عزوجل معجزہ ہے کیونکہ انکو علم سحر سے ادراک موجود تھا بخلاف جاہلون کے لہذا تونے دیکھا کہ فرعونیون کو کچھ بھی نفع نہوا۔ بلکہ فرعون نے جہالت سے کہا کہ موسیٰ تم لوگون کا استاد ہے اور یہ کسقدر شدید جہالت تھی۔ آخر ایسے ہی احمق جو اپنے خالق عزوجل کی بدیہی معرفت تک نہین جانتے و محض بے عقل ہوتے ہین یہی جہنم کے لائق ہین اسیواسطے حدیث مین علامات قیامت سے آیا کہ گونگے بہرے روے زمین کے بادشاہ ہونگے یعنے دنیاوی سلطنت کے اسباب مین بڑے دانا مگر معرفت حق مین بالکل جانور سے بدتر ہونگے۔ الحاصل جن و ملک مین کوئی فطرت قابل تبدیل نہین ہے لہذا ملائکہ جب کدورات جسمی نہین رکھتے ہین تو سہو و نسیان وغیرہ اُنسے محال ہے اور طاعت انکی جبلت ہے اور جن نے آخر اس زمین مین فساد شدید کیا پھر خالق عزوجل نے اپنے علم قدیم کے موافق آدم علیہ السلام کو جو جامع مظہر صفات غضب و رحمت و جامع لیاقت طاعت و معصیت ہین پیدا فرمایا پس آدم مین نار و نور کا اجتماع ہے۔ اور واضح ہو کہ ابلیس بھی از قسم جن ہے۔ لقولہ تعالیٰ کان من الجن الآیۃ۔ اور اس نص سے نکلا کہ ابلیس انکا پدر اول نہین ہے یعنے وہ ابوالجان نہین ہے۔ بیضاوی نے زعم کیا کہ جن مین بھی ترکیب عناصر موجود ہے لیکن جوہر ناری غالب ہے اسی وجہ سے غیر محسوس ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے واسطے ایک عقلی تائید یہ ہوسکتی ہے کہ اناج و گوشت وغیرہ غذاے انسانی ہے جن کے واسطے غذا ہے اور اطبا متفق ہین کہ غذا مشابہ منتشر

ہوتی ہی تاکہ غذا انکو مستحیل ہوکر مغتذی کا جز وہو جاوے تو ضرور ہوا کہ ترکیب جن بھی انھین عناصر سے ہو رہا یہ بیان کہ یہی اناج وگوشت غذائے
جن ہے تو اس دلیل سے کہ آنحضرت صلعم نے ہڈی سے استنجا منع فرمایا کہ یہ تمہارے برادران جن کی غذا ہے۔ اور قصہ اسلام جن کی روایت صحیحہ مین آیا کہ
ان لوگون نے اپنے واسطے غذا کی درخواست کی تو آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ جس ہڈی وغیرہ پر گذر ہو انکو اسمین مثل سابق کے غذا میسر ہو گویا نہ کھائی
نہین گئی ہی اور ہر لید وگوبر سے انکے جانورون کو دانہ وگھاس حاصل ہو۔ اور نیز روایت صحیح مین وارد ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رمضان کے صدقہ
الفطر پر مامور ہوئے جو جمع کیا گیا تھا ناگاہ رات مین ایک جن چوری کرتے ہوئے گرفتار کیا اور اسنے فاقہ عیال کی آہ وزاری کی آخر چھوڑا جب صبح ہوئی تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ کے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تیرا رات کا چور کیا ہوا جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپکو معلوم ہے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسنے
اپنی محتاجی شدید بیان کی جسپر مجھے ترس آیا تو مین نے چھوڑ دیا کیونکہ اسنے عہد کیا کہ پھر ایسا نہین کریگا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے پھر آویگا چنانچہ
یہی ہوا آخر تیسری بار اسنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو سکھلایا کہ یہ آیۃ الکرسی پڑھے تو کوئی جن قریب نہین ہوسکتا جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپنے فرمایا کہ اسنے یہ بات تجھسے سچ کہی اگرچہ وہ جھوٹا ہے۔ اور اس قصہ کے مانند تفسیر آیۃ الکرسی مین تلاش کرو
پس معلوم ہوا کہ جنون کی غذا مشارک ہے لیکن یہ لازم نہین آتا کہ بعینہ جسم عنصری انکی غذا ہو اسواسطے کہ عنصر ناری خود انہین موجود ہے پس شاید یہی
معنے مین غذا ہوتا ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنون کو اپنی معاش مین ہمارے دم سے غذا وغیرہ حصول ہوتی ہے اگرچہ بذریعہ قہری وحرام ہو شاید اسی وجہ
اسلام لانے والے جنون نے اس سے پرہیز کیا اور اپنے واسطے غذا کی درخواست کی اگر کسی شخص کو وہم ہو کہ آپ تو جن وشیطان کی خلقت بیان
کرتے ہین حالانکہ اس زمانہ قرب قیامت مین علوم دقیق سے جہالت کلی ہوگئی اور صرف جسم پروری وحواس جسمانی پر مدار کار ہے حتی کہ ایک فرقہ انسانی
صورت وشیطانی سیرت جو سوائے محسوسات ظاہری کے ہر موجود سے جہالت رکھتے ہین جن وشیطان کے وجود ہی سے منکر ہین۔ جواب دیا جائیگا کہ آپ
امور حق کو بغیر پراگندگی حواس عقلی کے حاصل کرتے جائیے اور عنقریب انشاء اللہ تعالی صحیح دلائل سے آپکو انکا وجود معلوم ہوجائیگا اور یہ شبہ معلوم ہے
کے واسطے اس امر کی ضرورت ہے کہ مقدمات ذہن نشین ہون فانتظرہ۔ القصہ ابلیس بھی از قسم جن ہے حتی کہ جب وہ بحکم الٰہی عزوجل ملعون ہوا تو اسنے درازی عمر
کے واسطے درخواست کی تاکہ قیامت تک زندہ رہے پس اگر وہ ملائکہ مین سے ہوتا تو اس درخواست کے کچھ معنے نہوتے۔ سفایت فرق یہ کہ ابلیس کے واسطے موت
نہین ہے اور شاید یہ خصوصیت ابلیس ملعون ہی کے واسطے ہے اور محتمل ہے کہ خاص اسکی ذریات بھی دائمی ہون لیکن مخلوق بحقیقت جسکے مطیع اعتقاد وہواسی کی
ذریت ہے پس انسان مین سے جمیع اہل شرک اسکی ذریات ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ بحکم قولہ تعالی شیاطین الانس والجن الآیۃ مین انسانون کے
شیاطین بیان فرمائے بلکہ انکو مقدم کیا کیونکہ آدمی کے واسطے آدمی زیادہ مضر ہے اسواسطے کہ وہ بالطبع اسکی جانب میلان کرتا واسکی باتون پکان
دھرتا ہو چنانچہ اسوقت مسلمانونکو اعتقادات حقہ سے بہکانے وشک ولانے مین اہل شرک ظاہری یہود ونصاری وہنود ومجوس کا فتنہ چندان مضر نہین جسقدر کہ
فرقہ نیچریہ معتزلہ وغیرہ سے مضر ہے کیونکہ اس فرقہ نے ظاہری صورت اسلام ولباس ونام کے پیرایہ مین اپنی جاہلانہ کفرو بد اعتقادی کیطرف بہت سے جاہل مسلمانون کو
دائرہ کفر مین کھینچ لیا اور یہ بدبخت سادہ لوح ظاہری صورت پر فریفتہ ہوکر مطیع ہو گئے نعوذ باللہ من ذلک۔ یہ کلام بطور جملہ معترضہ تھا اور
مقصود بیان خلقت ہے پس روایت ہے کہ جب جنون نے باہم فساد وفسق کیا تو اللہ تعالی نے انکو پہاڑون ودریاؤن وجزائر مین نکال دیا شیخ سیوطی نے
اس روایت پر اعتماد کرکے داخل تفسیر فرمایا پس اگر صحیح ہو تو ابلیس واسکی ذریات بھی داخل ہونگی لیکن انکو ابلیس کے واسطے اختلاط کی اجازت ہوگئی اور بہر حال
نزدیک اسرائیلی روایات مین سے معلوم ہوتی ہے اور میرے نزدیک تحقیق اسکے خلاف ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے جو امور مستفاد ہوتے ہین وہ اس امر کو متقضی
نہین ہین کہ جن وشیاطین آبادی انسان سے خارج مساکن رکھتے ہین چنانچہ سنن وغیرہ مین خشوش یعنے پاخانہ کے واسطے مذکور ہے کہ ان مواقع محضور

محتضرۃ یعنے ان مقامات نجس مین خبائث مذکر و مونث حاضر ہوتے ہین۔ بعض روایات مین ہے کہ یہ مقامات انکے شب گذاری کے لیے ہین پس اجنس مین گھورہ وغیرہ گندہ مقامات شامل ہین۔ گھر کے سفید خرد سانپون کے قتل سے منع فرمایا اور حدیث مین سانپ سے اعلام کرنا کہ اگر اس شکل مین جن ہے تو چلا جا و ورنہ ہم قتل کرینگے پھر تیسری مرتبہ کے بعد مار ڈالے۔ اور حدیث مین سوراخون کے اندر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے بعض سلف نے کہا کہ کہا جاتا تھا کہ یہ جنون کے مساکن ہین۔ حدیث مین بعد العصر اور ابتداے غروب مین تحفظ اطفال کا ارشاد بسبب اطلاق شیاطین مذکور ہے اور حدیث معراج کے بعض روایات مین جو بظاہر معراج معروف سے علاوہ ہے جانب زمین نظر کرنے سے ہجوم بخارات کے مانند تاریکی دیکھی جسکا معنوی سبب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تلبیس شیاطین کے بعض آثار بیان کیے کہ جس سے بنی آدم اس آسمان کے انوار دیکھنے سے محروم ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ فرقہ پلید گمراہ مادی کی تقریر کہ آسمان کا وجود نہین کیونکہ اسکو دوربین سے نظر کرنے مین کھنکھجورے وجھاڑ وار درختون کے اشکال نظر آتے ہین اور آسمان نظر نہین آتا۔ مترجم کو یقین ولاتی ہے کہ ابلیس اپنے ذریات پر تسلط پایا ہے حتی کہ حدیث شریف مین جو کچھ مذکور ہے وہی کرشمہ دکھلایا۔ واللہ تعالے اعلم۔ اور حدیث مین نہانے جانے مین تسمیہ و تعوذ پڑھنے کی علت یون مذکور ہے کہ جسنے تسمیہ نہین پڑھا تو جن و شیطان سے پردہ نہین ہوتا حتی کہ وہ مقاعد بنی آدم سے مضحکہ کرتے ہین اور اگر تسمیہ پڑھا تو مستور رہتا ہے اور لوث نجاست سے بھی حفاظت ہے۔ اور حدیث مین دروازہ بند کرنے مین تسمیہ و برتنون کے ڈھانکنے کے احکام و مانند اسکے معلل ہین کہ تلبیس شیطان سے حفظ ہے اور واضح ہو کہ اہل العلم جانتے ہین کہ جادو نظر بد نجس و موذیات بھی بسلسلہ غضبی سی شیطان کے اسباب و آلات ہین۔ اور حدیث مین جماع زوجہ کے وقت شیطان کے دور ہونے کی دعا بھی حفاظت نفس و اولاد ہے۔ اور روایت ہے کہ ایک عورت اپنی فرج مین سوزش باقی تھی اور بعد اسلام کے اسنے ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جن کے وطی سے تھا۔ غرضکہ اس بارہ مین احادیث و آثار بکثرت قریب متواتر المعنی ہین اور مواقع تفسیر مین انشاء اللہ تعالے بیان کافی آویگا۔ بعض علماے اسرار کے نزدیک سوال و جواب نفیس ہے اور وہ یہ ہے کہ طبیعت انسانیہ و جنیہ مین طبعی تضاد ہے حتی کہ مماست جنیہ مورث جنون ہے اور روایات مین مجنون کے حق مین اسی قسم سے وارد ہوا اور مصروع بحکم قولہ تعالے یتخبطہ الشیطان من المس مس جن کا اثر ہے اور صحاح مین عورت مصروعہ کے حق مین اسی قسم کی تصریح آئی ہے یعنے ایک عورت کو مس جن سے صرع تھا اُسنے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مین عرض کیا کہ آپ دعا فرماوین کہ اللہ تعالے مجھے شفا عطا فرماوے آپنے فرمایا کہ مین تیرے واسطے دعا کرون کہ تجھے شفا ہو اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور تیرے واسطے جنت ہے پس اُسنے عرض کیا کہ مین صبر کرونگی اور میرے واسطے جنت ہو لیکن مین اسقدر چاہتی ہون کہ اس حالت مین بے پردہ نہوا کرون پس آپنے اسقدر کے لیے دعا فرمائی تو وہ آیندہ بے پردہ نہوتی تھی اور لوگ اسکو جنتی کہا کرتے تھے جیسے ایک انصاریہ عورت کی نسبت فرمایا تھا کہ تو شہید مریگی تو اسکو لوگ شہیدہ کہا کرتے حتی کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خلیفۂ اول و دوم اسکی زیارت کے لیے جایا کرتے آخر اسکا انجام یہ ہوا کہ حضرت خلیفۂ دوم کے عہد مبارک مین اسکے لونڈی غلامون نے جن کو اُسنے کہدیا تھا کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو ایک روز رات مین گلا گھونٹ کر مار ڈالا اور بھاگ گئے۔ آخر گرفتار ہو کر قصاص مین قتل ہوے۔ اور مسند دارمی مین ہے کہ سفر مین جاتے ہوے ایک عورت نے راہ مین اپنا بچہ پیش کیا کہ اسکو مس الجن ہے اور بری حالت بیان کی آپنے دست مبارک سے اسکے سیاہ تھکا قے کیا پھر جب آپ لوٹے تو اُسی عورت نے شکر گزاری کی کہ اب یہ بچہ بالکل اچھا ہے اور اسکے نظائر و امثال کثیر ہین پھر آدمی ان جنون کے ہاتھ سے کیونکر بچتے ہین اور وارد ہوا کہ وبا کی نسبت وخز الجن فرمایا اور خون استحاضہ کی نسبت رکض الجن فرمایا پھر شیطان بدن انسان مین مانند خون کے رگون مین ساری ہے اور عداوت ظاہرہ مین کوئی شک نہین ہے لیکن وخز و رکض و مساس مین اسکو ذاتی قدرت مانند دیگر مخلوقات کے حاصل نہین ہے اور یہ تسلط باذن اللہ عز وجل ہوا کرتا ہے اور نظائر خود جسم انسانی و آفاق مین بکثرت موجود ہین از انجملہ ترکیب مادہ جسم مین خاک باد آب آتش اور انکے مفردات خون صفرا و سودا و بلغم جو ہر جسم مین محسوس موجود ہین باوجود ضدیت کے غیر ممکن ہے کہ کوئی

مگر جب ہی کہ خالق عز وجل کے تصرفات سے اجازت ہوتی کہ موت کے وقت مادہ ہوائیہ یعنی خون بالکل ہوا ہو جاتا ہے اور صفرا یعنی آگ سے خالی ہو کر بلغم
خاک یعنی مرکز خاکی مین گل سڑ کر خاک ہو جاتے ہین اسی طرح انسانی قوالم مین باوجود وجوہ عداوت کے نفع وضرر کی قدرت ذاتی نہین ہوتی ورنہ
مادی طور پر جو اسباب موانع یہان محسوس ہوتے ہین وہان غیر محسوس موجود ہین مثلاً حق تعالے نے ہر آدمی کے لیے ملائکہ محافظین کیے ہین انکے اثر
تو بسبب نار شیطانی بجھ جاتی ہے اور بھید یہ ہے کہ دھوان جو مادیات مین محسوس ہوتا ہے سیاہ تاریک ہے اور وہ قوام ذاتی شیطان کے واسطے مقوم ہے کیونکہ اسکی
پیدایش اسی سے ہے اور نور جس سے ملائکہ کی خلقت ہے بالکل اسکے برعکس ہے اسیواسطے مادہ شیطانی جسطرح بالذات ملازم عصیان ہے ملائکہ اسکے برعکس بالذات مطیع ہین
اور بالعرض بھی عاصی نہین ہو سکتے اسواسطے کہ عصیان بدون تاریکی نہین ہو سکتا اور یہ وہان غیر ممکن ہے بخلاف آدمی کے کہ اسمین جسم و اسکے متعلق
قواے جسمانیہ کی راہ سے کدورت و تاریکی ہے تو اسطرف سے وہ معاصی قبول کر سکتا ہے اور اسمین عقل و روح کی جہت سے نافرمانی نہین ہو سکتی ہے۔ اور
اسی سے پتہ مل گیا کہ عوام اقوام کفار جس چیز کو عقل سمجھتے ہین یعنے حواس جسمانی مانند قواے دماغی وغیرہ کے جنکی فکر و غور سے جسم کی ضروریات و آرایش
و آسایش کے اسباب حاصل کرنے مین کام لیتے ہین اور اسکو عقل سے کام لینا خیال کرتے ہین اور جو شخص اسمین جسقدر زیادہ قوت رکھتا ہو اسکو
زیادہ عاقل سمجھتے ہین یہ محض غلط ہے اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ کافر نے تا دم مرگ اپنے اندر سوا ان حواس کے کوئی معنے نہین پائے جس سے وہ عقل و حواس مین
امتیاز کرتا اور بے عقل رہنا اسکو مع قوم کے کبھی معلوم نہ تھا تو وہ بیچارہ سوا اسکے کیونکر عقل کو پہچانتا کیونکہ عقل تو روح کے ساتھ اس طرح ہے جیسے جسم کے ساتھ
حواس ہین اور روح کے تھے سے وہ بوجہ کفر اختیار کرنے کے محروم کر دیا گیا چنانچہ قوله تعالے ختم الله على قلوبهم الآية - کی تفسیر مین توضیح آویگی یہان
تو ہم نے بہ حواس سمجھنے سے معارضہ کرینگے کہ قواے دماغی ہی کو مسلم نہین ہین بلکہ جسم مین قوت باصرہ و قوت خیال و مدرکہ وغیرہ کوئی چیز نہین ہین بلکہ یہ
تو خون کی روح ہے جسکو ہم لوگ کیا کیا کہتے ہین حتی کہ جب خون نہو تو کچھ کام نہین چلتا ہے جواب دینا چاہیے کہ ہمکو معلوم ہو چکا کہ عقل سے تو کل کفار محروم ہین مگر اکثر لوگ
ذی ہوش تھے اور تم اپنے کبھی بدترو رحمہ پہ پہنچے اور ہمکو حدیث اعجاز سے پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا کہ علامات قیامت سے ہو گا کہ گونگے بہرے روے زمین پر مسلط ہونگے
مع توضیحات کے جو تم لوگون پر صادق ہین اسواسطے کہ تمہارا یہ قول اگر بد حواسی نہین ہے تو ہم پوچھتے ہین کہ اگر یہان قواے مدبرہ نہون بلکہ صرف خون کی تاثیر ہے
تو وہ انگلی مین بھی موجود ہے چاہیے کہ وہ دیکھنے والی و سننے والی مخیلہ مدرکہ ہو جاوے بعض نے اقرار کر لیا کہ ہان یہ بات ممکن ہے لیکن اس سے کہا جاوے کہ جب
قیم معدہ سست ہو گیا مثلاً شراب زیادہ پی گیا کہ اسکی حرارت سے قیم معدہ کو تزلزل ہوا تو بھوک کی خواہش ساقط ہے باوجودیکہ اسکی آنکھ مین گیاس کو موجود ہے
پھر جب قوت کوئی چیز نہین تو خواہش مذکور بدستور ہونا چاہیے۔ اور جب گیاس مذکور سے بھوک کی خواہش ہے تو خوب پیٹ بھرنے کے بعد بھی بوجہ
گیاس کے برابر بھوک موجود رہنا ضرور ہے شاید برخلاف تمہارے اس گیاس مین حواس ہین کہ تدبیر سے وہ ضرورت کے وقت خواہش کرتی ہے کہ پیٹ بھر جاوے پھر
اشتہا نہین رہتی۔ اسیواسطے وہ گیاس اس طعام کو ہضم کرنے اور غذا لینے کے بعد اسکا بھوک بیفائدہ بذریعہ خواہش پاخانہ کے دفع کر دیتی ہے لیکن اگر اس گیاس
مین ایسے حواس موجود ہین تو ہم اسیکا نام قوت رکھتے ہین پھر تم ناحق بد حواسی کرتے ہو۔ اسی طرح ہضم بذریعہ قواے معدہ ہے اور اہل تحقیق اطبا کے نزدیک
نفس مدبرہ جسکو الله تعالے نے جسم کی تدبیر کے واسطے مخلوق فرمایا ہے بذریعہ اسکی عادت کے قیم معدہ پر سودا گرانے سے اشتہا کو حرکت ہوتی ہے اور معدہ کے قواے
اربعہ اسکو وقت معہود تک روک کر ہضم کر کے فضلہ کو قوت دافعہ کے ذریعہ سے دفع کرتی ہے حتی کہ اگر روکنے والی قوت کمزور ہو تو بغیر ہضم کے طعام نکل جاتا ہے
اور اگر دافعہ کمزور ہو تو فضلہ خارج ہونے مین پریشانی ہوتی ہے۔ اگر ان دلائل کے موافق قوت سودعہ کوئی چیز نہو تو گیاس جو ذات واحد ہے ان مختلف افعال کو کیونکر
کر سکتی ہے اور زبان کی سطح مین ذوق کی قوت مودعہ سے مزہ دریافت ہوتا ہے پس اگر گیاس ہے تو سطح جسم بلکہ ہاتھ کی سطح سے ذوق کا ادراک ہو جاوے اور ابتدا
نطفہ مین گیاس ہو تو کیونکر سر و دماغ اور ہاتھ و پاؤن و نر و مادہ کے لیے مادہ جدا کرتی اور کیونکر اعضا کے مختلف اشکال قائم کر سکتی ہے علاوہ برین بھی گیاس کیونکر

ہر فرد بشر کی شکل صورت دوسرے سے متغائر لاتی ہے علاوہ بریں جب قوائے مودعہ تمکو اپنی ہر جائیں مفہوم نہیں تو یہی گیاس ہر جز کیا وجہ کہ لوگوں کے طبائع نیکی بدی کی
خواہشوں میں مختلف ہیں باوجودیکہ گیاس متحد ہے اور دماغ کے اندر جب خون و گیاس کے سوا کچھ نہیں تو یہ خیال و حافظہ و وہم وغیرہ مختلف امور کیوں ہیں اور کیوں ایک
شخص ایک چیز کو مرغوب و محبوب رکھتا اور دوسرا اس سے نفرت کرتا ہے اور شک نہیں کہ چیزوں میں خواہش طبعی امور بدیہی ہیں حالانکہ تمکو محسوس نہیں ہوتا ورنہ کوئی
مادہ سوائے معمولی مواد کے موجود ہے اگر کہو کہ ہاں وہاں کوئی امر ہے اگرچہ ہمکو محسوس نہیں ہوا تو جواب یہ کہ ہاں یہی ہمارا مطلب ہے کہ تم جہالت سے یوں
مت کہا کرو کہ سوا مادہ کے کوئی چیز موجود نہیں ہے جو مادی نہو وہ باطل ہے کیا نہیں دیکھتے کہ قلیل پانی اگر باریک سوراخ سے عمق و دراز تک جاوے تو اس میں اس عمق
کے انداز سے قوت پیدا ہو جاتی ہے حتی کہ پہاڑ توڑ کر دریا جاری ہو جاتے ہیں اور چھت میں دیوار کے اندر چیونٹی کے بل سے جو پانی سماتا ہے تو دور تک
پہونچکر دیوار توڑ دیتا ہے حالانکہ دیوار پر صدہا مشک پانی سے یہ کیفیت نہیں ہو سکتی ہے پھر اگر یہ خواص طبعیات میں ہیں تو یہ قوت نہیں بلکہ وہی
گیاس - معاذ اللہ تعالی حماقت کی بھی کوئی حد ہے کہ خود اقرار اور اسی سے انکار - واضح ہو کہ اوہام تخیلہ نے پانی کے حق میں سیلان بجانب مرکز ثقل قرار
دیا ہے حالانکہ جب ایک نل کو کنوئیں میں ڈالو اور کسی ڈاٹ کے ذریعہ سے جسکو سطح پانی سے نل کے اندر اوپر کھینچو حتی کہ ہوائی رسد باقی نہ رہے
تو پانی سطح سے نل کے اوپر چڑھیگا حتی کہ جہانتک ڈاٹ چڑھی ہے اسکے پیچھے پانی چڑھتا چلا آویگا جب چاہو اس کل کے ذریعہ سے پانی رواں کر
اور وہ اکثر مقامات پر بنی ہوئی موجود ہیں تو اعتراض صحیح وارد ہے کہ اقتضائے طبعی پانی کا بیشک مرکز ثقل کی جانب رجوع کرنا ہے یہاں ہرگز پانی نہ رہا
اگر عذر کرو کہ خلا ہو جانے سے پانی چڑھتا تو بھی ہمارا مطلب موجود ہے کہ علاوہ مادہ کے قوت ہر صورت میں موجود ہے بلکہ کوئی بات ہو پیدا اور اگر کہو
ہے اگر یہی گیاس خون ہے تو ہر جانور میں موجود ہے اور ہر جانور جانتا ہے کہ پانی ہی نباتات کا سبب ہے اور اگر دماغ انسانی کی خصوصیت ہے تو خاصیت علاوہ
گیاس کے مسلم ہے عجب کہ اس فرقہ کی جہالت سے بدیہی اقرار و انکار جمع ہو جاتا ہے اور خود اسکو شعور نہیں ہوتا مثلاً کہتا ہے کہ جو چیز خلاف عادت
پیدا ہو وہ اشیائے خارجی کا اثر ہے پھر جب کہو کہ اثر و قوت امر مسلم ہے تو انکار کرے اور میں نمونہ کے واسطے قدر کفایت امور بیان کر دیئے کہ اس فرقہ جاہل کے اوہام
رد کرنے کے لیے ہر عاقل صدہا نظائر نکال سکتا ہے اور خوب جان رکھنا چاہیے کہ جن اوہام پر شیطانی تسلط ہے وہ خلاف عقل بہت سے وہمیات کو جو بدیہی فاسد و باطل
ہیں اسطرح قبول کرتے ہیں کہ جیسے اہل عقل امور حق کو لیتے ہیں اور شاید حکمت بالغہ الہیہ اسمیں یہ ہے کہ اہل حق کو نور عقل و فراست سے ہر وہم باطل گویا آئینہ کی طرح نظر
آتا ہے تو فوراً اسکو پہچان جاتے ہیں اور اہل باطل چونکہ عقل سے بے نصیب ہیں تو انکے لیے امر عقل دریافت کرنیکا کوئی ذریعہ نہیں کیونکہ وہ فقط عقل ہی سے نہیں بلکہ
محال وہ انکی سمجھ میں ہرگز نہ آویگا اور وہمی ادراک کا ذریعہ خود قوی موجود ہے تو ضرور یہی انکی سمجھ میں سماویگا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ جاہل لوگوں سے جب مسائل بیان کیے
جاویں تو مرغوب طور پر جلد ادراک کرتا ہے اور اگر دقائق حکمت سے توجہ کرو تو وہ اسکو مہمل جانتا ہے کیونکہ ادراک سے عاجز ہے یہی حال ان تمام کفار مشرکین کا ہے واسطے
خاصہ لازم ہے کیونکہ اللہ تعالی نے آدمی کو مادی جسم و قوی سے اور روحی نور عقل ملکی سے مرکب فرما کر دار دنیا اور آخرت میں مختار کیا اور ہر ایک کے واسطے لوازم
خاص ہیں پس اگر اسنے آخرت کو اختیار کیا اور ایمان لایا تو اسکے لوازم سے نور عقل ہے جس سے وہ اپنے مقام کے سامان مہیا کر سکے یعنی معرفت و علم صفات و حقائق قدرت
و حکمت افعال وغیر ذلک تاکہ طاعت ظاہری و باطنی سے اپنا مقام معمور کرے اور اگر اسنے دنیا اختیار کی تو اسکے لوازم سے یہ ہے کہ وہ راہ جس سے نور عقل ظہور کرے
مہر کر دی گئی اور اوہام و مادیات حواس و شہوات جسم کا دروازہ کھول دیا گیا تاکہ دنیا وی آرایش و اسکے اعتقادات اوہامی میں راسخ ہو اور زینت دنیا کی طرف
راغب ہو کر ہمہ تن اسکے لیے ساعی ہو اور بذریعہ قوت حواس کے اسکی تدبیرات میں کامل ہو تاکہ وہ اپنے دار جہنم کے اسباب جمع کر سکے لہذا جو شخص ازلی کافر ہے وہ
اپنے حواس میں کیسا ہی ہوشیار و فائق ہو غیر ممکن ہے کہ امور عقل و معارف میں جو راہ آخرت سے ہیں کوئی بھی جان سکے اسواسطے کہ ضرور انکا ادراک بذریعہ عقل
ہو گا جس سے یہ محروم ہے یہ مغالطہ نہو کہ وہ بڑا عاقل ہے میں پہلے ہی تنبیہ کر چکا ہوں کہ یہ حواس کی تیزی و تدبیر کو عقل کہتے ہیں کیونکہ کفار کو سوا اسکے کبھی عقل نہوئی

نہین ہوا تاکہ وہ امتیاز کرتا اسی وجہ سے وہ بدیہی امور جنکو ضعیف مومن سمجھ جائیگا وہ بڑے ہوشیار کافر کو کبھی سمجھ مین نہ آوینگے اور معلوم ہو چکا کہ وہ بیچارہ
معذور ہے اگرچہ وہ دنیا اختیار کرکے اس حالت پر پہونچنے مین بدبخت ہے۔ اس تنبیہ سے مقصود یہ ہے کہ اکثر عوام وسوسۂ شیطانی سے مشتبہ ہوجاتے ہین کہ فلان
شخص یا فلان قوم باوجود اس دانائی کے جب امور حق سے منکر ہے تو کیا باعث ہے اور یہ معلوم نہین کہ حالت مذکورہ وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی اور نص صریح
مین ہے کہ یہ تمام دنیا اگر اللہ تعالے کے نزدیک مچھر کے پر برابر قدر رکھتی ہوتی تو کافر کو اسمین سے گھونٹ بھر پانی نہ ملتا۔ اور حدیث مین ہے کہ تم متنبہ ہوکر سنو کہ یہ
دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا مین ہے سب ملعون ہے لیکن یاد الٰہی عزوجل اور عالم و علم سیکھنے والا اسمین نہین ہین منجملہ اوہام کفار کے یہ مسئلہ ہے کہ زمین کی خشکی ایک خفیف
چٹ ہے اور اسکے گرد کھاری سمندر عمیق بدرجہا کثیر زائد بھرے ہین پھر بھی یہ چٹ اس مین نہین گلتی ہے اور نہ پانی کسی جانب بہ جاتا ہے۔ کافر یہی کہتا ہے کہ وہ گلاتی ہے
تو سوکھ جاتی ہے اور پانی بھی چکر کر چڑھتا رہتا ہے۔ استغفر اللہ عزوجل کافرون کی جہالت بھی مضحکہ ہے۔ تم تعجب نہین کرتے کہ یہ بدبخت کیسے اس باطل وہم کو دل سے مانتا ہے
اور قدرت حق عزوجل ماننے سے جانور کی طرح دم اٹھا کر بھاگتا ہے اور اسکا بطلان مدلل سابق مین بیان کردیا ہے۔ جیسے آثار قدرت حق سے ہے کہ خشکی مین
آب شیرین خوشگوار ودیعت ہے اور پاس ہی متصل سمندر شور تلخ کہ ہرگز دونون مین اتصال نہین ہوتا کما قال تعالیٰ ھذا عذب فرات و ھذا ملح اجاج
وجعل بینہما برزخا وحجرا محجورا۔ یعنے یہ آب شیرین خوشگوار ہے اور یہ شور تلخ ہے اور حق عزوجل نے انکے درمیان مین برزخ و پردہ ممنوع کردیا۔ اور دیگر
آیات ہین پس یہ عجائب قدرت خالق جل شانہ سے ہے۔ جو کافرون کی سمجھ مین نہین آتی ہے جب تجھے معلوم ہو چکا کہ عالم بے انتہا اور غیر محسوس ہین اور
جانور حواس کے پاس نہین ہین اور حسن صنعت خالق عزوجل غیر متناہی ہے تو جن و انسان کا اختلاط ملائکہ کے یہی نظیر قوی و جسم ہے اور کچھ بھی اوہام باطلہ کو یہان
گنجایش نہین ہے اور کسی چیز کا نظر نہ آنا اور جسم کے ذریعے سے دریافت نہونا ہرگز اسکی دلیل نہین کہ وہ کچھ چیز نہین ہے چنانچہ تحقیق سابق سے معلوم ہو چکا

روایت ۔ ہے کہ جب جن نے بمقتضاے طبع شرارت کے فساد کیا تو اللہ تعالے نے بذریعہ ملائکہ کے انکو پہاڑون و جزائر مین منتشر کردیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت
اسرائیلی مین شاید تحقیق یہ ہے کہ اصل مین ملائکہ نے انکو برزخ سے مجبور کیا اور غالبا انکے مراکز ان جبال و جزائر مین رکھے اور یہ مراد نہین کہ اس زمین معمورہ
سے خارج کردیا کیونکہ صحاح احادیث مین مکہ و مدینہ و نصیبین وغیرہ کے جنون کا ذکر ہے اور وارد ہوا کہ یہ پاخانہ کے مقامات خبائث کے حاضر ہونے کے
مقامات ہین اور وارد ہوا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے اور اپنے لشکرون کو روانہ کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی نسبت فرمایا تھا
کہ وہ قوم یہود سے ہوگا اور اسکے والدین کا حلیہ اور سابق و لاحق آثار بتلائے اور بہت مفصل طور سے آگاہ فرمایا تھا۔ ناگاہ بعد عرصہ کے یہود مدینہ مین ایک
لڑکا ہوا جسکے عجائب حالات تھے اور اسکے والدین کا حلیہ و اسکے حالات مطابق فرمان رسالت تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو مشاہدہ اعجاز کے بعد اس
طفل کی نسبت جو ابن الصائد کہلاتا تھا غالب یہی گمان ہے اور عجیب نکتہ یہ ہے کہ آپ نے ایک حدیث مین مکاشفات نبوت جو وحی ہوتے ہین فرمایا ہے
کہ مین نے خانہ کعبہ کے گرد موسیٰ و عیسیٰ وغیرہم کو طواف کرتے دیکھا اور دجال کو بھی طواف کرتے دیکھا۔ پھر دیکھو کہ یہی ابن الصائد جب بالغ ہوا تو اسنے حج بھی کیا
اور راہ مین حضرت ابو سعید رضی سے بہت شکایت کرتا کہ مین لوگون کی بدگمانی سے عاجز ہو کر چاہتا ہون کہ گلا گھونٹ مرون۔ اور تمام حدیث صحیح مسلم وغیرہ
مین ہے اور انشاء اللہ تعالی تفسیر مین یہ احادیث اپنے مواقع پر وارد ہونگی یہان اسی قدر اشارہ پر اکتفا کیا جاوے۔ بالجملہ مقدورات الٰہی عزوجل ہر دجال و کفار
وغیرہ کی نسبت اسی طرح علم ازلی مین ہین جیسے مومنون کے حق مین ہین اور تمام عالم عجائب ملک و ملکوت سے مالامال ہے لیکن فرقۂ گیاس پر افسوس ہے
کہ وہ شیطانی فرقہ مین بھی قید مادی اوہام مین مقید ہین کہ عجائبات سحر و طلسم وغیرہ سے بھی محروم ہین اگرچہ کفر کی طرح یہ امور کفریہ بھی مذموم ہین روایت
ہے کہ بعد خلقت آدم علیہ السلام کے دس پشت تک توحید الٰہی عزوجل جاری رہی پھر لوگون نے دنیاوی تزئینات کی جانب توجہ کی تو اپنے حق مین خود نفرت
کرکے اپنے نیک بزرگون کو یاد کرتے آخر انکے نام دروازہ مسجد پر لکھے تاکہ جب دیکھین تو شرم کرین لیکن وہ مٹ جانے کے قریب تھے تو پچھلی پشتون نے

تصاویر بنائین تاکہ یادگار رہون۔ شاید اسوقت تصویر بنا نا حرام نہوگا۔ باوجود اسکے اس بدعت کا انجام آخری اقوام مین یہ ہوا کہ انھون نے غرض اصلی چھوڑکر ان تصاویر کو نیک و بد کا فاعل بناکر تعظیم و تکریم سے آخر پرستش تک نوبت پہونچائی اور مواقع تفسیر مین آویگا کہ ہرقل شاہ روم کے پاس ایک صندوق تصاویر انبیا علیہم السلام تھا جسکی نسبت اسنے دعوی کیا کہ یہ حضرت آدم کے وقت سے متوارث ہی اگرچہ محتمل ہو کہ سابق زمانہ یہود ہو لیکن بالضرور اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر مبارک بالکل ہوبہو مطابق تھی اور نیز اکثر علما نصاریٰ کے پاس موجود تھی اور یہ آثار بھی مؤید ہین۔ اور غرض اس تصویر سے امور دیگر تھے برخلاف اس زمانہ کے جہال کے جو محض خوبصورتی تصاویر دیکھتے ہین اسواسطے کہ ایک تپی جو قدرت حق عزوجل سے موجود ہے ایسی بے مثل ہے کہ دفتر معرفت اسکی تہ مین چھپا ہوا ہے اور وہ حقیقت ہے مگر اقوام کفر اس سے غافل ہوکر اپنے ہاتھ سے بے معنے تصویر پر فریفتہ ہوتے ہین جیسے طفل نادان اصلیات پھل پھول چھوڑکر اور انکی حکمت سے منہ موڑکر کاغذ کے نقلی پھول و مٹی کے کھلونون سے کھیلتا ہی اور جسنے یہ غفلت حرام اختیار کی اور لوگون کے واسطے اس غفلت کا دروازہ کھول دیا وہ فساد حقیقی مین پورا ہے مگر روایت۔ ہے کہ جب عوام ان تصاویر سے گمان نفع و ضرر جاکر شرک مین مبتلا ہوگئے تو اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام کو دعوت توحید کے لیے بھیجا چنانچہ قرآن مجید مین آویگا پھر حضرت ہود و صالح و ابراہیم و لوط و یونس و اسمعیل و اسحق و یعقوب و یوسف و موسی و ہارون و یوشع و حزقیل و الیاس و داود و سلیمان و زکریا و عیسی و یحیی علیہم السلام بکثرت انبیا عرب و شام و مصر و مقامات مین مبعوث ہوئے جنکی تعداد صحیح کسی نص صحیح مین منقول نہین ہے وقد قال تعالی وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر۔ یعنے کوئی قریہ نہین مگر آنکہ اسمین شرک و کفر سے خوف دلانے والا گذرا ہے۔ اور واضح ہو کہ بنواسرائیل مین اللہ تعالے نے یعقوب علیہ السلام کی بارہ اولاد مین سے ہر فرزند کی نسل مین ایسی کثرت عطا کی کہ بارہ اسباط مانند قبائل اولاد اسمعیل علیہ السلام کے تمام ملک شام و مصر وغیرہ مین پھیل گئے اور ہر سبط کے اندر اللہ تعالے نے ایک ہی وقت جدا جدا پیغمبر بعد موسی علیہ السلام کے مبعوث فرمایا بلکہ ہر سبط مین متعدد پیغمبر قریہ در قریہ مبعوث کیے اور یہ سب انکی نصیحت و امور مشاجرت مین حکم دیتے لیکن سب اسی کتاب توریت کے پابند تھے جو اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی اور یہ اسکے حفاظت کرتے کما قال تعالی یحکم بہا النبیون الایۃ۔ یہانتک بنی اسرائیل کے قلوب سخت ہوئے کہ دنیاوی فسق و فجور مین مبتلا ہوکر احکام شروع متین سے منہ موڑا اور انبیا علیہم السلام کی فرمانبرداری چھوڑی بلکہ ایک فریق نے جو علم دین کا راغب ہوتا تھا واقعات کی صورتین بناکر احکام پوچھے مثلاً اگر ایسا واقع ہو تو کیا حکم ہے اور اگر مثلاً تاڑی مین نمک ملایا جاوے تو کیا حکم ہے اور مانند اسکے بکثرت سوالات کیے پھر احکام نبوت سے اختلاف کیا بلکہ جو واقعہ درحقیقت واقع ہوتا اسمین بھی یہانتک کرید کرتے کہ وہ حکم سخت ہوجاتا تھا چنانچہ سورۂ بقرہ مین انکی قلت معرفت سے بخوبی تنبیہ حاصل ہوگی اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہوا کہ لوگون کے حق مین وہ شخص بہت مضر ہے کہ ایک چیز اصلی اباحت پر حق عزوجل کی رحمت سے مباح تھی کہ اسکے سوال و پوچھ گچھ کرنے سے حرام کردی گئی حضرت ابن عباسؓ وغیرہ جمہور صحابہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کامل المعرفۃ اکابر تھے کہ انھون نے صرف بارہ سوال پوچھے وہ کل قرآن مجید مین نازل فرمائے گئے اور حدیث مبارک مین وارد ہے کہ اگلون کی ہلاکت و بربادی اسی جہت سے ہوگئی کہ انھون نے اپنے انبیا علیہم السلام سے بکثرت سوالات کیے پھر انسے اختلاف کیا۔ بالجملہ حق عزوجل نے روے زمین کی تمام اقوام مین شرک و کفر سے منع کرنے والا اور اسکا عذاب سنانے والا بھیجا ہے جنکی تعداد صرف علم الٰہی عزوجل مین منحصر ہے اور ممکن ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو لیکن ہم لوگون تک کوئی صحیح روایت قطعی نہین پہونچی ورنہ ہم کو اسکی کوئی ضرورت ہے بلکہ اعتقاد تو یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جو کوئی پیغمبر مبعوث فرمایا اور جو کچھ اسپر نازل کیا سب حق ہے اور ہم سب پر ایمان لائے خواہ قرآن مجید مین انکا ذکر ہوا ہو کیونکہ آیت مین صریح ہے کہ انبیا علیہم السلام مین سے بعض کو ذکر فرمایا اور بعض کو نہین[1]۔ پھر جاننا چاہیے کہ جنکو اللہ تعالے نے ذکر فرمایا ہے انکا وجود بذریعہ دلائل کے اسی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے جسطرح مترجم نے اوپر ذکر کیے لیکن حضرت عیسی علیہ السلام و یحیی علیہ السلام ایک ہی عصر مین تھے اور حضرت عیسی مانند موسی کے اور یحیی مانند ہارون علیہم السلام کے تھے اور اسی قوت

[1] یعنی قرآن مین ۱۲

سے توریت کے بعض احکام منسوخ ہوئے لیکن یہود نے حمیت و تعصب سے توریت کا نسخ نہایت ناگوار کلمہ جانا غیر ازینکہ موجودہ کتب انجیل و توریت کے
ترجمون مین ہے کہ توریت مین پیغمبر آخر الزمان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات موجود تھین تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جب وہ قیدخانہ مین تھے
پوچھا کہ تم وہی ہو تو انکار کیا اور بعض مین ہے کہ میرے بعد سرخ اونٹ کا سوار پیغمبر آویگا کہ وہ اپنی زبان شریعت سے ٹھیک کرنا فرمانون کو آگ مین ڈالیگا
اور بعض مین ہے کہ مین اسکی جوتی کا تسمہ باندھنے کے لائق نہین ہون - مترجم نے تفسیر ثقات علما و اولیاء اللہ صالحین سے سچی روایات سے متعدد مقامات پر سچی
روایات بشارات کا ایک نمونہ ذکر کیا ہے - ہر چند کہ قاطع برہان و معجزات قاہرہ قرآن کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہین ہے لیکن ابتدا مین اکثر اس نور سے
منور نہین ہوتے تو انکی استقامت قلوب کے لیے یہ امور از قبیل حکمت ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالے نے قصص انبیا علیہم السلام نازل فرمانے مین حضرت سرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تثبیت القلب فرمایا ہے - اور یہ خوب یاد رکھو کہ حق تعالے نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بعض امور خاص
امتیاز فرمائے ہین جیسے آپکو خاتم المرسلین علیہ السلام فرمایا اسیطرح آپکو خود ہی تعلیم فرمایا اور آپ کی وحی مین کتاب وغیرہ کا نازل مرتبہ نہین رکھا بلکہ
نزول القلب سے وحی بھیجی اور یہ سابق توریت و انجیل کی بشارت عظیمہ مین مذکور ہے بلکہ مانند روایات مذکورۂ بالا کے تصریح ہے کہ اس عظیم الشان پیغمبر علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی زبان شریعت ہوگی - اور تصدیق اسکی حدیث الحج مین ہے یعنے جب آپ نے آیت حج تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا
یہ ہر سال ہے آپنے جواب نہ دیا پھر اسنے تین مرتبہ سوال کیا تو آخر مین فرمایا کہ نہین اور فرمایا کہ اگر مین کہہ دیتا کہ ہان تو پھر ہر سال فرض ہوجاتا اور ادا نکر سکتے
اسیطرح دوسری حدیث مبارک مین صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاد کیا کہ جب تک مین تمکو چھوڑدون تم مجھے چھوڑ دو یعنے پوچھو مت پھر جب
تمکو حکم دون تو جہانتک ممکن ہے بجا لاؤ یعنے قصور و اختلاف مت کیجیو اور جب تمکو کسی امر سے منع کرون تو باز رہو - اسیسے علما رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ
ممانعات سے باز رہنا اصل ضروری ہے - بالجملہ کمال وصول قرب سے زبان مبارک عین شریعت تھی اور واضح ہو کہ اسکے یہ معنے ہرگز مت سمجھو کہ آپ جو اپنی
خواہش سے چاہتے وہ حکم دیتے تھے چنانچہ حاشا یہ سمجھنا جہل معرفت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ آپکی ذات مبارک مین ارادت بشری کا وجود باقی نہ تھا تو آپ کی
جبلت پاک عین ارادت حق عزوجل تھی اسیواسطے حق تعالے نے فرمایا - وما ینطق عن الھویٰ - وہ اپنی ارادت سے کوئی بات نہین بولتا - ان
ھو الا وحی یوحیٰ - اسکی بات سوائے وحی کے کچھ نہین ہے پس آپ جو کچھ شریعت ارشاد فرماتے تھے وہ عین وحی الٰہی عزوجل ہوتی تھی اور یہان اہل المعرفۃ
سمجھتے ہین کہ یہ مقام نہایت ہی بلند ہے کہ قطب و غوث وغیرہ اکابر اولیاء اس مقام کے سمجھنے مین کمال تدقیق رکھتے ہین کیونکہ یہ مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
کی معرفت مین آتا تھا اور دوسرونکو یہان مجال کوتاہ ہے پھر بھلا ہم لوگ عوام اس مقام عالی متعالی کو کیا سمجھ سکتے ہین پھر واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے اہل انعام کے
چار مراتب کیے جنکی راہ پر ثابت رہنے کے لیے ہم لوگون کو پانچون وقت نمازون مین دل سے دعا مانگنے کا حکم ہے بقولہ تعالیٰ اھدنا الصراط المستقیم
صراط الذین انعمت علیھم - یعنے ہمکو انکی راہ ہدایت فرما جن پر تونے انعام فرمایا ہے - اہل انعام چار مراتب ہین بقولہ تعالیٰ اولٰئک الذین
انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین - اول انبیا دوم صدیقین سوم شہدا چہارم صالحین ہین اور انھین صالحین
مین مراتب غوث قطب و ابدال و اوتاد وغیرہ معروف ہین تو صاحب عقل خود سمجھ سکتا ہے کہ انتہائے مرتبہ صالحین سے اوپر ابتدائے مرتبہ شہدا شروع ہوتا ہے اور
انتہائے مرتبہ شہدا پر ابتدائے مرتبہ صدیقین ہے پس صدیق کے واسطے شہادت کچھ کمال نہین اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ شہید نہوے
اور باقی عشرہ مبشرہ وغیرہم سب شہید ہوئے اور انتہائے مرتبہ صدیقین کے اوپر ابتدائے مرتبہ نبوت ہے اور واضح ہو کہ ہر نبوت جس درجہ پر ہے اسیکے مناسب
شان کے ماتحت مراتب صدیق و شہدا و صالحین ہونگے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین ہین تو آپ کے امتی صدیق و شہید وغیرہ جمیع
انبیا علیہم السلام کے صدیقین وغیرہ سے افضل ہین اور واضح ہو کہ ایمان بندہ کا فعل قلب ہے جیسے کفر کا فر کا فعل قلبی ہے اور جبر نہین اور خود اختیاری

بھی نہین کیونکہ بالاجماع کوئی اپنے افعال سے پیغمبر نہین ہو سکتا لقولہ تعالیٰ اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ یعنے اللہ تعالےٰ اپنے ہی علم پاک
سے جانتا ہے جہان وہ رسالت رکھتا ہے اور اسی طرح اہل ایمان کے حق مین فرمایا۔ ماکان لنفس ان تومن الا باذن اللہ ۔ یعنے کسی کو یقین پیدا
کرنے کی طاقت نہین مگر باذن اللہ تعالیٰ ۔ پس خوب سمجھ لو کہ معرفت کی مقادیر جو عین نعمت عظمیٰ ہین اللہ تعالیٰ نے ہی اپنی تقدیر سے قلوب کے واسطے
مقدر فرمائی اور وہ افعال طاعت و معصیت کی بنا پر نہین ہے۔ تم نہین دیکھتے کہ ثبوت تواتر سے ثابت ہے چنانچہ حدیث صحیح مشہور مین ہے کہ میرے واسطے نبوت
خاتم النبیین اسوقت ہو چکی تھی کہ آدم ہنوز آب و گل مین تھے یعنے جسم آدم کا وجود بھی نہوا تھا اسی طرح مراتب باقیہ مین بھی افعال پر مرتبہ مبنی نہین ہے بلکہ مرتبہ
کے موافق افعال سرزد ہوتے ہین تو اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بندہ کی مقدار انعام و معرفت کو اسکے دل پر نازل فرماتا ہے پھر بندہ کا دل شکر کے ساتھ اس
نعمت کو قبول کرتا ہے اسیواسطے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو خطاب صدیق عطا ہوا اور ہنوز افعال کے واسطے زمانہ دراز باقی تھا اور اسی جہت سے
جن لوگون نے اپنی فہم ناقص کے موافق صحابہ رضی اللہ عنہم مین افعال کی راہ سے اپنی شناخت لگانی شروع کی وہ خلط و خبط مین پڑ گئے اور انکی سمجھ مین
نہ آیا کہ کون افضل ہے اور یہ بربنائے قلت معرفت ہوا اگرچہ وہ شخص بڑا منطقی محقق مشہور ہو۔ اور اہل المعرفۃ سمجھتے ہین کہ افعال کا نور و قبول بقدر معرفت
ہوتا ہے سو انکی دو رکعت ہین تیری صد ہزار۔ بلکہ کبھی یہ لاکھ انکی دو رکعت سے برابر نہین ہو سکتی ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ صحیح مشہور حدیث مین تنبیہ
فرمائی کہ کبھی میرے اصحاب کے بارہ مین زبان درازی مت کیجیو کہ اگر تم اس جوف آسمان و زمین بھر کے سونا خیرات کرو تو انکے آدھ سیر آرد جو کے برابر نہین
پہونچیگا۔ سبحان اللہ جب یہ کیفیت مالی صدقات مین ہو تو معرفتی طاعات مین بھلا کس کی مجال ہے کہ انکی دو رکعت کے برابر اپنی لاکھون برس کی عمر کی شب و روز
عبادت کو لاوے ارے ناسمجھ اسکا یہی بھید ہے کہ وہ حصہ انعام و مقدار اکرام جو خالق جل جلالہ نے انکو عطا کی تھی اسکا کرورواں حصہ تو کہان سے لاویگا پھر تیری جڑ سے
جو پھل نمودار ہوا وہ کہان اور انکے پانون کی گرد کہان۔ مگر جب معرفت نہو تو حواس بیچارہ کیا کرے۔ اب جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائے
ظہور نبوت جسکی شان عالی نہایت مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھی جاوے ابتدائے بظہور معارف ملکوت تھی حتی کہ آپکا خواب مثل سپیدۂ صبح کے
نمودار ہوتا تھا۔ شاید واللہ اعلم وہ مقادیر جو ملکوتیات سے بحکم قضا جاری ہونے والے تھے آپکو معائنہ ہو جاتے تھے حتی کہ آپنے بیداری مین انوار
دیکھنے شروع کیے مترجم کہتا ہے کہ اسکی شرح مین زبان اہل معرفت اسوجہ سے لرزتی ہے کہ جہان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھنے کی ضرورت ہے تو ولی کو دم مارنے
کی مجال کہان ہے پھر مترجم بیچارہ کو نقل کرنے مین بھی خوف ہے لیکن اللہ تعالےٰ سے عفو و مغفرت کی درخواست کے بعد بضرورت نفع اہل ایمان تاکہ نعمت عظمیٰ کی
قدر کرین بعض کلمات لکھ جاتا ہے اور حق سبحانہ تعالےٰ عفو فرماوے اور مترجم اہل ایمان سے درخواست کرتا ہے کہ ان مقامات کی فہم بلکہ کروروین نمونہ کی
نظیر کی فہم کے لیے اپنے نور روح سے مدد لین اور اس سے پہلے حق عزوجل کی بارگاہ عزت مین درخواست کرین تاکہ جو ظہور لائق شان حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم تھا اسکو ہرگز اپنے نفوس پر بلکہ اولیا بلکہ صدیقین کے نفوس پر قیاس نکرین بلکہ وہ ظہور مختص بشان مقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تھا پھر بعد چھ ماہ کے
نزول وحی عظمیٰ ہوا۔ وحی کا درجہ و شان بھلا کون بیان کر سکتا ہے لیکن وحی کرامت تو صفات فعلیہ بارگاہ عظمت جل سلطانہ سے ہے۔ یہان نور فراست
کی ایک روایت ذکر کرتا ہون۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت و خلافت مین لوگ حاضر تھے کہ اتنے مین ایک شخص آئے بعد اسکے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
نے خشمناک ہوکر عام طور پر خطاب کیا کہ لوگو کیا حال ہے کہ تم مین سے بعض آدمی یہان اسطرح آتا ہے کہ اسکی آنکھون نے زنا کیا ہے پھر اگر باز نہ آوین تو آئندہ مین
درے مارونگا۔ حال یہ تھا کہ ایک شخص نے راستہ مین ایک اجنبیہ عورت کو مکرر نظر شہوت سے دیکھا تھا جب لوگ رخصت ہو گئے تو اسنے بعد توبہ کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
کی خدمت مین عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ اے امیرالمومنین کیا اب بھی وحی آتی ہے آپنے فرمایا کہ وحی اب غیر ممکن ہے لیکن اللہ تعالےٰ اپنے بندون مین سے جسکو
چاہتا ہے فراست عطا فرماتا ہے مترجم کہتا ہے کہ بعد وحی اول کے دو برس چھ ماہ تک وحی ملتوی رہی پھر قولہ تعالےٰ ۔ یا ایھا المدثر قم فانذر الآیات

کا نزول ہوکر متواتر وحی آنے لگی اور حضرت ام المومنین خدیجہ کبریٰ و حضرت ابوبکر و علی و بلال و غیرہم رضی اللہ عنہم ایمان لاتے گئے اور حق تعالے نے جو انعام خاص کے مقادیر ہر ایک کے لیے رکھے تھے وہ ہر ایک کو عطا ہوتے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینے جس کسی پر ایمان پیش کیا تو اسکو کچھ سوچ ہوا سوا ابوبکر رضی کے کہ بغیر تفکر کے فوراً ایمان لائے (الصحیح) گویا اسوجہ سے کہ پیغمبری کے درجہ سے صدیقیت ملاصق ہے تو معرفت مین کچھ بھی تفکر نہ تھا مترجم روایت ہے کہ اہل عراق نے حجاج بن یوسف علیہ ما علیہ کے بہکانے سے دین مین بدعت اختیار کی اور گمان باندھا کہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا بھی یہی حال ہے حالانکہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ کچھ بھی نہ دیا۔ پھر انمین سے ایک شخص بخدمت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حاضر ہوکر اپنے زعم باطل کے موافق کہنے لگا کہ آپ ابوبکر کے بارہ مین کیا کہتے ہین آپنے فرمایا کہ تو ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت پوچھتا ہے وہ کہنے لگا کہ اپ آپ انکو صدیق کہتے ہین پس آپ اُٹھ بیٹھے اور قبلہ رخ ہوکر فرمانے لگے کہ ہان بہت ہی خوب صدیق ہین ہان بہت ہی خوب صدیق ہین ہان بہت ہی خوب صدیق ہین اللہ تعالی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو صدیق کہا آپ جو کوئی انکو صدیق نہ کہے اللہ تعالی اسکو ایمان مین سچا نکرے اس کلمۂ بددعا کو تین مرتبہ مکرر فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ دیکھو یہ شخص جسنے حضرت امامؒ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو پوچھا تھا وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا دشمن نہ تھا بلکہ مفسدون نے اُسکی جہالت مین جما دیا تھا کہ انھون نے اہل بیت رضی اللہ عنہم کو بعض حقوق نہیں دئیے ہین بھلا اسپر تو حضرت امامؓ نے اسقدر غضب و غصہ ظاہر فرمایا پھر ان روافض سے آپ کسقدر بیزار ہونگے جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عداوت باندھتے ہین اور مینے تو یہ ایک نمونہ لکھدیا حالانکہ جمیع اہل بیت سے اسکے مانند روایات متواترہ ہین اور سخت تعجب یہان دو طرح ہے اول یہ کہ حضرت حق سبحانہ تعالی کی شان پاک علیم خبیر سے اسقدر جاہل ہین کہ اُسنے صدیق اکبر خطاب عطا فرمایا اور تمام عرب و عجم لاکھون کرورون کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتلایا اور اللہ تعالے ہی اس دین کا غالب کرنے والا تھا مگر اس جاہل کے نزدیک برابر تقیہ رہا اور غایۃ بھی تقیہ کے طور پر ہوا اور تمام اعجاز کا اثر کرامت سب تقیہ ہی پر ہوا یہانتک کہ تمام ملکون مین اسلام پھیل گیا اور قدرت مین وہی تقیہ و خوف رہا نعوذ باللہ من ذلک اور کیونکر تمام امت کے واسطے یہ ضلالت موافق زعم باطل خوارج و روافض کے روا ہو سکتی تھی۔ دوم یہ کہ متواتر کرورون عرب و عجم برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آخر خلافت حقہ تک برابر اُن حضرات کی صدیقیت و عظمت صحابیت پر متفق تھے اور جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی بیعت مین جہاد کرکے فریضۂ الٰہی ادا کرتے رہے پھر کیونکر ان خوارج و روافض نے اپنے زعم فاسد پر متواتر قطعی سے منہ موڑا اور کسطرح رسالت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ وغیرہ علیہم السلام انبیاے اولو العزم کے اصحاب تو جم غفیر کئی قرون تک برابر بکمال ہدایت پر رہے حالانکہ ان گمراہون نے باغواء شیطان مان لیا کہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے اصحاب سب منافق و گمراہ تھے نعوذ باللہ من ذلک اسواسطے کہ یہ لوگ صرف گنتی کے چند آدمیون کو جنکی تعداد پچاس تک بھی نہیں پہونچتی ہے ہدایت پر رکھا اور باقی سب کو گمراہ سمجھا اور یہ سوا جہالت کفر کے کچھ اور ہے کہ متواتر اجماع نصوص قرآن و احادیث سب قطعیات بدیہیات کو چھوڑکر اپنے ظنون و اوہام کو جو وساوس شیطانیہ ہین اعتقاد بنالیا۔ مترجم نے درمیان مین اس بحث کو صرف اسواسطے بیان کیا کہ اہل عقل کو لازم ہے کہ جسوقت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوے اسوقت کا نقشہ و کیفیت و عرب کے حالات پیش نظر رکھین تاکہ اسکے فضائل و درجات صحابہ رضی اللہ عنہم و انکے لیے مثل مراتب عالیات مثل آفتاب کے ظاہر ہون اور قطعاً یقین ہو کہ انکے فضائل و درجات کا ایک شمہ بھی حاصل ہونا بعد انکے طبقہ کے محالات سے ہے واضح ہو کہ ملک عرب تمام ایسے اقوام و قبائل سے آباد تھا کہ جنمین اولاد سام بن نوح اصلی عرب تھے اور اولاد اسمٰعیل علیہ السلام بھی اصل عرب مین شمار ہو گئے اور یہ سب مختلف بتون کی پرستش کرتے اور بالکل علم رسمی سے جاہل مگر شجاع و دلیر و صدق و عہد و امانت کی حقیقت مین معروف و مشہور تھے جو زبان سے کہتے وہی کرتے تھے اور خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے اور تمام قبائل قریش اس خانۂ پاک کے متولی و مجاور اور اسی جہت سے عرب مین ممتاز تھے اور یہ سب اولاد اسمٰعیل علیہ السلام ہین اور

اللہ تعالے نے اس زمانہ مین قدرت کاملہ سے یہ ظہور رکھا تھا کہ خانہ کعبہ مین جسنے کچھ بھی بے ادبی کی وہ فورًا مبتلاے مصیبت ہوتا تھا چنانچہ
پارۂ اکیس کی تفسیر مین فی الجملہ بیان آویگا اور عرب چونکہ ملک ریگستان وخارزار ہے صرف مار السماء یعنے بارش کے پانی پر انکی بسر اوقات تھی وہ بھی
جابجا خفیف برستا تھا لہذا مختلف قبائل عرب جو ایک داوا کی اولاد ہوتے تھے اپنے مویشی و بالون کے خیمہ لیے ہوے جس میدان یا وادی یا پہاڑ
مین چھپی پاتے وہین چند روز بسر کرتے پھر وہان سے دوسری جگہہ جاتے اور موٹا اناج قلیل میسر آتا وہ بھی سیری کے لیے کافی نہ تھا حتی کہ اولاد کو بخوف
اسکے یہ بھی ہمارے منہ کا نوالہ بانٹنے والا پیدا ہوا ہے بے رحمی سے قتل کرڈالتے اور جب کسی گروہ کو کمزور دیکھتے تو چھاپہ مار کر لوٹ لیتے اور دوسرا گروہ
جو انسے زبردست ہوتا وہ انکو لوٹ لیجاتا اگرچہ یہ لوگ چچا کی اولاد یا قرابتی کیون نہون اسواسطے کہ جب اپنی ہی اولاد سے دل سخت کرلیا تو دوسرون کا
کیا خیال ہوگا اور پانی وہی جو غارون وگڈھون مین بھرجاتا وہی انکے لیے خوشگوار تھا اور وہ بھی کوسون سے بہ مشکل میسر ہوتا تھا ۔ لڑکیون کو ہندوستانی
چھتریون کی طرح حمیت مین مار ڈالتے اور پیخانہ پیشاب کے لیے پتھرون پر کفایت تھی بارہا کسی قوم وقبیلے کے اونٹ بدکانے پر باہم قبائل مین رن پڑجاتا
کہ پشتہا پشت طرفین سے ہزارون لاکھون قتل ہوتے اور طرفین سے فصاحت وبلاغت شاعری کے قصائد بہادری نظم ہوتے اور زبان مثل تلوار کے کام دیتی
اور یہ فن انمین انکی فصیح زبان خلقی سے خداداد تھا کیونکہ دنیا مین کوئی زبان نہین کہ پ چ ژ گاف ۔ ٹ ڈ ڑ ۔ کھ ۔ گھ ۔ ٹھ ۔ ڈھ ۔ وغیرہ حروف کہ وہ مخارج
ثقیل سے خالی ہو سواے زبان عرب کے ۔ اور ہر قبیلہ اپنے بتون کے آگے سر جھکاے تھا اور جنون وبھوتون کی منت مانتے بلکہ جہان کہین کوئی خوبصورت
پتھر پاتے اسکو پرستش کے لیے معبود بناتے ۔ بے علم وحشی جاہل ۔ نہ انمین کوئی شاہ ہوا نہ رعیت کا قانون ۔ نہ طرز تمدن اور نہ ترکیب معیشت ۔ قوی انمین ہر جگہ
سے ضعیف گروہ کو برباد کرتا اور جان ومال ہر حال مین غیر محفوظ ومصئون تھا ۔ سواے رجب وذوالقعدہ وذی الحجہ ومحرم کے کہ چار ماہ حرام مین صدق عہد
کے ساتھ بےخوف جہان چاہو جاؤ ۔ علم کتاب وشریعت کا انھون نے گویا نام بھی نہین سنا تھا ۔ ملک یمن مین البتہ کچھ واقف تھے اور انمین بسبب تعلقات ایرانی شاہان مجوس کے
فی الجملہ معرفت علمی آگئی تھی اور انھین حمیر وغسانیین بادشاہ بھی ہوئے اور اس زمانہ مین پرویز کسری فارس کی طرف سے باذان صوبہ یمن کا حاکم تھا چنانچہ آخر خود مع
اولاد صحابی ہوگیا حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ولادت شریف تک ہمیشہ نوع انسانی مین سے اشرف
فرقہ مین رکھا حتی کہ قریش مین سے عبدالمطلب کو اشرف کیا اور انکے دس بیٹون مین سے عبداللہ کو جو آپ کے والد ماجد تھے خوبصورت واشرف ممتاز کیا ۔ روایت ہے
کہ جب ابرہہ بادشاہ مع ہاتھیون کے خانہ کعبہ گرانے کے لیے چڑھ آیا اور قریش خوف زدہ ہوکر بھاگنے پر آمادہ ہوے تو عبدالمطلب انکو لیکر مع جماعت واولاد کے کوہ ثبیر پر چڑھ گئے
کہ ناگاہ نور نکلکر خانۂ کعبہ تک منتہی ہوا ظاہر وہ نور حضرت عبداللہ کی پیشانی سے تھا تو آپنے تسکین دی اور خود دلیری کے ساتھ مع اولاد کے ابرہہ کے پاس گئے وہ انکی ہیبت سے
فورًا تخت سے نیچے اترا اور تعظیم وتکریم پاس بٹھلایا اور ادب سے کہنے لگا کہ آپ کیا فرماتے ہین آپنے کہا کہ تیرے آدمی ناحق میرے اونٹ پکڑلاے ہین اسنے فورًا
حکم دیا کہ سب حاضر لاؤ اور آپ رخصت ہونے لگے تو اسنے کہا کہ مجھکو آپسے ایسی ہیبت معلوم ہوئی کہ اگر آپ فرماتے کہ خانہ کعبہ ڈھانون تو مین ترک کر دیتا آپنے فرمایا
کہ مجھے اسکی کچھ ضرورت نہین بلکہ اس خانہ کا ایک رب ہے کہ وہ خود اسکی حفاظت فرماتا ہے ۔ چنانچہ یہی ہوا کہ جب ابرہہ مع لشکر کے اس ارادہ پر چلا تو اللہ تعالے نے
طیرا ابابیل کو بھیجا جنہنے کنکریون سے تباہ کردیا ۔ صحاح مین ایک صحابی سے روایت ہے جن سے پوچھا گیا تھا کہ آپ بڑے ہین یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ۔ تو اس عبارت کو ناگوار سمجھکر فرمایا کہ بزرگی وبڑائی تو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے منحصر ہے اور میرا سن البتہ آپسے اسقدر زیادہ
ہے کہ مینے طیرا ابابیل کے بیٹ کو اخضر محیل دیکھا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا چار پانچ برس عمر زیادہ ہوگی کیونکہ عام الفیل ہی کے آخر مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ولادت شریف سے تمام عالم پر رحمت عظیم کا ظہور ہوا ہے (تنبیہ) عرب نے اس سال واقعہ عجیب کا نام عام الفیل رکھا ہے ۔ اس زمانہ مین
بعضے کور باطن احمق اس واقعہ سے انکار کرتے ہین اور یہ بڑی عجب ہے کہ اس احمق کو اتنی سمجھ نہین ہے کہ گرد ونواح عرب اس واقعہ کے شاہد تھے جیسا کہ

سبز رنگ کی گہرائی ۱۲

اللہ تعالے نے قرآن مین قولہ تعالی الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل۔ نازل فرمایا کہ ہمنے اصحاب الفیل کو اسطرح طیر ابابیل سے پیس ڈالا جیسے
جانور کی جگالی کا چبایا ہوا بھس ہوتا ہے۔ اور یہ برابر اب تک کروڑون عرب سے متواتر ہوکر سنکڑون سے بڑھتا چلا آیا۔ اگر نعوذ باللہ یہ امر نہوتا تو عرب و دیگر
اقوام یہود و نصاریٰ و مجوس جو عرب مین آباد تھے سب قرآن پاک مین لا ریب فیہ پر اعتراض کرتے لیکن وہ لوگ باوجود کفر و شرک کے ایسے ناپاک
شرمناک کلام سے اپنے آپ کو رسوا کرنا نچاہتے تھے کہ صریح آفتاب سے انکار کرکے بدنام جھوٹے کہلاوین اور لوگ ونپر تھوکین۔ کیونکہ متواترات محسوسات تو قطعی
ہین گویا آج وقوع ہوا۔ صحیح الاسناد روایات مین ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے ایام حمل کی کچھ گرانی نہ پائی۔ اور خواب دیکھا کہ مجھسے ایک نور ظاہر ہوا کہ جس سے
ملک شام تک مکانات روشن ہوگئے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اشارت ہے کہ بعد نبوت کے خلافت نبوت کے بعد جو سلطنت نبوت ہوتی ہے اسکا مستقر ملک شام ہے چنانچہ
توریت وغیرہ اگلی کتابون کی بشارات مین ہے کہ منزل ولادت حضرت خاتم النبیین مقام تہامہ فاران اور وطن ہجرت مقام طیبہ اور انکا ملک مقام
شام ہوگا۔ عام الفیل ماہ ربیع الاول بروز دوشنبہ وقت طلوع صبح صادق کے اس نور کمال رحمۃ للعالمین نے ظہور فرمایا اور اہتمام قدرت رب العزۃ ارحم الراحمین
جل جلالہ سے اس رات مبارک مین گبران فارس کی آگ جو ہزار سال سے کبھی نہین بجھی تھی فوراً سرد ہوگئی اور تمام بت سرنگون ہوگئے تھے اور ستارے ایسا
معلوم ہوتا تھا کہ حرم مکہ سے لٹکے آتے ہین گویا زمین پر اتر آوینگے سبحان اللہ تعالی۔ گویا اجازت مانگتے تھے کہ قدمبوس ہون اللھم صل علی سیدنا
فی الدنیا والاخرۃ مولٰنا محمد رسولک وحبیبک افضل الانبیاء والمرسلین خیر الخلائق اجمعین وعلی الہ واصحابہ وذریاتہ
وجمیع الانبیاء والمرسلین اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ اس رات کسریٰ فارس کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے جسکو لوگ
اسوقت مین روئے زمین پر سب سے بڑا بادشاہ کہتے تھے۔ اور واضح ہو کہ اگر مترجم جمیع معجزات و کرامات کو لکھنا چاہے تو بلا مبالغہ کچھ شک نہین کہ مجلد عظیم ہوجاوے
اور خود تفسیر مین اپنے اپنے موقع پر بکثرت معجزات مذکور ہین جنکو اہل شوق خود ہر مقام سے چنکر جمع کرسکتے ہین اور اسوقت تو مختصر بیان سمجھانا مقصود ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز پیدا نہین ہوئے تھے کہ آپکے والد ماجد سفر شام سے واپسی کے وقت مدینہ مین اپنے ماموؤن کے یہان بیمار ہوکے ٹھہرے اور وہین انتقال
فرمایا۔ بعد ولادت کے آپنے سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا پھر ثویبہ نے جسکو ابولہب نے بروقت بشارت تولد کے آزاد کیا تھا دودھ پلایا۔
پھر قوم بنی سعد کی سات عورتین بوجہ قحط کے قریش کے بچے لینے آئین تاکہ اپنے یہان لیجاوین جب دودھ چھڑا کر لاوین تو نقد جنس انعام پاوین لیکن آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو یتیم سمجھکر سب نے تامل کیا سوا حضرت حلیمہ سعدیہ کے کہ انھون نے حسن صورت و قبول سیرت پر فریفتہ ہوکر لے لیا اور اسقدر برکات نصیب ہوئین کہ تمام قوم
رشک کرتی تھی چنانچہ اول تو حلیمہ کی سواری نہایت لاغر و سست تھی جب حلیمہ آپکو لے چلین تو ناگاہ وہ مادہ خر اسقدر خوش رفتار ہوگئی کہ سب سے آگے
جاتی تھی اور حلیمہ کی بکریان نہایت فربہ و آسودہ آتی تھین تو قوم والے اپنے چرواہون سے کہتے کہ ہماری بکریان قحط سے اسقدر لاغر و کمزور ہین تم بھی
وہان چراؤ جہان حلیمہ کی بکریان چرتی ہین۔ آپنے کبھی کپڑے پر پیشاب نہین کیا بلکہ اوقات مقرر تھے اور کبھی بائین چھاتی کا دودھ نہ پیا بلکہ حلیمہ کے
بچے کیلیے چھوڑ دیتے تھے اور بدن مبارک کبھی برہنہ نہوتا بلکہ فرشتے چھپاتے تھے۔ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ چاند آپکے اشارہ سے جھک جاتا اور بہلاتا تھا
صابونی نے کہا کہ اس روایت کی اسناد خوب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض نے اس روایت مین اسوجہ سے تردد کیا کہ اگر ایسا ہوتا تو تمام طائف بلکہ عرب مین مشتہر
ہوجاتا۔ مین کہتا ہون کہ یہ خیال باطل اس بنا پر پیدا ہوا کہ اشیاء عالم محض بے اختیاری سے متغیر ہوا کرتی ہین اور ہماری نظر سے ادراک مین آتی ہین
حالانکہ بکثرت برابر مشاہدہ جاری ہے کہ ساحرون بلکہ اہل شعبدہ کی حرکات کا ادراک نہین ہوتا ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام مع جماعت اولاد کے موجود تھے پھر جو
ہوا پیراہن یوسف علیہ السلام کی بشارت لائی وہ فقط یعقوب علیہ السلام کو محسوس ہوئی اور باقی لوگ محروم رہے اور یہ منجملہ اسرار لطیف ہے اور ہرگز تعجب
جہلاء نیچریہ کی گمراہی مین اپنی بربادی عمر نچاہیے کیونکہ یہ لوگ مثل جانورون کے سوا خورد و نوش کے کوئی قابلیت انسانی نہین رکھتے بلکہ جانورون سے بدتر ہین۔

جب امام صابونی رحمہ نے روایت کے اسناد کو حسن کہا اور تحقیق اس امر مین کوئی دغدغہ نہین تو تردید بخیال باطل نہین جائز ہے جب آپ کسیقدر بڑے ہوے تو اپنے
بھائی رضاعی کے ساتھ جنگل کو بکریان چرانے تشریف لے جاتے ایک روز تشریف لے گئے تو پسر حلیمہ کو گھر بھیجا اتنے مین دو باز سفید اڑتے جاتے تھے دونون
دیکھنے لگے کہ ناگاہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہو ہو یہ وہی تو ہے۔ دوسرے نے کہا کہ ہان۔ پس وہ دونون اتر پڑے تو بصورت انسانی تھے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو دبوچ کر سینہ مبارک چاک کر ڈالا۔ پسر حلیمہ بے اختیار روتا ہوا اپنی مان کے پاس دوڑا گیا وہ نیک مادر روتی ہوئی دوڑی تو آپ ہوش مین
بیٹھے تھے لیکن چہرہ مبارک متغیر تھا اور بیان فرمایا کہ دو فرشتون نے میرا سینہ چاک کر کے ایک سیاہ مادہ نکال پھینکا اور نور عالم قدس سے بھر دیا پھر ٹانکے دیئے وہ
اسیوقت درست ہو گئے حلیمہ رض نے دیکھا کہ بیشک علامات موجود اور سینہ پر ٹانکون کے نشان ہین وہ نہایت متحیر ہو گئی اور آخر اپنے ساتھ لا کر مکہ مین آپ کی والدہ کو
سپرد کیا اور یہ حال بیان کیا لیکن آپ کی والدہ ماجدہ کو کچھ تردد نہوا بلکہ فرمانے لگین کہ مین نے اس فرزند کے معاملہ مین ولادت کے وقت بہت عجائب دیکھے
ہین (رواہ الدارمی) روایات صحیحہ سے معلوم ہوا کہ بعد اسکے دس برس کی عمر مین اور تیسری بار قبل نزول وحی کے اور چوتھی بار شب معراج مین جملہ چار
بار سینہ مبارک شق کیا گیا ہے لہذا مزاج مبارک کبھی لہو و لعب اطفال کی جانب یا نوجوانون کی شہوات کی جانب مائل نہوا اور عین وحی الٰہی کے متحمل بلکہ آیات کبریٰ
ملکوت کے دیکھنے والے ہوے اور آپ کو اس طریقہ شق الصدر سے عجائب قدرت کا مشاہدہ کرا دیا کہ ہر ذرہ قبضہ قدرت الٰہیہ مین مسخر ہے جب چھ برس کے ہوے
تو والدہ ماجدہ نے مکہ و مدینہ کی راہ مین مقام ابواء[1] مین انتقال فرمایا اور دادا عبد المطلب نے پرورش مین اپنی اولاد سے زیادہ جان نثاری فرمائی دو برس بعد عبد المطلب نے بھی
وفات پائی اور آپکے چچا ابوطالب نے بکمال محبت و تکریم کفالت کی۔ ہنوز آپ پوری جوانی کو نہ پہونچے تھے کہ مکہ مین قحط شدید ہوا اور ابوطالب نے آپکو میدان حرم مین
آگے کر کے اللہ تعالے سے پانی کی دعا مانگی ناگاہ ابر رحمت جوش مین آیا اور اسقدر پانی برسا کہ تمام ساحل سیراب ہو گیا۔ اور تمام قریش آپ کی طلعت
مبارک کے شکر گزار ہوئے اور برابر آپ کے اخلاق کریمہ و شمائل حمیدہ پر فریفتہ تھے اور آپ صدق و امانت و دیانت مین آیت الٰہی عز و جل تھے حتی کہ
قریش مین صادق امین معروف تھے اور لوگ اپنی ودیعت آپ کے پاس رکھنے مین نہایت بے خطر تھے۔ اور مفلس و یتیم و رانڈون کی خبر گیری
فرماتے ایک مرتبہ ابوجہل نے اعرابی کے اونٹ خریدے اور اسکو دھوکا دیا کہ مین دام دے چکا ہون اس غریب نے فریاد کی تو آپ اسکے ساتھ تشریف
لے گئے وہ لعین نہایت تند ہو کر کہنے لگا کہ محمد حمایتی بنکر آئے ہو اور آپ کے سامنے آ گیا ناگاہ لوگون نے دیکھا کہ وہ الٹا بھاگا اور کہنے لگا کہ مین ابھی دام
دیتا ہون۔ لوگون نے اُس سے پوچھا تو اسنے کہا کہ مجھے نظر آیا کہ ایک اژدہا منہ پھاڑ کر مجھ پر دوڑا۔ اور روایت ہے کہ قریب جوانی کے ابوطالب آپ کو
کاروبار تجارت سکھلانے کی غرض سے جانب شام لے گئے سرحد شام مین داخل ہوے تو اتفاق سے بحیرا راہب کے صومعہ کے پاس قیام ہوا اور قوافل
کا یہی دستور تھا۔ اُسنے صومعہ سے دیکھا کہ چٹ پٹ دھوپ مین ایک خوبصورت آدمی قطار شتر کو پانی پلا کر لاتا ہے اور ایک ابر رحمت اسپر سایہ
کیے ہوے ساتھ ہے۔ گویا اللہ تعالے نے اسکو مشرف زیارت کرنا چاہا۔ وہ فوراً قافلہ کی طرف آیا اور اُسنے دیکھا کہ راہ سے کنکریان خود ہٹتی ہین
قافلہ والون نے تعجب کیا کہ آج یہ راہب جو نصارای شام مین معظم و مکرم ہے خلاف معمول ہم پر بہت مہربان ہوا۔ جب آپ آئے تو اسنے سلام کیا اور
نام و نشان پوچھکر کہا کہ یہان اسکا کوئی وارث ہے۔ لوگون نے ابوطالب کو خبر کی۔ اُسنے ابوطالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا یتیم ہے۔ کہا کہ ہان۔ پوچھا کہ باپ کا نام
عبد اللہ تھا کہا کہ ہان۔ پوچھا کہ تم دادا ہو۔ کہا کہ نہین بلکہ اسنے کہا کہ چچا ہو۔ کہا کہ ہان۔ اُسنے سمجھایا کہ تم کو میرا صدق ظاہر ہو گیا۔ کہ مین نے کیونکر
پہچانا اب تم میرا کہا مانو کہ انکو شام مین نہ لیجاؤ اور اس لڑکے کے واسطے ایک شان عظیم ہے۔ اور قافلہ کی ایک روز دعوت کی۔ ابوطالب نے تمام مال یہین
فروخت کیا اور قدرت الٰہی سے بہت نفع پایا۔ اور دوسری مرتبہ پچیس سال کی عمر مین خود قریش کی ایک عورت بی بی خدیجہ کا مال لیکر تجارت کے لیے ملک شام کو تشریف
لے گئے اور اس مرتبہ نسطورا راہب نے آپکو علامات نبوت سے پہچانکر صاف بتلایا کہ یہی پیغمبر آخر الزمان ہین اور نصارای شام و یہود برابر انکے بیان کی

[1] قریب مدینہ سر راہ مکہ [illegible] والی

روایات پر انکے منتظر ہین اور بہت سے متعصب انکے قتل پر آمادہ ہین اور وہ لوگ تمام راہون پر چھوڑے گئے ہین۔ اس مرتبہ بھی کرامات اعجازی
بکثرت وقوع مین آئین اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپکو ابو طالب سے اصرار کے ساتھ میسرہ یا عامر بن فہیرہ کے ساتھ مکہ کو روانہ فرمایا۔ ناگاہ سات سرہنگ
نصرانی جو اس راہ بیٹھے تھے سرکے اس قافلہ تک پہونچے اور راہب موصوف نے انکو بعد آہستگی کے سمجھایا کہ تم اس خیال مین کیون سرگردان ہوا اپنے
اپنے مقام کو لوٹ جاؤ کیونکہ جب اللہ تعالے کو منظور ہے کہ انکو اس آخری امت کا پیغمبر جلیل فرماوے تو بھلا تمھارے یا تمام عالم کی حرکات سے
کہین یہ امر ٹلنے والا ہے حضرت خدیجہ رضہ کا غلام میسرہ اس سفر مین آپکے ساتھ تھا اسنے بہت سی کرامات معجزات اپنی آنکھون دیکھے تھے تو جب وہ خدیجہ
کی خدمت مین آیا تو اسنے سب حال بیان کیا۔ خدیجہ رضہ نے فرمایا کہ تو بیشک سچ کہتا ہے اسواسطے کہ جب تم لوگ مکہ مین داخل ہوئے تو مین نے بالاخانہ سے
خود دیکھا تھا کہ آنحضرت پر پارۂ ابر سفید سایہ کیے تھا میسرہ نے کہا کہ حضور تمام سفر مین یہی حال رہا ہے حضرت خدیجہ رضہ نے نکاح کی خواہش کی جب
ابو طالب آئے اور مطلع ہوئے تو اعیان و اشراف قریش کو لیجا کر نکاح پڑھا۔ حضرت ام المومنین خدیجہ رضہ سے کئی لڑکے و لڑکیان ہوئین ازانجملہ
کل لڑکون نے انتقال کیا اور دو لڑکیان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح مین دین اور سب سے چھوٹی حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضہ کو حضرت علی
رضی اللہ عنہ کے نکاح مین دیا۔ حضرت ام المومنین خدیجہ رضہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میری سابق اولاد جو آپسے پہلے شوہر سے تھی اسکا کیا حال ہے فرمایا کہ
وہ دوزخ مین ہے حضرت خدیجہ رضہ بے اختیار رونے لگین آپنے فرمایا کہ کیون روتی ہے واللہ اگر تو انکی صورت دیکھے تو نہایت نفرت سے بھاگے۔ پوچھا کہ پھر جو
اولاد کہ آپسے ہوئی ہے فرمایا کہ وہ سب جنت مین ہین۔ واضح ہو کہ حضرت خدیجہ رضہ نے قبل ہجرت کے انتقال فرمایا۔ اور مدینہ مین ایک لڑکا حضرت
ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تولد ہوئے اور حالت رضاعت ہی مین انتقال فرمایا اور آپنے خبر دی کہ ابراہیم کے لیے جنت مین
مرضعہ ہے جو اسکے ایام رضاعت کی تکمیل کرتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث بھی منجملہ اسرار ہے جسکو فہم عوام ادراک نہین کرسکتی پھر نزول وحی سے پانچ برس
پہلے قریش نے خانہ کعبہ از سر نو تعمیر کیا اور حجر اسود رکھنے مین آپ کو حکم مانا چنانچہ آخر پارۂ اول مین آویگا پھر قریب نزول الوحی کے تنہائی پسند فرماکر
غار حرا مین ایام بسر کرتے پھر جب توشہ ختم ہوجاتا تو گھر آتے اور حضرت خدیجہ رضہ دوبارہ توشہ تیار کردیتی تھین پھر غار حرا مین تشریف لیجاتے آخر ربیع الاول
بروز دوشنبہ وحی اقرأ باسم ربک تا قولہ ما لم یعلم نازل ہوئی۔ آپکو وحی کی حلاوت عجیب پہونچی مگر تکلیف بدنی بھی شدید ہوئی حتی کہ آپنے جان کا
خوف کیا اور وحی منقطع ہوگئی حضرت خدیجہ رضہ آپ کی زبان سے خوف جان سنکر پریشان ہوئین اور عرب مین کوئی علم نجانتا تھا سوا خدیجہ کے
چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے جو نصرانی ہوگئے تھے اور انجیل و توریت کو عربی مین ترجمہ کیا کرتے پس خدیجہ آپ کو ورقہ کے پاس لے گئین اور ورقہ
اس زمانہ مین بڑھاپے مین نابینا ہوچکے تھے پس کہا کہ اے چچا بیٹے چچیرے بھائی تم ذرا اپنے بھتیجے کا حال سنو چنانچہ ورقہ نے سب حال سنکر پہچانا اور
آپسے کہا کہ تم اس زمانہ کے پیغمبر ہو اور یہ فرشتہ ناموس اکبر یعنے جبرئیل تھا اور عنقریب تمھاری قوم تمھاری دشمن ہوکر تمکو نکال دیگی۔ اور یون ہی
کفار اپنے پیغمبرون کے دشمن ہوتے آئے ہین۔ اے کاش مین اسوقت جوان ہوتا کہ جی بھر کے آپ کی مدد مین حاضر رہتا پھر چند ماہ کے بعد ورقہ
کا انتقال ہوگیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ورقہ نے کتب سابقہ سے آپ کا ہجرت کرنا معلوم کیا تھا اور آپ کی تسکین کے لیے مدلل بیان کیا کہ یہ دستور پہلے سے
چلا آیا ہے پھر دو برس چھ ماہ تک عجائبات کثیرہ ظہور مین آئے اور بعد اسکے دعوت اسلام کا حکم نازل ہوا بقولہ تعالی یا ایہا المدثر قم فانذر
پس عورتون مین سب سے اول حضرت خدیجہ ایمان لائین اور آپ حضرت ابو بکر کیطرف چلے اور ادھر سے خود حضرت ابو بکر رضہ آتے تھے پس جیسے ہی آپنے
فرمایا فوراً حضرت ابو بکر رضہ نے تصدیق کی اور ایمان لائے اور غلامون مین سے اول بلال رضہ اور اطفال مین سے اول حضرت علی جو آٹھ برس کے تھے
ایمان لائے اور غلامان آزاد مین سے اول زید بن حارثہ جو آپکے آزاد کردہ تھے ایمان لائے پھر انکے بعد حضرت عثمان و سعد بن ابی وقاص و طلحہ

بن عبید اللہ و آپ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوام و زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔ پھر وحی نازل ہوئی کہ تم جس بات کے رسول ہو اس کو اعلان سے دعوت کرو۔ جب کفار نے سنا کہ اُنکے بت کچھ چیز نہیں ہیں تو سخت دشمن ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ نے آپکے واسطے اپنی جان کو سپر کیا تھا تو عتبہ بن ربیعہ ملعون نے انکو یہانتک مارا کہ تمام بدن زخم سے پہچانا نجاتا تھا اور بیہوشی طاری ہو گئی جب ہوش آیا تو اول انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر و عافیت پوچھی اور جب کہا گیا کہ ہاں آپ فلاں مکان میں ہیں تو شکر کیا۔ اسی مردود عتبہ کو حضرت حمزہؓ نے بدر کے روز قتل کر ڈالا۔ حضرت بلال کو امیہ بن خلف نے جسکے غلام تھے سخت تکلیفات پہونچائیں اور گرم ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر پتھر و نسے دباتا حتی کہ بیہوش ہو جاتے اور وہ کمبخت لات و عزیٰ و ہبل کا کلمہ پڑھواتا مگر حضرت بلالؓ کو جب ہوش آتا تو احد احد کہتے سبحان اللہ کیا اثر مبارک تھا کہ اس نور توحید میں پروانہ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب فدا ہو گئے اور جان و مال کا مطلق ہوش نہ رہا۔ واہ کس رحمت کا ظہور تھا افسوس اب سو بار چلہ کشی سے بھی لاکھواں حصہ نصیب نہیں ہوتا ؎ زنگیں کہ کرد نیچہ فرگان این چنین + گوہر بجان کہ رنجت ابدا نم این چنین آخر اس ملعون امیہ ابن خلف نے بلال کو غلام خوار سمجھکر لونڈوں کے حوالہ کیا جو گلی در گلی مارتے پھرتے اور وہ بلال وہی صدائے احد احد پکارتے آخر حضرت ابو بکرؓ نے اس نا خلف کو سمجھایا کہ اچھا فروخت کر دے اُسنے طمع سے اپنے زعم میں کئی ہزار درم بے انتہا قیمت کہی حضرت ابو بکرؓ نے فوراً قبول کر لیا کہ بیچ ہو گئی۔ اب اسکو چارہ نہ رہا اور آپنے یہ مال کثیر دیکر بلالؓ کو خرید کر اس شرط سے آزاد کیا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرینگا بلالؓ نے عرض کیا کہ یہ شرط میری جان کی عین مراد ہے اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے اور کئی لونڈی غلاموں کو جو اسلام لائے خرید کر آزاد کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان نثاری میں تمام مال سے بخوشی خدمت کی حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات کے خطبہ میں فرمایا کہ مجھے کسیکے مال نے اتنا نفع نہ دیا جسقدر ابو بکرؓ کے مال نے مجھے نفع دیا اور کوئی نہیں رہا کہ میں نے اسکی مکافات نہ کی ہو سوا ابو بکرؓ کے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں عوض جمیل سے اسکی مکافات فرماویگا۔ اور اگر میں مخلوق میں سے کسیکو خلیل بناتا تو ابو بکرؓ ہی کو خلیل بناتا و لیکن میں خلیل اللہ ہوں۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ منزلت عظمیٰ یعنی خلت بدون شرکت ہوتی ہے اور خوب غور کرو کہ یہ مرتبہ خاصہ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے لیے نہایت اعلیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ والضحیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ اور سورۂ واللیل اذا یغشیٰ میں حضرت ابو بکر الصدیق کی نسبت فرمایا۔ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ۔ پس وائے برحال ان جہال کے جو معارف اسرار در کنار۔ ان نصوص آیات سے اندھے ہو کر اپنے نفس کی راہ میں ہلاک ہیں۔ بالجملہ کفار کی عداوت بڑھتی گئی اور بتوں کی محبت اسقدر انکے نفوس خبیثہ میں جمی کہ متواتر بات بات میں معجزات دیکھتے مگر ایمان نہ لاتے اور عاقل جانتا ہے کہ بتوں کی محبت کا صرف نام ہوتا ہے در اصل نفوس خبیثہ و وساوس شیطان کو مانتے ہیں اور ظاہر میں بت یا عیسیٰ کا نام رکھتے ہیں لیکن چونکہ نفس سے غافل ہیں تو انکو اوراک و شعور نہیں ہوتا اسیواسطے بعض سلف نے کہا کہ جسنے نفس کو پہچانا وہ رب عز و جل کو پہچان گیا اور یہ عجیب بھید ہے کہ جاننے والا بدیہی سمجھتا ہے اور نہ جاننے والا ہمیشہ انکار کریگا کہ مثلاً ہم بیشک عیسیٰ کی محبت میں پیا کرتے ہیں اور ہم بیشک فلاں سے محبت کرتے ہیں حالانکہ قطعاً وہ غفلت نفس میں تاریک جسم کے اندھیران ہے اور یہ صرف نفسانی تسویل شیطانی ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔ منجملہ معجزات کے یہ کہ عموماً قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے بہت خوف تھا چنانچہ آپ کی خدمت میں عتبہ بن ابی لہب جو پہلے آپ کا داماد تھا گستاخانہ کلمات کہے تو آپنے بد دعا کی کہ الٰہی اسپر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔ ابو لہب اسکو لیکر شام کی تجارت کو گیا ایک منزل میں نیستان تھا تو ابو لہب بولا کہ بھائی اس راہ سے مت چلو کہ مجھے اپنے بیٹے عتبہ پر بد دعائے مذکور کا خوف ہے لوگوں نے کہا کہ ارے ہم لوگ شیر کو تلوار سے ٹکڑے کرنے والے ہیں اور ہم عتبہ کو درمیان میں رکھینگے۔ چنانچہ رات کو تمام لوگوں کا انبار لگا کر بیچ میں عتبہ کو سلایا اور سب طرف سے گھیر کر سوئے۔ رات میں شیر آیا اور عتبہ کا گلا چبا کر خون چوس گیا اور چل دیا۔ واضح ہو کہ خاص

اس طور پر مسلط کر کے ہلاک کرنے مین حجت پوری فرمائی ورنہ کوئی کتا پھاڑ ڈالتا۔ کیونکہ وہ لوگ تمام معجزات کو سحر پر محمول کرتے اور ہدایان غیر ممکن ہی دوم قافلہ والون کو پہلے شیر پھاڑتا لیکن وہ تو مسلط تھا۔ باوجود ان معجزات کے پھر بھی یہ جہنمی لوگ سوائے تسویل شیطانی کے کسی طرح حق نہین قبول کرتے تھے اور یہ ہم لوگون کے لیے تنبیہ حق ہی کہ کہ دورن کفار کی کثرت دیکھکر کبھی امر حق مین متردد ہون اور فرمان حق عزوجل یاد کرین کہ یہ لوگ اندھے ہو گونگے ہین انکے قلوب پر راہ نور کی جانب مہر ہی تو حواس جسم سے سوائے خطرات نفس و شیطان کے کچھ ادراک نہین کر سکتے ہین اور اسی طرح جو کوئی امر حق مین متردد ہو وہ بھی بد باطن ہی نعوذ باللہ من ذلک۔ جب کافرون نے روز بروز ظہور نور نبوت سے اپنے عیال اطفال کو راغب دیکھا اور اہل جنت بلکہ یہ لوگ تو سردار اہل جنت ہین برابر ایمان لانے لگے تو جن بد لوگون کے بیٹے ایمان لائے انھون نے انکے پاؤن مین لوہے کی بیڑیان ڈالکر قید کیا اور سب نے مجتمع ہو کر عہد نامہ کیا کہ بنو ہاشم سے نکاح بیاہ بلکہ خرید فروخت منقطع کرو اور قتال کرو حتی کہ ابوطالب آپکو لیکر مع بنی ہاشم و بنی المطلب شعب کوہ مین چلے گئے اور دو سال سے زیادہ وہان تکلیف اٹھائی اور تمام قریش نے عہد نامہ کو چاندی کی ڈبیا مین بند کرکے خانہ کعبہ مین لٹکایا آخر ابوطالب بہت عاجز ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب زمانہ ختم ہوا اور کیڑے نے سوائے نام الٰہی کے باقی سب عہد نامہ چاٹ لیا۔ ابوطالب اگرچہ ایمان نہین لائے لیکن آپ کی حمایت مین گرم رہے ابوطالب نے قریش کو آگاہ کیا اور کہا کہ اگر یہ سچ نہو تو ہم محمد کو تمہارے حوالہ کرینگے۔ قریش نے منظور کیا اور نکالا تو عہد نامہ بالکل کیڑا کھا گیا لیکن نام الٰہی اسیطرح محفوظ تھا پس قریش نے پھر اپنا قول پورا کیا اور باہم خلط ملط ہو گیا پھر اسکے چند روز بعد ابوطالب نے انتقال کیا اور ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی کی کہ ایک مرتبہ کلمہ توحید کہہ دیں لیکن بار بار ابوجہل وغیرہ کہتے کہ ابوطالب کیا تم یہ عار گوارا کروگے کہ باپ دادے کا دین چھوڑ دو آخر ابوطالب نے کہا کہ اے بھتیجے قریش میرے پیچھے طعنہ دینگے کہ ابوطالب موت سے ڈر گیا ورنہ مین تیری آنکھین ٹھنڈی کرتا اور کہا کہ ہان مین عبد المطلب کی ملت پر مرتا ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روتے ہوے باہر آئے اتنے مین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا آپ نے کہا کہ جا کر اسکو گاڑ دے اور جب واپس آئے تو نہانے کا حکم دیا اور بہت روئے اور چاہا کہ استغفار کرین مگر ممانعت ہوئی چنانچہ تفسیر مین آویگا۔ اور اسی سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انتقال کیا قریش کفار برابر آزار دینے مین حد سے بڑھتے جاتے حتی کہ ابوجہل نے ایک روز آپ سے گستاخی کی اور آپ مکان پر غمگین تھے کہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب شکار سے آئے اور حال معلوم کرکے فوراً پھرے اور ابوجہل ملعون کے کمان زور سے ماری وہ بھاگ کر نکل گیا۔ اور ظاہر اسکے بعد خود ایمان لائے اہل ایمان روز بروز کی ایذا کفار سے تنگ ہو کر ہجرت پر آمادہ تھے کیونکہ اسوقت قتال کا حکم نہ تھا اور کفار برابر انکو ذلیل و خوار بناتے اور اکثر خفیہ رہتے تھے اور انتالیس آدمیون کا شمار پہونچا تھا کہ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی اسلام کو عمر بن الخطاب یا ابوجہل سے عزت دے۔ ابوجہل کا نام لیا اور اسکی کنیت ابوالحکم تھی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل سے ٹھیک کیا۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق مین قبول فرمائی اور دوسرے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے درحالیکہ آپ دار ارقم مین تھے صحیح بخاری مین حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اُسدن سے ہم لوگ برابر عزت مین ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کفار فجار باطل لات و عزیٰ کی پرستش علانیہ کرتے ہین اور ہم وحدہ لاشریک کی بندگی کیون خفیہ کرین۔ اور اسیوقت سب کو ساتھ لیکر مسجد الحرام مین آئے اسوقت ایک جماعت قریش موجود تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا کہ جسکو اس تلوار کی دھار دیکھنا ہو وہ متعرض ہو اسی طرح جس دن جانب مدینہ ہجرت کی اُسدن بھی کفار قریش کو ڈانٹا تھا کہ جسکو اپنی جورو بیوہ کرنا اور بچے یتیم کرنا منظور ہو وہ متعرض ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ چاند نے آسمان سے نزول کیا اور جانب مدینہ روانہ ہوا اور ستارے اسکے گرد ہین پھر جانب مکہ اس شان سے آیا کہ اسکے گرد ستارون کا ہجوم کثیر ہی اور مکہ کے تمام گھر اسکے نور سے کم و بیش روشن ہو رہے ہین پھر جانب مدینہ روانہ ہو کر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مین زیر زمین غروب ہو گیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس صحیح خواب کی صحیح تاویل ہے

امور معلوم کر لیے از انجملہ ہجرت ہی۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی کی عمر چھ برس سے کچھ کم تھی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ صدیقہ رضی سے
فرمایا کہ مینے خواب مین فرشتہ کو دیکھا کہ پارۂ حریر سفید پر تصویر لیے ہے۔ مین نے پوچھا تو فرمایا کہ یہ آپ کی زوجہ دنیا و آخرت مین ہے۔ تب مینے اس
قطعہ حریر کو کھولا تو دیکھا کہ وہ تو ہی ہے۔ حضرت صدیقہ نے عرض کیا کہ اگر اللہ تعالے کی مشیت ہوگی تو اسی طرح واقع ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ
اس عمر مین یہ دانائی۔ بہت نادر ہے اور کیون نہین کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ زوجہ ہونا بھی شان فخیم عظیم ہے۔ حدیث کمال فضیلت
حضرت ام المومنین عائشہ رضی سورۂ آل عمران مین آویگی۔ قال المترجم پھر واضح ہو کہ اہل الکفر کی ایذا رسانی روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور کفار فجار کمزور
مومنون کو خصوصًا و سب کو عمومًا لعن وطعن برملا کرتے وہر طرف سے بیدین و قاطع رحم و باپ دادون سے منحرف و قوم کا دشمن وغیرہ کلمات لایعنی کہتے
اور اہل اسلام ہر طرح کی جانی و مالی و بھوک پیاس کی تکالیف اٹھاتے اور ہر طرف سے عجیب ناگوار مکروہات کا سامنا تھا یس اگر نور معرفت کا ظہور
و تجلی نہوتی تو یہ مصائب شدید برداشت کرنا سخت دشوار بلکہ غیر ممکن تھا اسیواسطے جب حضرت عمار بن یاسر وغیرہ صحابہ کبار
سے بعض تابعین نے عرض کیا کہ آپ نے زمانۂ حضوری پایا اور ہم محروم رہے اگر ہم ہوتے تو اسطرح جان و مال فدا کرتے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ
ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ تم جس عافیت مین ہو غنیمت سمجھکر اسکا شکر کرو کہ وہ سخت محنت کا زمانہ تھا۔ ہر طرف سے وحشت ناک آوازین تھین۔ دین
و وحی و رسالت کا نام کبھی نہین سنا گیا تھا۔ تمام زمانہ مخالف تھا۔ آج تم پیدا ہوتے ہی ہر طرف سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز سنتے ہو۔ تم کیا جانتے ہو
کہ اگر تم اسوقت ہوتے تو کس جانب ہوتے اور اس حیرت ناک وقت مین ساتھ دیتے۔ مترجم کہتا ہے کہ بہت خوب فرمایا اور یہ در حقیقت اسوقت کی
موجودہ کیفیت و حالت کا نقشہ بغیر کھینچے اس خیال کو اپنے نفس مین لاتے ہین اور اگر وہ حالت و قوم کی جہالت و ایذاؤن کی شدت کو سہولت کے
ساتھ ذہن مین لاتے تو اپنے نفس کو اس سے بدرجہا ہیچ سمجھتے کہ جو دعوی کرتے ہین اور مترجم کو ان روایات حضرت عمار رضی اللہ عنہ وغیرہم سے وقوف
ہونے سے پہلے بنظر اپنے مکائد نفس کے خود خیال آتا کہ مین ہرگز اس قابل نہ تھا بلکہ یہ شان انھین حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے منحصر تھی پھر جب
ان روایات سے وقوف ہوا تو مین نے شکر الٰہی عز وجل ادا کیا اور اس اصل عظیم کو دفع اوہام شیطانیہ خروج در نفس مین انشاء اللہ تعالے بہت کفایت ہے
الحاصل کفار قریش کی عداوت بڑھتی گئی اور حق عز وجل نے اہل ایمان کو بھی وہ نور معرفت عطا کیا اور سرتاپا منور کر دیا کہ ان پر بلا آسان ہو گئی
اور مانند پروانہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار تھے اور اس درمیان مین معراج شریف واقع ہوئی اور یہ بھی حکم ہوا کہ آپ اسکو اعلان سے بیان فرمادین
ابوجہل وغیرہ ملعونون نے اسکو مضحکہ بنایا اور بعضے کج باطن جو اسلام کی جانب سمجھا بجھا کر راغب کیے گئے تھے یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اصدق صحابہ
سے کہنے لگے کہ ہم تو آپ کے کہنے پر راغب ہوے تھے اور اب تو آپ کے صاحب یون معراج بیان کرتے ہین جو کسی قیاس مین نہ آوے حضرت ابو بکر الصدیق
نے انسے فرمایا کہ ارے احمقو ہم تو تصدیق کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمان سے ایک دم مین وحی آتی ہے تو ہمین کیا عجب ہوا کہ آپ خود تشریف
لے گئے لیکن یہ جہال اپنے کافرون کے ساتھ مستحکم ہو گئے باوجودیکہ آپنے معجزات کثیرہ دکھلائے چنانچہ پارۂ پانزدہم سُبْحَانَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى۔ کی
تفسیر مین یہ مبسوط آویگا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو برکات معراج شریف سے بہت فضائل نصیب ہوئے پھر ایام موسم حج مین شرفاے مدینہ کا ایک گروہ
آیا اور انھون نے جب آپ کی دعوت اسلام سنی اور قرآن کی حلاوت پائی تو اسلام لائے اور کہنے لگے کہ واللہ یہ طلعت مبارک وہی پیغمبر آخر الزمان ہے جسکے
فضائل کو یہودی ہمسے بیان کیا کرتے اور ہمکو ڈراتے تھے کہ اسکا زمانہ آگیا ہے عنقریب ہم لوگ اسکے سایۂ حمایت مین تمکو قتل و خوار کرینگے۔ دوسرے سال
گروہ عظیم آیا اور بیعت کرکے شرط کی کہ ہم حضور پر مع اصحاب کے جان و مال فدا کرینگے آپ ہمارے ساتھ چلین۔ آپنے حکم الٰہی عز وجل کا انتظار بیان کرکے عذر کیا
اور ایک صحابی کو تعلیم کے لیے ساتھ کر دیا۔ اور کچھ صحابہ مانند حضرت عثمان مع زوجہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جعفر بن ابی طالب کے

دغیرہم رضی اللہ عنہم کی جانب حبشہ ہجرت کر گئے تھے حتی کہ انکی برکات سے بادشاہ حبش مع جماعت کے مسلمان ہوگیا چنانچہ اسکا قصہ تفسیر مین انشاءاللہ تعالی متفرق مقامات پر آویگا - اور اس درمیان مین یکایک حکم ہجرت نازل ہوا - حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے سے اسکا سامان کر لیا تھا - اور تمام مال نقد سب آپ پر فدا کرنے کے لیے ذخیرہ کر لیا تھا - اسوقت عرض کیا کہ حضور کیا ابوبکر ساتھ کی اجازت پاتا ہے فرمایا کہ ہان چنانچہ قصہ ہجرت مع فضائل و برکات کے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس معاملہ مین نصیب ہوے ہین اپنے موقع پر آدینگے - اور درمیان سفر مین بکثرت معجزات عجیبہ ظاہر ہوئے جو بیان ہونگے - اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بدبخت قریش پر افسوس کیا کہ عنقریب حکم جہاد نازل ہوگا اور گمان فرمایا کہ یہ قوم جو عرب مین اشرف مشہور تھی عنقریب نابود ہوجائیگی پھر حکم جہاد تو بیشک نازل ہوا لیکن حق تعالی نے قریش مین سے ملعونون کو ہلاک کر کے باقیون کو اسلام عطا کر کے انکی خصلت وفاے عہد و امانت کو اپنی راہ مین صرف کرنے کی ایسی توفیق دی کہ انکی جانبازی و جہاد سے بر اعظم مین کلمۂ حق بلند ہوگیا اور چونکہ ایک امت کی موت کا ضرور ایک وقت مقدر ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا طبقہ بھی آخر اپنی منزل مقصود کو جانے والا تھا آخر اللہ تعالے نے انکو اپنی ہی راہ مین شہید کرا کے اُٹھا لیا - حدیث طویل مین یہ بھی فرمایا کہ میرے اصحاب (مثل ستارون کے ہین) جب تک اس دنیا مین رہین میری امت کے واسطے امن ہین پھر جب چلے جاوینگے تو اس امت پر وعید متوجہ ہوگی جیسے آسمان کے ستارے جب ٹوٹینگے تو آسمان کا وہ وقت آویگا جو وعدہ دیا گیا ہے یعنے قیامت - بالجملہ جب آپ نے ہجرت کا حکم دیا تو کفار قریش نے معارضہ کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ جانب مدینہ روانہ ہوے اور تلوار کھینچکر مہیب آواز سے ڈانٹا کہ آج جسکو منظور ہو کہ اپنی زوجہ کو بیوہ اور اولاد کو یتیم کرے وہ سامنے آوے کفار نے ہیبت سے سکوت کیا اور یہ جماعت مدینہ پہونچ گئی پھر جس وقت حکم آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے روانہ ہو کر پہونچ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپکے پاس جو ودائع و امانات قریش تھین ادا کر کے روانہ ہوکر پہونچ گئے اور حکم جہاد نازل ہوا - اسوقت انصار اہل مدینہ خود بحالت افلاس تھے اور جماعت مہاجرین رضی اللہ عنہم جو آپکے ساتھ ہجرت کر گئے تھے اکثر بے مال تھے اور حق عزوجل نے اسی کامل معرفت و تجلی ایمانی پر انکے حق مین اہل و وطن و مال و اولاد کے مفارقت کو آسان فرمایا تھا ورنہ امر نہایت دشوار ہے - اور قطعًا انمین سے کوئی بھی نفاق کا لگاؤ نہین رکھتا تھا اور یہ خود بدیہی ہے کہ اسوقت تو جان ہاتھ پر لیکر نکلنا ممکن تھا حتی کہ حضرت بلال و خباب و عمار رضی اللہ عنہم کو بعد ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کفار نے پکڑ کر اسقدر سخت اذیت دی کہ رونگٹے تھراتے ہین اور سوا مساعدت سعادت و نور معرفت کے برداشت کا طریقہ نظر نہین آتا پھر نواح مدینہ کے اعراب مین مانند ابن ابی بن سلول وغیرہ مین جہاد کے خوف سے نفاق شروع ہوا - اور عبداللہ ابن السرح قریشی پہلے تو اسلام پر مرتد ہوکر مکہ مین بھاگ آیا آخر فتح مکہ کے روز مسلمان ہوگیا پھر حکم جہاد کے بعد آپنے صرف تین سو کے قریب آدمیون کو لیکر قافلہ قریش کا تعاقب کیا اور قافلہ آگاہ ہوکر راہ بدل کر ساحل کی طرف نکل گیا اور قریبًا ہزار جوان مسلح قریش مکہ سے نکلکر آپکے مقابل ہوگئے - سبحان اللہ آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کا ایمان عجب کامل تھا کہ سب آپکے حکم پر آمادہ جہاد ہوگئے حالانکہ بہت سے بے زرہ و بغیر سامان تھے اور حق عزوجل نے عظائم معجزات سے قریش ابوجہل و عتبہ وغیرہ جماعت کثیر جہنمیون کو دار البوار بھیجدیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم صرف پانچ شہید ہوے باقی صحابہ جو شوق شہادت مین بھرے ہوے تھے مظفر منصور آپکی رکاب مین جماعت کثیر قیدیان قریش کو لیے ہوے مدینہ واپس آئے چنانچہ تفسیر مین مفصل آویگا - امام ابو اسمعیل الازدی نے فتوح الشام مین باسناد صحیح روایت کی جس سے اس بارہ مین صحابہ رضی اللہ عنہم کی معرفت ظاہر ہوتی ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربارہ بیشمار لشکر نصاری کے جو چار لاکھ سے زاید جرار فوج تھی مع کثیر جماعت کے جو نصرانیت کی حمایت کے لیے شامل ہوگئے تھے حالانکہ مسلمانون کا لشکر صرف تیس ہزار کے قریب تھا) حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو نفیس جواب خط لکھا ہے - اسمین یہ بھی تحریر فرمایا کہ "ہم لوگ اگر کفار سے

طبع بار اسلام ۱۲

اپنی قوت کے بھروسے پر قتال کرتے تو ابتک کبھی کا انھون نے ہمکو نابود کر دیا ہوتا لیکن ہم تو اپنی طاقت و قوت سے بری ہو کر فقط اپنے
حق عزوجل کے حول و قوت پر لڑتے ہین - پھر اگر تم لوگ ان کفار بیشمار سے طاقت مقابلہ نہین رکھتے ہو تو ہمارا رب عزوجل جسکے بھروسے پر ہم لڑتے ہین
بالکل انپر قادر قاہر محیط ہے - اور لکھا کہ یہ کفار فجار جو جناب باری عزوجل مین شرک کرتے ہین اللہ تعالے اُنسے بری ہے اور جس سے اللہ تعالی بری ہے
وہ ہیچ و خوار ہے اگرچہ وہ بیشمار ہو اور تم لوگ توحید آلہی عزوجل پر مطیع و فرمانبردار ہو اور ہمارا رب عزیز ذوالجلال والاکرام ہمارے ساتھ ہے اور اللہ تعالے جسکے ساتھ ہے
وہ ہرگز قلیل نہین ہے - اور اہل ایمان مجاہدین کو تحریر فرمایا کہ اللہ تعالے کی حضوری مین جانبازی کے ساتھ ان اعداء اللہ پر شیرانہ حملہ کرو اور ہم لوگ
جان چکے ہین کہ تمھین غالب و منصور ہو - مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ عزوجل کہ ان حضرات ابرار خاصان بارگاہ ذوالجلال کے صدق و یقین و حسن ایمان و معارف کا
اندازہ ہم لوگون کی طاقت سے باہر ہے / بالجملہ بعد اسکے غزوۂ احد واقع ہوا پھر غزوۂ خندق پھر آپ نے چھٹے سال ہجرت مین قریش کے ساتھ دس برس کے
قرار سے صلح کی پھر آپ نے خیبر یہود کو فتح کیا پھر قریش نے بدعہدی کی تو آپ نے مکہ فتح کیا اور اعلان کر دیا کہ آئندہ قیامت تک کسیکو مکہ مین قتال جائز نہین ہے
پھر ہوازن وغیرہ پر جہاد فرمایا پھر گروہ ہا گروہ عرب داخل اسلام ہونے لگے پھر آپنے حجۃ الوداع فرمایا اور وہین سورۂ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی جو آپ کی
وفات شریف کا اشارہ ہے حتی کہ بعد حجۃ الوداع کے بارگاہ قرب مین رب رحیم کی جوار اکرم مین نزول قرار فرمایا - انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم
صل علی سیدنا و مولانا محمد رسولک وحبیبک خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ وجمیع الانبیاء والمرسلین وعباد اللہ الصالحین
اجمعین کما تحب و ترضی ربنا وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین آمین یارب انت ارحم الراحمین واضح ہو کہ جب سورۂ مبارک
اذا جاء نصر اللہ مین یدخلون فی دین اللہ افواجا - سے فوج فوج لوگونکا دین اسلام مین داخل ہونا اعلام فرمایا تو ساتھ ہی وحی خفی سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ جیسے گروہا گروہ داخل ہوئے ہو اسیطرح گروہا گروہ خارج ہونگے - اس حدیث مبارک کا ظہور دو طرح محتمل ہے اول یہ کہ بعد وفات حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قطعی اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپکے خلیفہ ہوئے اور یہ خلافت اجماعاً قطعی حق ہے - تو آپ کی خلافت
مین اکثر قبائل عرب سوائے اہل مکہ و مدینہ کے مرتد ہوگئے اور فرضیت زکوٰۃ سے انکار کیا حتی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھین قلیل جماعت مہاجرین
و انصار سے اُنپر جہاد کیا اور حق عزوجل نے عجیب فتح و نصرت عطا فرمائی کہ چند ماہ مین یہ قبائل بیشمار مقہور و مطیع ہوگئے - گویا حق عزوجل نے ان لوگونکا
درد و غم دیکھکر رحم عظیم فرمایا کہ اپنے نبی اکرم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی سے سخت غمناک و یتیم ہو رہے تھے اور نبوت کی خلافت اور تمام جہان کو اسلام
کی دعوت انھین بزرگون کی جانبازی پر رکھی تھی پس فتح و نصرت کی کرامت عظیم دیدی اور یہ برابر فتوح شام و ایران وغیرہ مین متواتر جاری رہی
جس سے دو باتین عین حق کے لیے حجت ہوگئین اول صریح حجت یہ کہ خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حق صریح ہے کہ معجزہ پیغمبر کا نمونہ اپنے کرامت عطا ہوئی - کیونکہ
ولی کی کرامت درحقیقت صدق پیغمبر کا معجزہ ہوتا ہے کیونکہ ولی نے اُسکی پیروی سے یہ مرتبہ پایا کہ اللہ تعالی نے اسکے ہاتھ پر کرامت بھیجی - دوم یہ جہاد خالص
حق مرضی آلہی عزوجل تھا حتی کہ اللہ تعالے نے تائیدات اعجازی سے نصرت فرمائی اسواسطے کہ تدبیرات بشری کا یہان کچھ بھی وجود نہ تھا مثلاً بنو حنیفہ
قوم مسیلمہ کذاب ساٹھ ہزار کے قریب تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت چار ہزار سے بھی کم تھی اور اسیطرح بادشاہت مجوس ایران و بادشاہت
قیصر روم بہت زبردست سلطنتین تھین حالانکہ کیونکر ان حضرات روحانیین نے بنصرت آلہی عزوجل انکو تہ و بالا کر دیا / اب مین اصل مضمون کی طرف
رجوع کرتا ہون کہ حدیث کا محمل دوسری وجہ یہ ہے ایک وجہ شاید یہ قومین ہون جو مرتد ہوگئین تھین حالانکہ آنحضرت صلعم کے حضور مین اطاعت کرتی تھی
لیکن مترجم کہتا ہے کہ یہ خوب موجہ نہین ہے اسواسطے کہ یہ لوگ فوراً عنقریب پھر فوج فوج تابع حق ہوگئے اور حدیث مبارک انکے خروج سے مشعر ہے لہذا
وجہ دوم صحیح ہے کہ یہ آخر زمانہ مین واقع ہوگا اور دوسری حدیث مین بھی آیا کہ قیامت قائم نہوگی یہانتک کہ میری امت کے قبائل مشرکون مین شامل

ہوجاوینگے۔ قبائل بنے گردہا گروہ اسلام سے بد اعتقاد ہوکر دہریہ و نیچری وغیرہ ہوجاوین بلکہ اسلام مین معتزلہ وجہمیہ وروافض وخوارج وغیرہ بہت
ایسے فرقہ ہین کہ حکم ظاہر اسلام مین اگرچہ انکی تکفیر نہ کیجاوے جیسے ظاہر مین یزید وغیرہ کی تکفیر سے زبان خاموش رکھتے ہین ولیکن جب یہ لوگ اتباع سنت
سے اسقدر دور ہوگئے اور پھٹ گئے تو عند اللہ تعالی معلوم نہین کہ حساب آخرت مین انکا کیا حال ہے شاید بعض نین سے خارج از ایمان ہوویں واللہ تعالی
اعلم بالصواب۔ بالجملہ جس اعتقاد پر متواتر سلف صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم تھے وہ قطعی دلیل تواتر سے باطمینان تمام برحق ہے کیونکہ متواتر سواد اعظم کی دلیل
بدیہی حق ہے برخلاف خوارج وروافض وجہمیہ وغیرہ کے کہ یہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیان پھوٹ کر خارج ہوئین اور انمین سے ہر ایک مدعی ہے کہ سلف اسی اعتقاد پر تھے
حالانکہ خوارج وروافض مین تناقض ہے تو لامحالہ ایک باطل ہے پھر انکا دعوی صریح غلط اسواسطے کہ متواتر بدیہی خلاف ہے اور جو متواتر سے مخالف ہو
وہ باطل ہے مثلاً متواتر ثابت ہے کہ موسی پیغمبر بنی اسرائیل تھے پھر جو کوئی جماعت دعوی کرے کہ نہین بلکہ قبطی قوم سے فرعون کے فرزند تھے تو یہ قطعاً
باطل ہے۔ پھر حق متواتر بدیہی مطمئن یہی سواد اعظم ہے جو سلف صالحین کے قدم بقدم طریق سنت پر ہے اور ان سب کا اعتقاد واحد اور قرآن وحدیث
انکی اصل واحد ہے پھر اللہ تعالے نے انمین علما برابر سلف سے مبعوث فرمائے جیسے بنی اسرائیل مین انبیا ہر قوم مین ہوتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی
متواتر ہے کہ مثلاً ابوہریرہ رضی خواب سے پہلے وتر کو پڑھ لیتے کیونکہ آنحضرت صلعم نے انکو اسیطرح ارشاد کیا تھا اور دیگر اکابر بعد تہجد کے پڑھتے پس اعمال ثواب
قرآن وحدیث سے نکالکر جسطرح سنت معلوم ہو عمل کرو جبکہ تمہاری اصل یہی قرآن وسنت واحد ہے۔ ہان اس زمانہ مین بعضے جاہل لوگ باہم تعصب
کرتے اختلاف سلف کے چاہتے ہین کہ رحمت الہی کو اہل اسلام پر ضیق کرکے صرف ایک ہی چال وطریقہ پر مجبور کرین تو یہ البتہ جہالت وباطل ہے اور انکی
جہالت سے اجماع اہل السنۃ والجماعت مین خلل نہین ہوسکتا ہے اسی وجہ سے حدیث مین آیا کہ میرے صحابہ مثل ستارون کے ہین تم جسکی اتباع کرو ہدایت پر قائم رہوگے
لہذا متاخرین متفق ہین کہ انکی اتباع کرنے والے علمائے مجتہدین مانند ابوحنیفہ ومالک وسفیان الثوری وشافعی واحمد وبخاری ومسلم وغیرہم سب اہل الحق ہین واضح ہو کہ
ایمان اصل نعمت ہے اور یہ اعمال واسطے تزکیہ وطہارت نفس کے ہین پس اعمال باطنہ واخلاق کریمہ تو طہارت قوائے باطن ہین اور اعمال ظاہرہ صوم وصلوۃ مع
نیات قلبی کے طہارت جسم وباطن ہین پس ہر نیت خالصہ کے ساتھ جو عمل موافق سنت معلوم ہویا بتلایا جاوے وہ رحمت الہی عزوجل سے مفید تزکیہ نفس وطہارت ہے
جب اسمین بکمال طہارت حاصل ہوتی ہے جہان تک اسکی وسعت ہے تو انوار اسرار ظہور کرتے ہین اور اسیکو لوگ حقیقت وعلم باطن نام رکھتے ہین اسیواسطے مترجم
نے بعض اہل اسرار کے کلمات لکھدیے ہین اور جنکا نام مبارک ذکر ہوا انکا مختصر نشان مع بیان یہ ہے کہ امام شعرانی رح نے لواقح الانوار مین لکھا کہ طریق تصوف
ویرہ اولیاء اللہ بالکل قرآن وحدیث پر مبنی ہے اور اسمین عمل ظاہر وباطن بروجہ کمال اسطرح ہے کہ ہر دم کے خطرات نفس وواقعات وہمی وہواجس سے
قلب کو محفوظ رکھے جسطرح کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور جو امور کہ ان بزرگون نے بیان کیے وہ جب ہی مذموم ہوسکتے
ہین کہ صریح قرآن یا حدیث یا اجماع سے خلاف واقع ہون اور جب مخالفت نہین تو انتہا درجہ یہی نکلا کہ یہ فہم نفیس وہ ہے جو قرآن وحدیث مین کسی
بشر کو عطا ہوئی پس جو چاہے اسپر عمل کرے اور جو چاہے باز رہے پھر واضح ہو کہ علم تصوف ایسے علم کا نام ہے جو اولیاء اللہ کے قلوب مین اسوقت منکشف
ہوتا ہے جب موافق قرآن وحدیث کے ظاہر وباطن باخلاص تمام عمل کرنے سے انکے قلوب نور خاص سے منور ہوتے ہین پس تصوف تو شریعت پر
عمل کرنیکا نتیجہ ہے جبکہ عمل خالص بدون شائبہ نفس ہو پس جسنے دقیق نظر سے دیکھا وہ خوب جانتا ہے کہ علوم اولیا مین سے کوئی اشارہ ومعرفت ایسے
نہین جو علم شریعت سے خارج ہو حالانکہ شریعت ہی نے انکو اس درجہ عالی پر پہونچایا ہے۔ شیخ جنید رح نے کہا کہ ہمارا علم تعلیم کتاب وسنت ہے۔ انتہی ملخصاً
شیخ محی الدین بن العربی رح نے فتوحات مکیہ مین لکھا کہ اس قوم کے علوم تک پہونچنے کا طریقہ یہ ہے کہ خالص ایمان کے ساتھ موافق سنت کے متقی ہو
قال تعالے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا الآیۃ اور فرمایا۔ ولو ان اہل القری امنوا واتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء

دکلا یرھق الآیۃ - اور فرمایا واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ الآیۃ اور شک نہین کہ ایمان وتقوی کے نتیجہ مین جو علم وبرکت ورزق زیادہ ہو دو طرح ہے ایک
تو اس جسم سے متعلق ہے جسکے ذریعہ سے اعمال صالحہ بجالاوے اور دوم روح سے متعلق ہے جو بعد موت کے باقی ہو اور دوم کی شرافت خود ظاہر ہے پس
کسی وجہ نہین کہ معارف سے انکار کیا جاوے - اور قرآن وحدیث مین یہ قوم جو اشارات بیان کرتے ہین انکو ظاہر سے تحریف وتحویل مت سمجھو کیونکہ
ظاہر آیت وحدیث کی تفسیر ظاہری سے انکو انکار نہین اور یہ عام شریعت ہے اور یہ لوگ ہرگز نہین کہتے کہ یہ معنے مقصود ومراد نہین ہین بلکہ کہتے
ہین کہ اعجاز قرآنی مین ہر فہم کے لائق معانی واشارات ودیگر ہین جنکو ہر متقی اپنے درجۂ تقوی کے موافق سمجھتا ہے اور وہ ہرگز ان احکام ظاہر سے خلاف
نہین ہین جیسے علم شریعت کے تجربے سے عالم کو مرتبہ اجتہاد درمیان آیات واحادیث کے حاصل ہوتا ہے بلکہ غیر مذکور کا استنباط بذریعہ قیاس معلوم ہوتا ہے
پس ظاہر نصوص مین توفیق دیتے ہین حالانکہ یہ تحریف وتحویل نہین ہے اسی طرح معرفت تقوی سے اللہ تعالے علوم منکشف فرماتا ہے اور وہ جسم ونفس اور عقل
وروح کے عجائب تعلقات ہین جو فقیہ عالم کی شان ہے جو ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخت ہوجاتا ہے - انتہی ملخصاً ممثلاً - مترجم کہتا ہے کہ شرح الصدر وتقوی سے
بلاشبہہ معارف علوم حاصل ہوتے ہین اور بکثرت نصوص سے یہ امر مستنبط ہے جنکی تحریر مین تطویل ہے - واضح ہو کہ شیخ شعرانیؒ نے لواقح الانوار مین جماعت
کثیر علماء تابعین وتبع تابعین ومحدثین واولیاء معروفین وزاہدین کو ائمہ اہل تصوف مین مع حالات واقوال درج کیا ہے اور غالباً انمین علماء اولیاء زاہدین
راویان احادیث صحاح ہین اور مین ان اکابر رحمہم اللہ تعالے کے نام مبارک یہان مکرر لانیکا فائدہ نہین دیکھتا کیونکہ یہ سب صحیح بخاری ومسلم
وباقی صحاح وسنن مین خود مذکور ہین - ہان بعض کو جنسے روایت حدیث بسبب غلبۂ حال کے نہین لی گئی ہے اور صاحب عرائس نے انکے بعض اقوال
درج کیے ہین بہت مختصر بیان کرتا ہون اور واضح ہو کہ جو اقوال انکی طرف منسوب ہوئے بعض ایسے اقوال بھی ہین جو بسند صحیح انسے ثبوت نہین ہوئے
اور بعض بیشک انکے اقوال ہین لیکن فہم عوام اسکو ادراک نہین کرتی اور نظیر اسکی یہ کہ آیات متشابہات قرآن وحدیث مین حق ہین اگرچہ معتزلی
وجہمی نے اسکے معنے نہ سمجھے یا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت فرمایا - عصیٰ آدم ربہ اور آنحضرت صلعم کی نسبت مغفرت ذنوب سابق
ولاحق کی تخصیص فرمائی تو یہ حق ہے لیکن گمراہ فرقون نے زعم کیا کہ انبیا گنہگار قابل مغفرت ہوتے ہین معصوم نہین ہین حالانکہ یہ گمراہ خود فاجر ہے
اسی طرح مرد متقی کے معنے ٹھیک ہین لیکن سامع کو وہانتک رسائی نہوئی تو اسنے لغو یا غلط معنے لگائے پھر یا تو انکار کیا اور یا اسی گمراہی پر شریعت
کا مخالف ہوگیا اور یہ دونون بیہودہ ہین بلکہ اول سے دوم بدرجہا بدتر ہے کیونکہ اول نے غایت یہ کہ قول مذکور چھوڑ دیا بخلاف دوم کے کہ
اسنے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خلاف کرکے شیطانی طریقہ لیا گمراہ ہوگیا - شعرانیؒ نے سوائے صحابہ وکبار اوساط تابعین کے صغار واتباع
مین حضرت منصور بن المعتمر وسلیمان الاعمش وخولانی ومکحول ویزید بن میسرہ واوزاعی وحسان بن عطیہ وعبدالواحد بن زید وصالح المری وعطاء وعتبہ
بن ابان وسفیان الثوری وابوحنیفہ ومالک وشافعی واحمد وسفیان بن عیینہ وشعبہ ومسعر وابن المبارک وعبدالعزیز بن ابی رواد ومحمد بن یوسف
وابن اسباط ومسلم بن میمون وابوبکر بن عیاش ووکیع بن الجراح وعبدالرحمن بن مہدی ومحمد بن اسلم الطوسی ومحمد بن اسمعیل البخاری وجماعت ائمہ محدثین وحضرت
فضیل بن عیاض وابراہیم بن ادہم وبشر بن الحارث الحافی وداؤد طائی وغیرہم جماعت کثیر اولیاء ثقات علماء محدثین رحمہم اللہ تعالی کو درج کیا جنکی شہرت
عام وبرکت تام ہے - رہا بیان بعض اکابر جو احادیث کی روایات مین اسطرح معروف نہین ہین از انجملہ **ذوالنون مصریؒ** نام ثوبان بن ابراہیم سنہ ۲۴۵ھ
مین وفات پائی جنازہ پر اسقدر کثرت تھی کہ لوگون نے پل ٹوٹ جانیکا خوف کیا اور سبز پرندون نے تابوت پر سایہ کر لیا تھا - شاگرد امام مالک ہین
لوگون نے پوچھا کہ حدیث کی روایت مین مشغول نہین ہوتے فرمایا کہ اسکے لیے لوگ موجود ہین اور مجھے اپنے نفس سے فرصت نہین اور افسوس ہے کہ یہ تینون
نقص آیا ورنہ علماے حدیث وفقہ بلی اپنے وقت مین سب سے افضل ہوتے - **معروف کرخی** زاہد مستجاب الدعوات مولائے حضرت علی بن موسی الرضا

رضی اللہ عنہم ہیں قریب ۲۰۰ھ کے بغداد میں مدفون ہوے **بشر بن الحارث الحافی** زاہد محدث کبیر الشان معاصر امام احمد ہیں ۲۲۷ھ
میں انتقال فرمایا۔ **السری السقطی** اورع وقت شاگرد معروف و جنیدؒ کے ماموں ۲۵۱ھ میں مدفون ہوے **حارث محاسبی**
جامع علوم المتوفی ۲۴۳ھ کہتے کہ جو باطن کو مراقبہ و اخلاص سے درست کرتا ہے اسکا ظاہر مجاہدہ و اتباع سنت سے آراستہ ہوتا ہے
داؤد الطائی امام کبیر الشان زاہد معروف شاگرد امام ابوحنیفہؒ ثقہ معروف ہیں۔ **شقیق بلخی** از اولیاے معروفین شاگرد ابراہیم بن ادہم
و استاد حاتم اصم ہیں۔ **ابو یزید بسطامی** معروف ہیں فرماتے کہ آدمی پر علم و اسکی پیروی سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں۔ فرماتے
کہ سواے تجرید توحید کے باقی میں علما کا اختلاف رحمت ہے المتوفی ۲۶۱ھ **سہل بن عبداللہ التستری**۔ امام رفیع الشان المتوفی ۲۸۳ھ
ابو سلیمان الدارانی علوم حقائق و ورع میں کبیر الشان استاد احمد بن ابی الحواری محدث ثقہ المتوفی ۲۱۵ھ **فتح الموصلی**
ہمعصر بشر حافی و سری سقطی کبیر الشان نقل عنہ الامام ابن کثیر کلمۃ حکمۃ **حاتم اصم** استاد احمد بن خضرویہ المتوفی ۲۳۷ھ **یحیی بن معاذ رازی**
امام اوحد الوقت اورع المتوفی ۲۵۸ھ **احمد بن خضرویہ** صاحب الفتوۃ معروف متوفی ۲۴۰ھ **احمد بن ابی الحواری** امام محدث معروف
شاگرد ابوسلیمان بن عیینہؒ کہتے کہ دنیا مردار خانہ ہے جسپر کتے جمع ہیں یہ کتوں سے بدتر ہیں المتوفی ۲۳۰ھ **ابو حفص الحداد**
نیشاپوری استاد شاہ شجاع کرمانی امام الوقت المتوفی ۲۶۰ھ **ابو تراب نخشبی** اجلۂ مشائخ سے المتوفی ۲۴۵ھ
عبداللہ بن خفیف زاہد اورع بطریقہ سفیان الثوری **جنید بغدادی** سید القوم معروف بر مذہب ابو ثور رح المتوفی ۲۹۷ھ
الشیخ ابوبکر الشبلی شاگرد جنیدؒ امام الوقت معروف **ابو عثمان الحیری** شاگرد یحیی بن معاذ رح المتوفی ۲۹۸ ہجری
ابو الحسین النوری شاگرد سری السقطی و ہمعصر جنید رح شیخ القوم المتوفی ۲۹۵ھ **احمد بن یحیی الجلاء** شاگرد ذو النون و ابو محمد رویم
بن احمد فقیہ بمذہب داؤد ظاہری اصفہانی المتوفی ۳۰۳ھ **محمد بن الفضل البلخی** شاگرد احمد خضرویہ از کبار مشائخ مستجاب الدعوات
شعرانیؒ نے لکھا کہ مذہب اہل حدیث رکھتے تھے تو فقہاے بلخ نے انکو نکال دیا تو انپر بد دعا کی پھر بلخ سے کوئی بزرگ نہ ہوا المتوفی ۳۱۹ھ
انہیں اکابر میں سے **ابوبکر الدقاق** مصری و **سمنون** خواص شاگرد سری سقطی و **ابو علی الجوزجانی** و **شاہ شجاع**
کرمانی در اصل شاہزادہ تھے **یوسف** بن الحسین الرازی و حکیم **ترمذی** و **ابوبکر الوراق** و **ابو سعید الخراز** و **مغربی**
و **جریری** و **علی بن السہل** اصفہانی و **ابن عطاء** احمد بن محمد و **ابراہیم الخواص** و **ابوبکر الواسطی** شاگرد جنید و نوری
و **ابو الحسن الوراق** و **ابو الحسن المدینوری** و **ممشاد** دینوری و **ابو الحسین** النساج و ابو محمد مرتعش و **ابو علی الروذباری** و **ابو یعقوب**
النہرجوری و **ابو العباس** الدینوری و ابو القاسم ابراہیم بن **محمد النصرآبادی** شیخ اہل خراسان و شاگرد حضرت ابوبکر شبلیؒ و **احمد بن عطاء** الروذباری و **ابو عبداللہ محمد**
الدینوری و السید **ابو صالح عبدالقادر الجیلانی** و **ابو مدین المغربی** و غیرہم رحمہم اللہ تعالی سلاطین حکمت و سادات الاولیاء بمقام معرفت ہیں اور ہر ایک نے مقامات
معرفت و معاملات میں کلمات حکمت کے ساتھ اہل ارادت کو افادہ فرمایا اور طریقہ سالک سنت و آداب طریقت کو سمجھایا ہے عجب کہ جماعت کثیر طلبہ کی کفریات یونانیہ
و مزخرفات بوعلی سینا کی جانب مائل ہو رہی ہیں جو محض جہالت ہے جسکا پڑھنا و پڑھانا عین معصیت اعاذنا اللہ تعالی اور اگر کبھی ان کج قلوب کو ان معارف حکمت سے ایک قطرہ
نصیب ہوتا تو اپنی تضییع اوقات جہالت پر ہزار نفرین کرتے اور خلوص کیساتھ معارف قرآن و حدیث کو کلمات حکمت اولیاء رحمہم اللہ تعالی سے حاصل کرتے
اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ اَللّٰهُمَّ آمِيْنَ هٰذَا آخِرُ مَا أَرَدْنَاهُ فِي الْمُقَدِّمَةِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تمت بالخیر